جذبۂ انتقام
یالثارات الحسین
سید عنایت علی شاہ النقوی

جذبۂ انتقام

حصہ اول

مصنف

سید عنایت علی شاہ النقوی البخاری

مصحح

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

ناشر

اِدارہ مِنہاجُ الصّالِحِین ۔ لاہور

جناح ٹاؤن ۔ ٹھوکر نیاز بیگ ۔ لاہور

کتاب : جذبۂ انتقام (حصہ اوّل)

مصنف : سید عنایت علی شاہ النقوی البخاری

مصحح : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

پروف ریڈنگ: شیر محمد عابد مولائی، چوہدری محمد عمران حیدر جعفری

فنی معاونت : معصومہ بتول جعفری، زہرا بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری

کمپوزنگ: قلب علی سیال

اشاعت اوّل : ستمبر 2011ء

ہدیہ : روپے

صفحات : 344

ادارہ منہاج الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ۔ فرسٹ فلور دکان نمبر ۲۰ (غزنی سٹریٹ)، اردو بازار۔ لاہور

فون 042-37225252,0301-4575120

فہرست

عرضِ ناشر

پہلا باب

کشیر کی بیماری اور بیوی کی غمخواری

اے خالق ذوالجلال' اے رازق عالمیاں! اے بے کس بندوں کے غمگسار مولا! میری دعا کو درجہ قبولیت عطا فرما۔ آخر اس غریب کو کیا ہوگیا؟ میری زندگی کا سہارا' مجھ بے کس بے آس کی غمخواری کا مرکز' خدایا! تیری رحمت کے بعد اسی وجود پر میری امیدیں وابستہ ہیں۔ نہ کوئی عزیز ہے نہ رشتہ دار' دستگیر و حال پرساں ۔

دل جلائے درد' جگر جلائے در
قسمت میں کچھ نہیں ہے ہمارے سوائے درد

اگر اس کی جان پر آ بنی تو مجھ غریب' نادار اور بے کس عورت کا کون ہے؟ جو ہاتھ تھامے رہے اور غنودگی سی طاری ہوئی۔ پھر ہوش آیا اور سربسجود ہوکر مصروف دعا ہوگئی ۔

کیوں نہ ہوں میں ملتجی اپنے خدا کے سامنے
عرض حاجت چاہیے حاجت روا کے سامنے

ندائے ہاتف آئی' پریشان خاطر نہ ہو' تیری دعا قبول کی گئی' تیرا خاوند صحت یاب ہوا۔ دل بے قرار میں ایک فطری سکون پیدا ہوا۔ جو عموماً مخلصانہ دعا کے بعد ہوا کرتا ہے۔ مصلی اُٹھایا اور طاق پر رکھ دیا اور خود دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ جہاں اس کی امیدوں کا سہارا' اس کے چاہنے والا' اس کا سرپرست و سرتاج بستر علالت پر تھا۔

معجزہ تھا یا کرامت' متحیر ہوکر رہ گئی کہ خلاف معمول خود بخود بیمار اُٹھ کر بیٹھ گیا' اور یوں گویا ہوا۔ ''اے نیک بخت اور نیک دل بی بی! تیری قسمت کی یاوری' سبحان اللہ! تو کہاں اور کس مقام پر اور کون سے شفاخانے سے میرے لئے دوائی لے آئی؟ اے مومنہ اور وفادار بی بی

!تجھے کس حکیم نے یہ نسخہ دیا کہ میں نے دوائی کا جرعہ نوش کیا' کہ فوراً زبان کھل گئی"
میرے ایمان وایقان کے محافظ! (بیوی بولی) میں نے کب تجھے دوائی پلائی؟ یہ
تو درست ہے کہ ابھی ابھی چند لمحات ہوئے' تیرے سرہانے بیٹھی رو رہی تھی۔ کہ آفتاب غروب
ہوگیا۔ نماز کا وقت تھا۔ اٹھی' وضو کی' اور فرائض مغربین ادا کر کے اضطرار واضطراب کے عالم
میں اسی حکیم کے سامنے جو حکیم بھی ہے اور علیم بھی ہے' بصد تضرع وزاری التجا کی' کہ میرے خاوند
کو صحت عطا فرما۔ ورنہ یہ کچھ تن تنہا بے کس عورت کا اس پردیس اور دشمن بستی میں کون ہے؟" ہاں
میرے سوختہ دل پر القا ہوا" ؎

آنکہ سرگراں بہ علم گشت وغمخوارے نیافت
آخرالامر دبہ غمخواری رسد ہاں گم فخور

"بارگاہ الٰہی ہے اور باب قبولیت کھلا۔ یہی تو دار الشفا ہے۔ مقام محمود ہے کہ ماہی بے
آب اور پر اضطراب ارواح کے بغیر کسی دوسرے کی آواز کی یہاں رسائی نہیں۔ جا' تیرا دامن
امید لطف وعطا سے معمور ہوگیا۔" "میری دعاؤں کی قبولیت کے مرکز! اے برگزیدۂ بندگانِ
الٰہی کے محبوب انسان! تیری زبان بندی اور غیر معمولی سکوت نے میری جان پر کوہ وجبل
گرادیئے"

"حیرت! تعجب!! اری میں کہاں بیمار ہوا؟ خدا کے فضل وکرم سے میں صحیح وسالم
اور تندرست تھا۔ البتہ جس روز کہ تمہارے خیال میں میں فرشِ علالت پر پڑا۔ ایک خیال تھا۔
کہ بجلی کی مانند میرے دل سے اٹھا اور معاً قلب محزون پر بجلی بن کر گرا۔ اور ہوا یہ کہ ؎ بنے
تجھے طالب دیدار اس غشی کیلئے؟ ہاں اتنا یاد پڑتا ہے کہ میں یہاں نہیں تھا۔" "خیال
!اُف!! اللہ کے بندے! وہ خیال کیا؟ کہ ہمارا گھر ہی لے بیٹھا۔ عجب خیال تھا کہ" غارتگر حواس
ہوا"" آپ بتلا سکیں گے" (بی بی نے کہا:)" اجی خیال نہیں۔ ایک تخیل تھا اور وہ بھی نازک
تریں ؎

کون لے جائے مجھے اس بے خبر کے سامنے
رات دن رہتا ہے جو میری نظر کے سامنے

اتنا کہا اور قہ قہ قہ کر کے ہنسنے لگ گیا۔ گویا دورۂ جنون سے سودائی ہو گیا۔ پھر غش آیا۔ اور بیہوش تھا پاؤں پھیلا دے اور سکتہ کا عالم۔ تہامی بی نے رونا چلانا شروع کر دیا۔ اور جلدی سے لخلخۂ گلاب تالو پر رکھا' ساعت کے بعد مریض نے پھر آنکھ کھولی' اور تندرست آدمیوں کی طرح اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ "معجزات کے دیکھنے والی! مشاہدۂ قدرت کے بعد میری عیادت کرنے والی عورت! یہ کیسی بے تابی ہے؟ یہ شیشی پرے رکھ اور سکون سے بیٹھ جا انتظار کر انتظار۔ خدائے قہار و جبار کی بے پناہ تلوار آبدار کا۔ بی بی نے چراغ روشن کو نزدیک کر کے اپنی نگاہ پر تنویر سے دیکھا اور بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ بے تکی باتیں بے محل حرکات فرمایئے' وہ تخیل کیا تھا؟ اور یہ اضطراب چہ معنی؟ "بیمار نے ایک آہ سرد لی اور کہا۔

اضطراب دل کے طعنے اب وہ دیتے ہیں مجھے
یاالٰہی! درد اُن کے سامنے کیوں کم ہوا؟

"اچھا' اُٹھ اور باہر کے دروازہ کو اندر سے کنڈا لگا کر بند کر دے" بی بی نے عرض کیا: کہ آپ اطمینان رکھیں' مکان ہر طرف سے بند اور دروازے یوں مسدود' کہ گویا مقفل ہیں۔ ابھی نہیں میں اس سے مطمئن نہیں پھر اُٹھ اور تسلی کر آ" کہ دیوار ہم گوش دارد۔ بی بی گئی اور دوبارہ تسلی کر آئی ۔ دروازے بند ہیں اور بالکل بند ہیں۔ "اچھا اب کہئے' وہ صاعقہ بار تخیلات ہیں کیا؟" بی بی نے لہجۂ حسرت میں سوال کیا۔ بیمار بولا۔ کہ "ذرا نزدیک ہو کر سن" اور پھر کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ آخر کار وہ گھڑی گذر جانے کے بعد مُہرِ سکوت ٹوٹی اور اندر بیٹھے ہوئے اِدھر اُدھر مڑ کر دیکھا۔ اور کہنے لگا: "زمانہ بدل گیا' چرخ نیلی فام نے کروٹ بدلی اور آناً فاناً بدلی۔ آسمان دوستانِ خدا کا دشمن ہوا اس کی کج رفتارائے معاذ اللہ! دشمنانِ خدا کا علانیہ

دوست بنا۔ اوراس غدار ابداطوار نے کتنی جلدی طوطا چشمی دکھائی؟ کہ تصور میں بھی نہ تھی۔ سلطنت کی ہوس، ملک گیری کی تمنا، حکومت کا نشہ، آہ! یہ دُنیا طلبی اور عاقبت فراموشی، خدا کی ہستی کا خیال، نہ محشر کا کھٹکا، خانۂ ایمان برباد، تصورات حقیقت نابود، مقصد معرفت ناپدید، عرفان کی راہیں مسدود، غدر وعصیان کے طوفان متلاطم وموج افزا۔ اُف اُف!۔

محمد کا پرچم سرنگوں کرنے کی سعی نامشکور ہو، محمد کی شہنشاہی کے ختم کرنے کے سامان کیے جائیں، محمد کا گھر تباہ ہو، محمدؐ کے لختِ جگر قتل ہوں اور قتل گوسفندانِ قربانی کی طرح، اور بھوکے پیاسے کون؟ جن کی رضا رضائے رب العالمین، جن کے قبضہ میں قدرت الٰہی جو باعثِ ایجادِ خلق ہوں، اور جس مہرِ عالمتاب سے کون ومکان میں ضیا، آہ! ان کی حرمت ان کے اکرام واحتشام کو یوں پامال کیا جائے؟ وہ چادریں جن کے نام کی عظمت وطہارت سے دامانِ مریمؑ وہاجرہؑ کا وقار بلند ہو، جن کے تصورات سے تطہیرِ مرسلین کی شان فخر کرے۔

افسوس، صد افسوس! فرزند رسولؐ خدا نے آخری اتمام حجت کن لفظوں میں فرمائی؟ سن او قاتل۔

لالچ نہ کر حکومت دُنیا کا خدا سے
ڈر کعبے کو ڈھا کے کوئی بناتا ہے اپنا گھر
اُس شے سے آدمی کو سدا چاہئے حذر
جس کی طلب میں دولت ایماں کو ہو ضرر
دنیا میں کیا خبر کہ رہے یا نہ رہے
وہ کام کر کے جا کہ سدا آبرو رہے
انسان کو پاس حرمتِ اسلام چاہئے
عقبیٰ بخیر جس میں ہو وہ کام چاہئے
منعم کو مثلِ ابرِ کرم عام چاہئے جیسے
گو صاحب نگین نہ ہو پر نام چاہیے

فیض محبت شہ نام نصیب ہو
گر ہو تو پنجتن کی غلامی نصیب ہو

اللہ کے مصطفےٰ بند پائمالِ خاک اور گلستانِ فاطمہؑ کے پھول چاک چاک ہوں اور ہم ان کے محب و متمسک ہونے کے مدعی اپنے اپنے گھروں میں اطمینان و امان سے بیٹھے نعمات دنیوی سے مالا مال، مست اور بود و ہست سے بے پروا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ۔ بیمار کو حرارتِ جوش نے فرشِ علالت سے کھڑا کر دیا۔ وہ آتشیں ہوائی کی طرح اٹھا اس کی آنکھیں سانپ کی طرح آگ برسانے لگیں اور وہ پکارا۔ "انتقام انتقام انتقام۔" تباہ کر کے رکھ دوں ایسی سلطنت کو! ارے برباد کر دوں ایسی حکومت بیداد کو۔" بیوی بید کی طرح کانپ رہی تھی اس کا سارا جسم لرز رہا تھا اور تن بدن کی سدھ بدھ نہ رہی گھبر کے بولی۔ خاموش ہو جائیے۔ کشیر! ہوش کی دوا کیجئے! زمانہ نازک اور ہم لوگ ناتواں! سر دست سکوت بہتر۔

دیکھا کیا مرتبہ ہے عاشقوں کی آہ کا
اوّل و آخر میں جس کا نام ہے اللہ کا

کشیر! یہ سلطنت ہے بادشاہی ہے حکومت ہے جابرہ و قاہرہ حکومت وسیع و عریض حکومت!! کہ آج اس کے تصور تک سے سلاطینِ زمن لرزہ براندام ہیں اس کی ہمہ گیری اس کا جلوہ و سطوت۔ توبہ توبہ خاموش رہ واقعی دیوار ہم گوش دارد۔

کشیر! خیالات پاکیزہ ہیں اور جذبہ مبارک مگر۔

ہر کہ با پولاد بازو پنجہ کرد ساعد سیمین خود را رنجہ کرد

یہ جرأت نہیں شجاعت نہیں جسارت ہے اور خودکشی اور جسارت بھی کیسی؟ خیالی جسارت توبہ استغفار کیجئے اور خیر و عافیت کی دعائیں فرمائیے۔ یکہ و تنہا بے یار و مددگار بے مونس و غمگسار" گویا مور ضعیف اور کوہِ آتش فشاں سے ٹکرائے میرے مومن مگر غریب خاوند! چند بچوں کو تعلیم دے کر نانِ شبانہ روز کمانے والے! اپنی ہستی کو پہچانیے اور ان سیاسی

اُمور کے تصورات سے دست برداری اختیار فرمایئے۔

رموزِ سلطنت خویش خسرواں دانند

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

افسوس! تو ایک مومنہ عورت' کنیز نے کہا' کیا تو معرفتِ الٰہیہ سے آج تک ناشناسا ہی رہی ؟ قوتِ ایمان کو نہ سمجھ سکی ؟ عزم بالجزم اور عزم مصمم کی حقیقت سے بے بہرہ رہی۔ اور یہ بھی دُرست کہ عورت اس منزل سے واقف ہی کہاں ہوتی ہیں۔ عزم ایمانی' مخلصانہ ارادہ اور اس کی کامرانی کے رموز تجھ پر آشکارا نہیں۔

تو نے میری ہستی پر نگاہ' کی 'لیکن میرے خلوص و ایمان کا اندازہ نہ کیا۔ تو نے حکومت کی وسعتِ اِقتدار کو تو دیکھا' لیکن اس بے حقیقت چیز کو جو معرفت خدا سے خالی' عدل و داد سے بے بہرہ' اَسرار جہان بانی سے ناواقف مخلوق رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کی رضا جوئی سے نابلد ہے۔ نہ دیکھا' کیا تو نے اس ظالم حکومت کی بیخ و بنیاد پر بھی غور کی؟ کیا تو نے میرا دِل شکنی کے گناہ عظیم کا اِرتکاب نہیں کیا؟ کیا تو ایک مجاہد کی روح کا یوں معالجہ کرے گی؟

درد فتر طبیب خرد باب عشق نیست

اے دل بدرد خو کن و نادو امپرس

"اچھا صاحب! اب ذرا آرام فرمایئے! اور یہ کہہ کر وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ دل میں قرار پکڑیئے' آخر کوئی مصلحت پیشِ نظر تھی۔ کہ دَروازے تک بند کرا دیئے تھے۔ بی بی نے کہا: اب یہ دونوں بہت رات گئے سو جاتے ہیں

خدا معلوم آنکھوں میں' کیا گھر' کس ستمگر نے

کہ ہم دنیا و مافیہا سے غافل ہوتے جاتے ہیں

دوسرا باب

نگرانی

بجان پیرِ خرابات و حقِ صحبتِ او
کہ نیست در سرِ من جز ہوائے خدمتِ او

دیکھئے! نوٹ کرلو۔ ہمارے اسی شہر میں مشرق کی طرف ایک کچا سا مکان موجود ہے' جس کے دروازے کے سامنے تین چار کھجوروں کے درخت ہیں اس مکان میں ایک میانہ قد ادھیڑ معلّم رہتا ہے۔اس کی نقل وحرکت کی نگرانی تمہارے ذمہ ہے افسر نے کہا

بسروچشم !حضور!میں نے اس معلّم کو بارہا دیکھا ہے' لیکن وہ معلمی کے علاوہ کوئی اور کاروبار بھی کرتا ہے؟ سپاہی نے کہا۔

دیکھئے! خفیہ رپورٹ ہے' اسے نہایت ہی راز میں رہنا چاہئے" ڈائری سے معلوم ہوا ہے کہ اس کا نام کثیر بن عما اور بنی ہمدان کے قبیلے سے ہے۔ اگر ظاہر نہیں کرتا لیکن ہے علیؑ و اولادِ علیؑ کا پکا خیر خواہ اور طرفدار۔" افسر نے جتلایا

سپاہی:۔جی سرکار! یاد آ گیا' وہی تو نہیں؟ تو جنگِ صفین میں "ابوتراب" کے ساتھ ہو کر والی ملک سردارِ اسلام (معاویہ) کے ساتھ لڑا تھا۔

افسر: ہاں ہاں !وہی ہے' بڑا کٹر شیعہ ہے اور اہلبیت وسادات کا زبردست حامی۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اور ظاہر بظاہر بڑا متقی' پرہیزگار اور مرنجاں مرنج' یہ اگرچہ نہایت غریب معلوم ہوتا ہے' لیکن بڑا ہی خطرناک اور عدت سے سرکا کی زیرِ نگرانی ہے۔ دارالامارہ (کچہری) کے قریب ہی ایک عظیم الشان سرکاری مکان کے حصہ میں ہمارے سرداروں (بنی امیہ) کے بچوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتا ہے۔

جناب! تعجب نہیں؟ کہ ایسے مار آستین کو یہ سرکار ملازمت سپرد کی جائے۔ ملازم نے کہا۔ "نبی و علیؑ کی باغی اولاد کا قلع قمع کر دیا گیا' کوئی رہا ہی نہیں' جو گورنمنٹ کے خلاف سر اٹھا سکے۔ میدانِ کربلا میں صفن صفایا ہی ہو گیا۔ اگر کوئی مشتبہ تھا۔ تو حکومت عالیہ کے انتظام کے ماتحت جیل میں ٹھوس دیا گیا۔

لیکن خیر گورنمنٹ کا پھر بھی خیال ہے کہ حفظِ ماتقدم کے طور پر ایسے شخص کی نگرانی ہوتی رہے' جو کہیں بھولے سے بھی علیؑ کی اولاد کی دوستی کا دم بھرتا ہو اور اس کا معلّم رکھنا بھی تو آخر کوئی سرکاری مصلحت ہے۔ افسر نے کہا

یہ سُن کر ملازم ہنسنے لگا' اور ناک چڑھا کر بولا: جناعالی! ہنگامی قانوں (آرڈی ننس) اس کے متعلق ایسے سخت نافذ ہو چکے ہیں کہ اس باغی جماعت کا کہیں ذکر تک بھی نہیں ہو سکتا۔

نئے ہر سال کارجنوں سے داغ ملتے ہیں
بہارِ گل کیا کرتی ہے جاری تازہ آئین کو

کہاں ہماری سرکار؟ اور کہاں یہ پرپشہ؟ اُدنہ! ملازم کی اس گفتگو پر آفیسر نے کہا: "بھئی! ہمارے گورنر صاحب عراق و کوفہ یعنی سرکار عبید اللہ ابنِ زیاد کی طرف سے یہانتک احکام نافذ ہو چکے ہیں کہ جو شخص بھی ابو تراب (علیؑ) کو ذرہ بھر نیک سے یاد کرے گا۔ اس کی جان اور مال ہرگز ہرگز محفوظ نہ ہوگا۔ اس کے فوراً قتل کر دینے کے بعد مکانات بھی جلا کر خاکستر کر دیئے جاویں۔ بلکہ اگر کوئی شخص ایسے کسی آدمی کو گھر میں پناہ دے گا' اسے بھی قتل کر دیا جاوے گا۔"

"حضور! اسی اعلان سرکاری کا تو یہ اثر ہے کہ کوفہ سے تمام وہ لوگ جو توبہ توبہ محبان علیؑ بنے پھرتے تھے بوریا بستر باندھ کر یوں رفو چکر ہوئے ہیں کہ شہر کے محلے سونے اور ہزاروں مکانات مقفل پڑے ہیں۔

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کہ وہ دستِ ساقی چھلک پڑا
رہیں دل کی دل ہی میں حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیا

افسر: خیراب ان باتوں کو جانے دو۔ آج ایک زبردست حکومت کا پرچم لہرا رہا ہے۔ اور بادشاہ ظلِ الٰہی ہوتے ہیں۔ بس تمہاری ڈیوٹی ہے کہ کثیر بن عامر کی پوری پوری نگرانی رکھو۔ اور اگر ہو سکے تو اس ساتھ راہ رسم پیدا کر کے اس کے مافی الضمیر کا پتہ کرتے رہنا۔

ترے سوا کوئی ترکیب دل پسند نہ ہو
جو برق طور بھی چمکے تو آنکھ بند نہ ہو

✪✪✪✪✪

کثیر بن عامر کی صبح

آج علی الصبح جب کہ قمری نے اونچے ٹیلوں سے خفتگانِ خواب کے کانوں میں پیغام تسبیح پہنچایا اور در سو سو گو بہ گو' کوفہ کی مسجدوں میں انقلابی فضا کے ماتحت "حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل" کی بجائے "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کی صدائیں بلند ہوئیں اور نمازیوں نے کلمہ توحید پڑھتے ہوئے اپنے بستر استراحت سے انگڑائی لی۔

کثیر کی بی بی نے اٹھ کر وضو کیا اور بیمار خاوند سے بھی سجدۂ الٰہی ادا کرنے کی تلقین کی۔ کیر اٹھا اور وضو کر کے نقاہت کی حالت میں بیٹھے بیٹھے دوگانہ ادا کیا' اور بعد میں دعائے توفیق کے یوں گویا ہوا: "کچھ نسبتاً افاقہ معلوم ہوتا ہے' مناسب مشورہ دو' کہ آہستہ آہستہ آج مدرسے جاؤں"

"آپ اپنے طبع کا جائزہ لے لیں" بیوی نے کہا۔ حقیقت میں طبع اس قابل نہیں کہ گھر سے قدم باہر رکھ سکوں لیکن وہ بچے جنہیں میرے سپرد کیا گیا ہے' مزید غیر حاضری کے باعث آوارہ ہو جائیں گے" کثیر نے کا بی بی نے مختصر پرہیزی ناشتہ لا کر رکھا' خاوند نے برائے نام تناول کیا' اور مدرسہ کی طرف تیاری کی لیکن کچھ سوچ کر پھر بیٹھ گیا اور کچھ دیر چپ رہ کر بولا:

میں نے آج رات کچھ عجیب وغیرب اور خطرناک خواب دیکھے ہیں کہیں سیاہ اندگی کہیں لال پیلی شفق کہیں بحر متلاطم' اور اس کے خونخوارہ امواج' غرض اس خواب مہیب سے میرا سر چکرا رہا ہے خدا خیر کرے استغفر اللہ

یاد پڑ گئے پتھر یہ الٰہی کیسے؟
رات کا خواب بھی ہم وقتِ سحر بھول گئے

"ارے میاں! اللہ تعالیٰ آپ کی صحت کا ضامن ہو اب آپ تندرست ہیں لیکن

یاد رہے بیمار غضب کی تھری۔ اس نے سر کو کمزور اور دماغ کو پریشان کر رکھا تھا۔ اکثر ایسے ایسے خواب قابل التفات نہیں ہوتے'' کثیر! بی بی! خواب متوحش یا خواب پریشان کو میں جانتا ہوں لیکن یہ ایک حقیقت ہے جب مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں ایک خوفناک سیلاب میں بہتا ہوا ورطہ ہلاکت میں غوطے کھا رہا ہوں اور مکرر (آہستہ) سے نبیؐ و علیؑ کا وسیلہ چاہتا ہوں۔ تو یہ کہنا پڑا ہے کہ یہ رویا یقیناً معنی خیز ہے۔

خلوت خاص است وجائے امن ونزھتگاہ انس
اینکہ می بینم بہ بیداری است یارب یا بخواب

بی بی نے بہت تسلی دی اطمینان دلایا جس کے بعد یہ مرد مومن آہستہ آہستہ مکتب کی طرف روانہ ہوا۔ نادِ علیؑ کا ورد زبان دل پر جاری تھا۔ اللہ سے بار بار توفیق چاہی لیکن آہ! انقلابِ زمانہ کی خوفناک فضا میں عارفانہ دعاؤں کا اثر بھی معلوس دکھائی دیتا تھا۔ بقول شاعر ۔

خار مطلوب جو ہووے تو گلستاں مانگوں
بجلی گرنے کو جی چاہے تو باراں مانگوں

کیا ہی وہ کوفہ ہے؟ جہاں علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی سلطنت کا دارالخلافہ تھا۔ کیا یہ وہی کوچے ہیں' جہاں فدائیانِ آلِ محمدؐ پھرا کرتے تھے؟ کیا یہ وہی مسجدیں ہیں ؟ جہاں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر شب وروز درود وزیارات کا مقدس شغل جاری رہتا تھا؟

نہیں نہیں' وہ تو ایک خواب تھا' جواب پریشان' وہ ایک داستان تھی جو ختم ہوئی پاک مجلسیں تھیں جو اٹھ گئیں ۔

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں

نہ اہلبیتؑ رسالتؐ کے پروانو دیوان' نہ ان کے متمسکین کی محفلیں' کثیر! تو نے کیا کیا دیکھا؟ اور اب کیا دیکھ رہے ہو؟

کہاں ہیں مدینہ کے تاجدار! اور کدھر گئے باعث ایجادِ خلق؟ یہ کوفہ وہی ہے؟ یہ وہی گلیاں کوچے ہیں؟ نہیں نہیں یہ تو کوئی اور ستم بھری بستی ہے۔ یہاں پر تو علیؑ و فاطمہؑ کا نام لینا سرکاری جُرم ہو گیا ہے اور جُرم ایسا سنگین کہ مجرم واجب القتل

انچہ شور پست کہ دردِ دیہ قمرنے جہنم

کثیر انہی خیالات میں کچھ ایسا کھویا گیا کہ مکتب کی راہ بھی بھول گیا۔ بہرحال بمشکل تمام منزل تک پہنچا۔ دیکھ کہ بچگاں منتشر حالت میں بندوں کی طرح ادھر اُدھر بازیں لگاتے اور خاک اُڑاتے ہیں۔ اُستاد کو دیکھ کر کچھ خاموشی طاری ہوئی۔ اور قطار در قطار ہو کر اپنی اپنی نشست گاہ پر چپکے سے بیٹھ گئے۔

کثیر بھی اپنی مسند پر وقار کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اور قرآن کریم کی تعلیم میں مصروف ہو گیا۔ چونکہ نقاہت زیادہ تھی۔ اس لئے مزید محنت کی تاب نہ لاتے ہوئے بہت تھوڑا درس دیا۔ اور بچوں کو زیادہ غل مچانے سے بھی روکتا رہا۔ عین دوپہر کے وقت کثیر پر تپ کا غلبہ ہونے لگا اور یہ اس تکلیف کا نتیجہ تھا۔ کہ گھر سے پیدل چلا کر دل زیادتی صفرا سے متلانے لگا۔ اور سر چکرایا' ہونٹ خشک ہو گئے اور تشنگی غالب ہونے لگی۔ کثیر وہیں مسند پر لیٹ گیا' اور مکتب میں چھٹی کر دی۔ تمام لڑکے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مگر چند ایک ادھر اُدھر صحن میں کھیلتے رہے۔ جنہیں کثیر نے نہ دیکھا اور خلوت تصور کی۔

پیاس سے بیتاب ہو رہا تھا کہ دُور سے ایک سقہ کو آواز دی جو پانی کی مشک مونڈھے پر لٹکائے کسی کوچے کو جا رہا تھا۔ کثیر نے ایک کوزہ آب سرد لیا اور پیتے ہی آلِ محمدؐ کی پیاس یاد آ گئی۔ اور اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ ''خدا لعنت کرے اس قوم پر جس نے حسینؑ و اولادِ حسینؑ کو مظلوم اور پیاسا ذبح کر ڈالا اور پانی کی بوند تک نہ دی۔'' اُف! ان الفاظ کا منہ سے نکلنا ہی وبالِ جان بن گیا۔ ہر چند رازداروں کو پوشیدہ رکھا لیکن بقول۔

تراصبا　　وسرا آب　　دیدہ　　شد غماز
وگرنہ　　عاشق　　ومعشوق　　راز دار نند

وہ راز خود آشکارا ہو گیا۔ اور رنجار کی غشی نے دل راز اپر قبضہ نہ رہنے دیا۔ اطفال میں سے ایک لڑکا جو سنان بن انس کا پسر تھا کثیر کے پیچھے موجود اور اس فقرہ کو سن چکا تھا۔ (یہ سنان وہی ہے جس نے امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس نیزہ کی نوک پر بلند کیا تھا)۔ کیا خوب !ارے او رافضی ! تجھے معلوم نہیں ؟ کہ حسینؑ پر پہلے پہل پانی بند کرنے والا میرا ہی بہادر باپ تھا۔ کیا تو اس کو اور ان بہادرانِ اسلام کو ملعون بنا رہا ہے ؟ جنہوں نے کمال شجاعت اور مردانگی سے بنی ہاشم کو فتنہ بغاوت کو فو کیا۔ حتی کہ ان کا نام ونشان تک مٹا دیا۔ ارے او نمک حرام رافضی ! تجھے معلوم نہیں ؟ کہ آج دنیا میں کس کی جاہ وحشمت کا پرچم لہرا رہا ہے ؟ بدقسمت انسان ! تجھے اپنے بساط بھی معلوم نہیں ؟ لے دیکھ ! میں تجھے ابھی ابھی اس کا مزا چکھاتا ہوں۔"

ملعون گورنر عراق پر اور شمر ذی الجوشن کمانڈر افواج پر اور لعنتیں بھیجتا ہوں تمہارے میر یزید پر"ابا جان ! مجھ سے نہ رہا گیا اور صرف اتنا کہا وائے ہو! تجھ پر اے معلم ! آوارہ تو آوارہ تو امیر اسلام امیر المومنین حضرت یزید پر بھی لعنت کر رہا ہے۔

ابا میرے منہ سے اتنا نکلنا تھا کہ معلم مجھے بازو سے پکڑ کر سکول کے اندر لے گیا اور ایک رسی میں میری مشکیں باندھ کر کوڑے مار مار کر مجھے ادھ مؤا کر دیا۔ پھر وہ باہر کہیں سے چھری لینے نکلا۔ کہ میں نے دانتوں سے رسی کاٹی اور بھاگ کر گھر چلا آیا ہوں

سنان بن انس نے جب یہ داستان ہیجان خیز سنی' برافروختہ ہوا' اور زور زور سے چلایا۔ یہاں تک کہ سینکڑوں مرد عورتیں اور بچے ان کے کوچے و صحن میں جمع ہو گئے۔ آخر کار اس خون آلود لڑکے کو ہمراہ لے کر مع مجمع عظیم کے پولیس اسٹیشن پر پہنچے۔

افسر: ارے! یہ کیا شور و غوغا ہے؟

سنان بن انس: میرے بے بچے کا ملاحظہ کیجئے اور اس کے بیان لیجئے جناب غضب ہوا کوفہ میں بدعت ابھی تک موجود ہے نہ بیان لو جی! (غل غپارہ) آخر کار پولیس نے معائنہ کے بعد پسر سنان کے بیانات قلمبند کئے۔

ملازم: جو کئی دنوں سے معلم کی نگرانی پر مامور تھا۔ بیانات سن کر افسر سے عرض گذار ہوا: "حضور فدوی کی تازہ ڈائری اٹھا کر ملاحظہ فرمایئے یہ تو سرکار کئی دنوں سے کھٹکا تھا کہ معلم چھپا چھپا رافضی ہے۔ اہلبیت کو اچھا جانتا ہے' اور شاہی خاندان کا دشمن' بس اب تو راز ہی فاش ہو گیا"

"پکڑو' مارو' قتل کر ڈالو (مجمع کی آوازیں) افسر پولیس فوراً ایک مختصر گارد کے ہمراہ جائے وقوعہ پر پہنچا اور کثیر کو جو کالی شام ہونے پر اکیلا مکتب کے صحن میں خالی چٹائی پر بخار شدید سے کراہ رہا تھا گرفتار کر لیا اور چوکی کی حوالات میں لا کر بند کر دیا گیا۔ مجمع عام کو سمجھا بجھا کر بمشکل تمام منتشر کیا گیا۔

تیسرا باب

گرفتاری

لڑکے کے اس چیلنج پر معلّم بہت گھبرایا اور نہایت نرمی سے بولا!۔

"دیکھ بیٹا! میرا کیا حال ہے؟ تپ کی شدت سے میرے حواس درست نہیں مجھے تو معلوم ہی نہیں کہ بک رہا ہوں ۔ درد و بیہوشی میں کیا؟" بیٹا مجھے معاف رکھ! اور اس راز کو کہیں بھی افشا مت کرنا"

معلّم کی اس معذرت پر پسر سنان بظاہر خاموش ہو گیا۔ اور چپکے سے باہر چلا گیا۔ آخر اس کی فطرت سے نہ رہا گیا۔ چنانچہ بد طینت لڑکے نے اپنی گردن کو مونج کی رسی سے زخمی کیا۔ پھر ایک پتھر سر پا مار کر اپنے آپ

کو لہولہان کر ڈالا اور اسی حالت میں روتا چلاتا گھر میں داخل ہوا۔

"ارے! تجھے یہ کیا ہوا؟ یہ خون یہ زخم! بیٹا جلد بتلا کہ جان جا رہی ہے" سنان نے پوچھا (ڈسکیاں بھرتے ہوئے) ابا جان! وہ معلّم کیا نام ہمارا "رافضی معلّم" پانی پی کر کہنے لگا: درود ہو محمدؐ و اس کی آل پر" پھر بولا: لعنت اور ہزار لعنت ہو ان نابکار ملعونوں پر کہ جنہوں نے اولادِ رسولؐ کو پانی کے گھونٹ سے محروم رکھا اور پیاسے بھوکے خاندانِ نبوتؐ کو گوسفندانِ قربانی کی طرح ریگ تپاں پر ذبح کر ڈالا" (سنان کے بیٹے نے کہا)

اچھا تو پھر کیا ہوا؟ (سنان نے غضب آلودہ ہو کر پوچھا) (بیان جاری رکھے ہوئے) ابا! میں بدقسمتی سے دریافت کر بیٹھا:

"اے استاد صاحب! یہ لعنتیں کن پر برسا رہے ہو؟" تو معلّم بولا اور نہایت برہم ہو کر بولا: خاموش رہ حرامزادے! یہ لعنتیں بھیج رہا ہوں تیرے باپ انس پر اور ابنِ زیاد

"اُف !! یہ لوگ بھی کیسے خطرناک واقع ہوئے ہیں' کمزور ہے' ناتوان ہے' بیمار' مفلس اور کنگال ہے لیکن اس کے اندرونی جذبات ملاحظہ ہوں ۔لاحول ولاقوۃ" افسر نے کہا "لیکن جناب ! یہ یا ہیچ قسم جذبات' انسانی جذبات تو نہیں کہلا سکتے وحشیانہ جسارت ہے اور خودکشی' سر اٹھایا اور کچلا گیا۔بس قصہ ختم" (ملازم نے خوشامدانہ لہجہ سے کہا)
"بھئی ! کچھ کہا تو نہیں جاتا' اسی کوفہ میں اگرچہ سرکاری آرڈی ننس کے خوف سے ہزارہا ایسے لوگ جو اہلبیت کے ہوا خواہ تھے' بستر بوریا باندھ گھروں کو قفل لگا' شہر کا خالی کر کے فرار ہو چکے ہیں اور ان کے کوچوں' محلوں اور گھروں میں خاک اُڑتی نظر آتی ہے لیکن ع

توچہ دانی ؟ کہ دریں گرد سوارے باشد

بہر حال ایسے لوگوں کی کمی نہیں جن کے دلوں میں "جذبہ انتقام" موجود ہے" (افسر نے کہا)
اس کے جواب میں ملازم نے حیرت و استعجاب کے لہجہ میں عرض کیا: حضور! فدوی کا دل اسے قبول کرنے کو تیار نہیں ممکن ہے کوئی چوری چھپے دبک کر رہ گیا ہو' مگر "جذبہ انتقام" کی ایک ہی کہی" کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا ؟ حضور ! آپ کی جان و اقبال سلامت یہ سرکار عالی وقار کے نمک کا اثر ہے کہ آپ جیسے افسران کی موجودگی می کوءی متنفس ابوتراب (علیؑ) اور اس کے خاندان کا نام تک نہیں لے سکتا" ہاں بھئی ! حکومت کی تلوار اور اس کے اقتدار میں بہت بری قوت ہے' جلوہ و جلال ہے رعب و سیاست ہے مگر۔۔۔(افسر نے کہا)
"جناب عالی ! اس کے بعد معاف فرمانا "مگر" یعنی چہ (ملازم نے کہا) افسر: پوری دیکھ بھال کی ضرورت ہے صرف یہ کہہ دینا کہ حکومت کے اقبال کی وجہ سے اب کوئی فتنہ سر نہیں اٹھا سکتا کام خیالی ہے' بعض قومیں "جذبہ انتقام" کے ماتحت وہ وہ اقدامات کر بیٹھتی ہیں' کہ خود حکومتوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو۔جن لوگوں کا نام و نشان صفحۂ دنیا سے مٹایا جا رہا ہے ان کے مقابلہ کیلئے آسمانی طاقت کی ضرورت ہے' اچھا جایئے ! اپنی ڈیوٹی پر

مُلزم کا چالان عدالت میں

صبح سویرے مُلزم (کثیر) کی گرفتاری کے کاغذات مرتب کر کے گورنر کوفہ (ابن زیاد) کی عدالت میں مقدمہ کا چالان پیش کر دیا گیا۔ شہادت استغاثہ کے بعد عدالت نے ملزم سے استفسار کیا۔ او نابکار معلّم! بے بضاعت پدڑی! تو نے حکومت سے بغاوت کرنے کی ٹھان لی! او بدقسمت انسان بے بنیان! جس امیر کبیر (یزید) کی سلطنت وحکومت واعہ وکوہسار سے ٹکر لے رہا ہے اسی میں امن وامان اور چین سے بسر اوقات کی۔ اور پر اسی کے خلاف یہ سرکشی! او نمک حرام! تجھے گورنمنٹ کی قوت قاہرہ وسطوت جابرہ کا علم نہ تھا کیا تو نے اپنی بساط پر بھی نظر کی؟ کیا تم چھپے چھپائے مفسد رافضی اس عہد مین ابو تراب اور اس کے خاندان کی محبت کا دم بھرتے ہو؟ ارے او بداندیش! رافضی!! تم بتلا سکتے ہو؟ کہ تمہارے ساتھ ہم نوا ہم سفر ہم آہنگ وہم کیال شہر وعلاقہ میں کون کون سے آدمی ہیں۔

ملزم: حضور! نہ تو میں رافضی ہوں نہ شیعہ نہ ابو تراب اور اس کی آل واولاد کا ہوا خواہ مجھے غریب پر یہ سراسر بہتان ہے اور اقبال جرم سے انکار جناب! بیماری کی بیہوشی میں معلوم نہیں کوئی ہذیان بکا ہو۔ عدالت: ایک تعلیم یافتہ اور صاحب عقل انسان اور پھر معمولی بخار سے عذر ہذیان! لاحول ولاقوۃ کیا استغاثہ کی شہادت کی تردید اور اپنے صفائی پیش کرے گا کم از کم عدالت سنان بن انس کے بیٹے کے بیانات کو جھٹلا نہیں سکتی۔

ملزم: حضور! مجھ غریب کا یہاں پر کوئی خیر خواہ نہیں ایک گوشہ نشین معلّم ہوں یہ مجھ پر سراسر تہمت تراشی گئی ہے۔ عدالت: اچھا تو حکم سنو! عدالت کی تجویز کے مطابق کثیر معلّم کو یہ جرم بغاوت حکومت بوترابیوں کی جیل میں ٹھونس دیا جاوے۔ چنانچہ طوق وسلاسل میں جکڑے ہوئے کثیر کو جیلخانہ میں محبوس کر دیا گیا۔

✪✪✪✪✪

چوتھا باب

جیل

غریب و بے گناہ معلّم کو سپرد جیل کر دیا گیا۔ زمانہ قدیم کی خود مختار اور استبدادی حکومتیں اور ان کی سزائیں۔ العیاذ باللہ

ایک ملزم کو قیدی بنا کر اور طوق و سلاسل میں جکڑ کر ایک ایسی خوفناک جیل میں بند کر دیا گیا کہ جہاں دن کو آفتاب نہ رات کو آسمان' دنیا کی ہوا سے محروم اور خبر گیری کا یہ عالم کہ باہر سے دروازے بند نہ کوئی خبر گیر نہ حال پرساں' گویا وہ نوع بشری یا حیوانی سے متعلق ہی نہیں اندریں حالات ایک محبوس کا بجز رونے چلانے یا گھٹ گھٹ کر مرجانے کے اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے؟

کئی روز کے بھوکے پیاسے بے کس معلّم کو ایک دن جیل کی کالی کوٹھری کی ایک دراڑ سے کچھ روشنی سی نظر آئی اور زنجیروں اور بیڑیوں کی جھنکار اور بھرائی ہوئی چیخ پکار سنی۔ چنانچہ اس نے یہاں سے گرتے پڑتے عالم حیرت بے کسی میں اس روشنی تک پہنچنے کی کوشش کی۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک شخص لوہے کی وزنی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اس کے ناخن اور بال غیر معمولی طور سے بڑھ گئے ہیں۔ ایک دو غلیظ اور پھٹے سڑے چیتھڑے بدن پر سرپوش رونے چلانے کے سوا اس خوفناک تنہائی میں کوئی مشغلہ نہیں لیکن باوجود اس کے اسیر بے تقصیر کے بدن سے نہایت عمدہ خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ اے نوجوان پریشان حال! آخر تو ہے کون؟ اور کس جرم میں پکڑا گیا؟ اور کس قصور پر فتور نے تجھے اس جہنم نما مکان میں لا پھینکا؟ بخدا تیرا یہ حال زار کسی بشر سے دیکھا نہیں جاتا (معلّم نے پوچھا)

قیدی نے آہستہ سے سر اٹھایا اور کانپتے ہوئے بولا: ارے تو ایک انسان اور مجھے

ملاقات: آخر تو ہی بتلا کہ اس امتحان گاہ میں تیرا آنا کیسے ہوا اور تو اپنا تعارف مجھ سے کرسکتا ہے؟ جی ہاں میں شہر کوفہ کا ایک معلّم ہوں سردارانِ سلطنت کے بچوں کا اتالیق اور اکثر اراکین کا ذوق تحقیق نام میرا ''کثیر'' ہے اور عامر ہمدانی کا فرزند دلبند ہوں'' اب بہت جلدی اپنی حقیقت سے مطلع کر کہ تو اس قدر تباہ حال انسان کون (کثیر نے حیرت واستعجاب سے پوچھا)

قیدی: او میرے حال پر سہاں دوست صاحت جمیل دوست! میں تو خانوادۂ رسالت کے دربار میں ان کی عترتِ اطہار کے تمسک ومودت اور طرفداری امتحان دے رہا ہوں۔ نام ہے میرا مختار اور میں ابوعبیدہ ثقفی کا بیٹا ہوں (پھر رویا اور کہنے لگا) میں کوفہ کا سردار ہوں مختار ہوں مختاردارین کا طرفدار ہوں اور موجود گورنمنٹ کا باغی وغدار ہوں میں بہ جرم بغاوت عرصہ ہوا اسیر وگرفتار ہوں پس یہ ہے میرا نام اور یہ ہے الزام۔

کثیر: ''اے نوجوان فائی! کیا یہ الزام فقط الزام ہے یا اس میں کچھ حقیقت کا شائبہ بھی ہے۔ مختار: ''میرے نووارد اور تازہ انس غمخوار وغمگسار! کیا تو کوئی تفتیش کنندہ ہے؟ کیا کسی حقیقت کا حامل؟ کیا تو موجود سلطنت کا طرفدار ہے یا کوئی خدا کا بندہ اور مظلوم ومجبور انسانوں میں شامل؟

کثیر: نیکوکار مختار! سچ کہہ اور اپنے دل کی حقیقت بیان کر اور مجھے بھی اس فہرست وگوشوارہ کا عنوان سمجھ جس میں خداوند عالم نے اپنی رحمت خاصہ سے تجھے شمار فرمایا۔ مختار: دیکھ! آخر میں بھی اسی محبت آلِ رسولؐ کے ناقابلِ عفو جرم میں گرفتار ہو کر تیرے پاس پہنچا ہوں تو کوفہ کا درا تھا لیکن آج حب ابوتراب میں اسیر وخاکسار ہے میں بھی قبیلہ بنی ہمدان کی انگشتری کا قیمتی نگینہ ہوں لیکن تیرے پاس اسی جرم کی پاداش میں غریب وبدنصیب ہو کر حکومت جابرہ کے زندانِ مہیب میں داخل ہوا ہوں اُف! اے سلطنت ظالم وکثیر کے اسیر کثیر دلگیر میں ہوں مختار کہ جذبۂ انتقام کے بحر بے

کنار میں مستغرق و سرشار ہو کر عزم بالجزم کر چکا ہوں کہ قاتلانِ آلِ رسولؐ سے الجھ کر اپنے جذبہ ایمان خود بھی امتحان کروں اور مَن یَشْرِیْ وَاَنَا ابْنُ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ کی تفسیر و زندہ تصویر بن جاؤں لیکن آہ! میری یہ تمنا شاید تن ضعیف کے ساتھ ہی سینہ پر حسرت و ارمان میں دفن ہو جائے (آہ سرد بھر کر) منزل ہے اور طویل منزل مور ضعیف کا مقابلہ بلند تریں کہسارے کے ساتھ کثیر! تیرا اثر و رسوخ بعض سردا انِ بنی امیہ سے کہ تو ان کے بچوں کا معلّم ہے بہت ممکن ہے تجھے جیل سے نجات دلائے لیکن مختار ایسی نامی گرامی باغی سلطنت کا رہائی پانا محال و غیر ممکن اور جب تک زندان کی چار دیواری سے نہ نکلوں ۔ ارادے محض ارادے اور عزم ناکام عزم (مختار نے حسرت سے کہا)

یہ سُن کر کثیر ہمدانی امیر و اسیر مختار سے بغلگیر ہو کر دیا اور اس کا سر زانو پر رکھ کر محبت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

مختار: غم نہ کھا ہر ایک منزل ختم ہونے والی ہے ہر ابتدا کی انتہا ہے ۔

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید
ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور

دیکھ! تو عنقریب اپنی مراد کو پہنچے گا خود خدائے بے کساں تیری نصرت فرمائے گا۔ تو جن کی محبت کے جُرم میں مصائب و شدائد کا شکار ہوا انہی کی کرامت تیری اعانت و استمداد کو پہنچے گی اور وہ بہت قریب ہے 'انشاء اللہ تعالےٰ' وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ نہ تو میرا اثر و سوخ میری گرفتاری میں کام آیا اور نہ ہی کسی امداد کی توقع ہے۔ میرا اس جیل میں آ کر تجھ سے ملاقات کرنا گویا مظلوم آلِ محمد کا پہلا معجزہ ہے۔

تا بہ بینم چہ از پردہ بروں مے آید

"مختار! مختار کائنات کی عترت و اولاد پر یہ جور و جفا اور بے داد! اور ان کے سچے لیواؤں کا یہ جذبہ جہاد سبحان اللہ! لیکن صرف جیل کی ناقابلِ برداشت مصیبتوں پر شکایت؟

لاحول ولاقوۃ 'مختار! تونے وہ کیفیت نہیں دیکھی جو میری آنکھوں نے ملاحظہ کی۔ ابنِ زیاد گورنر کوفہ کے حکم سے کتنے ہی دوستدارانِ اہلبیتؑ اور قوم کے سردار دار پر کھینچے گئے تو تو جیل میں تھا کتنی جانیں محبت آلِ محمدؐ کے الزام میں فدا ہوئیں کتنے فدائیان آلِ امجاد بے خانماں برباد ہوئے؟ تجھے کیا خبر؟ محمدؐ کے گھرانے کے کتنے فدائی اور نام لیوائے گھر ہوئے۔ کون ہے؟ جو متقل گھروں کی بے کسی و اُداسی کا پیغام پُر آلام بصورت بگولہ در و دیوار مدینہ تک پہنچائے؟ مور ضعیف و نحیف؟ توبہ توبہ!! حق وحقانیت کی چنگاریاں باطل کے پاروں کی جلا کر خاکستر نہ کردیں؟ سن مختار! جہاں تک علم شریعت و عرفان کا تعلق ہے اس کی بنا پر میں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ تیری رہائی کے دن قریب آئے۔ اور ان ارادوں 'پاکساور مبارک ارادوں کا سمندر جو تیرے سینہ بے کینہ میں موج زن ہے ایک ایسا طوفان پیدا کرے گا کہ ظلم وجور کی موجودہ دنیا فنا وغرق ہو کر رہ جائے گی۔ گم نہ کھا مختار! تو عنقریب عراق کا حاکم ہوگا اور مکہ معظمہ کے دروازہ پر علم نصب کرے گا۔"

✪✪✪✪✪

پانچواں باب

رہائی

معلّم (کثیر) کی بیوی نے شام کے بعد بہت انتظار کیا لیکن اس کا شوہر گھر نہ آیا۔ آخر کار اس کی گھبراہٹ زیادہ ہوگئی۔ اسے زیادہ فکر یہ تھی کہ کثیر بیمار ہے ممکن ہے ضعف میں زیادتی ہوگئی ہو اور وہ گھر پہنچنے کی تاب نہ لا سکا ہو لیکن اب تو سوائے اضطراب اور کوئی چارہ کار نہیں ہے رات بہت گذر چکی تھی۔ گھروں والے عیش و اطمینان سے نیند کے مزے لوٹ رہے تھے۔ اور معلّم کثیر کی بی بی شب ہجراں میں انگاروں پر لوٹ رہی تھی کہ اس کے ہمسایہ سے ایک عورت نے آواز اور دروازے کو دستک دی۔

زنِ کثیر نے جلد سے دروازہ کھولا اور اس عورت کو اپنے پاس بٹھایا۔ اس نے آہستہ سے کہا کہ بہن! تیرا شوہر کہاں ہے؟ بہن! کیا بتاؤں کئی دنوں سے بیمار تھا اب کچھ افاقہ ہوا تو مکتب میں چلا گیا لیکن میں خود سخت گھبرا رہی ہوں کہ اب تک آدھی رات گئے بھی واپس نہیں لوٹا خدا خیر کرے" (بیوی نے کہا)

"خدا جھوٹ کی تہمت سے ہر کس و ناکس کو بچائے' سچ جھوٹ بگردن راوی سنا ہے کہ ایک طالب علم نے تیرے میاں پر رافضی ہونے کی تہمت لگادی اور لوگوں نے اسے پولیس کے حوالے کرادیا ہے"۔ بہن سنی سنائی بات ہے معلّم نہیں سچ ہے یا جھوٹ مگر میں سمجھتی ہوں کہ پکڑ دھکڑ کے دن ہیں کیا عجب کہ یہ سچ ہو" عورت نے کہا۔

زوجہ کثیر پر اس خبر وحشت اثر نے بجلی کا سا اثر کیا اور وہ اسی وقت گھبرائی ہوئی "بستان" کے ہاں روتی چلاتی پہنچی یہ "بستان" کثیر کا بھتیجی تھی اور عبیداللہ ابن زیاد کے لڑکوں بالوں کی نگہداشت پر مامور اور دایہ خاص تھی۔ اس نے اپنے چچی سے کہا کہ فکر مت

کر صبح ہونے دے اور اس معاملہ کی تصدیق کرنے کے بعد میں اس کا تدارک کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کروں گی۔

لیکن بستان اپنی چچی سے بھی زیادہ گھبرا گئی اس لئے کہ اسے اپنے چچا (کثیر) کے ساتھ بے حد انس والفت تھی۔ صبح سویرے وقوعہ کی عام تصدیق کی گئی معلوم ہوا کہ کثیر کی گرفتاری اور سزایابی کا شہر کوفہ میں عام چرچا ہو رہا ہے' پس بستان روتی پیٹتی ابن زیاد کے گھر میں داخل ہوئی۔ گورنر کی بیوی نے جب اسے نوحہ کناں وچاک گریبان دیکھا تو پوچھا کہ اے ہماری دایہ! یہ تیرا حال ایسا کیوں ہے؟

''مخدومۂ ملک! میں انصاف چاہتی ہوں! شیعانِ علیؓ برابر پکڑے جا رہے ہیں۔ دن رات گرفتاریاں ہو رہی ہیں' پھانسیوں پر لٹکائے جا رہے ہیں' تلوار کے گھاٹ اُتر رہے ہیں جیلیں بھرپور ہو رہی ہیں لیکن مخدومہ جی ہم لوگوں کو کیا؟ جو صرف آپ ہی کے گھروں کے نمک خوار اور خدمتگار ہیں بی بی جی غضب خدا کا' سنان بن انس کے ایک لڑکے کی تہمت پر کہ اسے اپنے استاد کے ساتھ کینہ تھا میرے پیارے چچا کثیر کو بھی رافضی ہونے کا الزام تھوپ کر قید کر دیا گیا ہے۔ مخدومہ! اگر اسے رہائی نہ دی گئی تو میں اسی شاہی محل میں جان دے دوں گی۔'' بستان نے کہا۔ اچھا تو دایہ مجھے اتنا یقین دلا دے کہ تیرا چچا ابوتراب یا حسنؓ حسینؓ کا رافضی اور طرفدار تو نہیں ہے؟ بھن میں سفارش تو ضرور کروں گی لیکن یہ جرم تو معافی کے قابل ہے ہی نہیں آج کل سرکار اپنے بادشاہی کے مضبوط کرنے میں لگی ہوئی ہے'' (گورنر کی بیوی نے تحکمانہ لہجہ میں کہا)

''بستان'' نے بہت یقین دلایا کہ چچا (کثیر) ہرگز حکومت حقہ کا باغی نہیں اور میں اس حلف اٹھاتی ہوں وہ بے گناہ غریب طبع اور پرہیزگار انسان ہے' غرض ابن زیاد کی بیوی نے وعدہ کیا اور تسلی دی کہ وہ معلم کو رہائی دلانے میں ضرور کامیاب ہوگی جا اور اپنی چچی کو اطمینان دلا صرف آج رات کا انتظار کرو۔

بستان دایہ کو گئے ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ عبیداللہ بن زیاد اپنے محل (گورنر ہاؤس) میں داخل ہوا تو کر چاکر اور کنیزیں حاضر ہو گئیں اور تناول کے بعد بستر استرحت پر لیٹ گیا۔ ابن زیاد کی بیوی نے باتوں ہی باتوں میں کہہ دیا کہ ہاں سرکار! مجھے یاد آیا وہ معلّم کا قصہ کیا ہے سنا ہے کہ سرکار نے اسے قید کر کے کال کوٹھڑی میں بھیجدیا ہے۔ اوتھہ 'معلّم' وہ تو ایک خطرناک فتنہ ثابت ہوا'' ابن زیاد نے کہا' اس پر بی بی بولی۔ ارے فتنہ! کیا اس نے حکومت سے بغاوت کی؟ ابن زیاد بولا کہ بغاوت! وہ مردود تو چھپا چھپا رافضی نکلا۔ اور شہادتوں سے پایا گیا کہ اس کافر نے بادشاہِ اسلام حضرت یزیداور تمام اراکینِ سلطنت پر لعنت کی معاذاللہ اور اس پر ستزادیہ کہ ابوتراب (علیؓ) اور اس کی اولاد وغیرہ پر درود بھیجتا پکڑا گیا

بیوی: سچ! مگر میں سمجھتی ہوں کہ یہ سراسر بہتان ہے کیونکہ اس معلّم کے خاندان سے واقف ہوں۔ اچھا تو کیا اس کے خاندان والوں کے ہاں آیا جایا کرتی ہے'' ابن زیاد نے غصہ کے لہجہ میں کہا۔ بیوی نے بہت جلدی اپنے شوہر کی پیشانی پر بوسہ دیا' پاؤں پکڑے اور کھل کرہنسی!! گویا خاوند کا جی بہلا رہی۔ اور کہنے لگی

''میرے پیارے شوہر! میری جوتی کسی کے ہاں آئے جائے'' میاں اصل قصہ تو یہ ہے کہ بستان دائی کو تو آپ جانتے ہی ہیں یہ لڑکی معلّم کی سگی بھتیجی ہے اور عرصہ سے ہمارے گھر میں رہتی سہتی ہے اطوار و عادات اور خیالات سے گھرانوں کا طور طریقہ معلوم کیا جا سکتا ہے اس کے ساتھ معلّم کی بیوی بھی اکثر آیا کرتی ہے جہاں تک عقل کام دیتی ہے یہ لوگ نہ تو اراکینِ سلطنت کے مخالف ہیں نہ حضرت یزید سے متنفر اور ن ہی کبھی اشارہ کنایہ سے ان کی محبت اولادِ رسول سے مترشح ہوئی اور توبہ استغفار ان کا مرد یعنی معلّم آلِ نبی پر درود بھیجنے کی جسارت کر سکتا ہے بھلا وہ ایسا مردود کہاں؟ کہ اُٹھ کر اس مبارک زمانہ اور مقدس عہد یزید میں ہاشمیوں پر درود بھیجنا شروع کردے۔ لاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ

ابنِ زیاد: اصل یہ ہے کہ تم عورتوں کا بھی کوئی مذہب نہیں ہوتا اور ہاں تم ناقص العقل تو مشہور ہو۔ اری کن بچی! تجھے تو فریب دیا گیا یہ مقدمہ تو عدالت میں علیٰ رؤس الاشہاد سماعت میں آیا۔ لوگوں نے عینی شہادتیں اور حلفی بیان دیئے تو کیا ہم اور ہمارا عملے کا عملہ ہی احمق ہو گیا اور تو اور تیری ہمجولیاں عقلمند او نہہ دیکھیں تو قدرت کے کھیل ہیں کہ زنانِ ضعیف الدماغ ہمیں بودم بے دال بنا رہی ہیں'' اچھا صاحب! بستان بھی فریب کاری کر رہی ہے؟ کیا وہ کایاں عورت ہے آپ سے سنا جا رہا ہے کہ فریبین عورت ہے نہ صاحب میں نہ مانوں گی وہ بچپن سے یہاں رہی مگر آج تک اس کا کوئی فریب دیکھنے سننے میں نہ آیا (ابنِ زیاد کی بیوی نے کہا)

نہایت غیظ وغضب سے'دیکھ! اب مجھے ارام کرنے دے اور زیادہ مغز نہ چاٹ کیونکہ ثابت ہو جانے پر میں کسی رافضی کیلئے سفارش سننے کو تیار نہیں ہوں اور تیری باتوں سے صاف اور صریح پایا جاتا ہے کہ تو معلّم کی سفارش کرے گی۔ دیکھ! یہ میرا حلف سمجھ کہ اگر میں معلّم کو رہائی دوں تو ولدالحرام ٹھیروں بس اب اس ذکر کو چھوڑ ورنہ معلّم کے ساتھ تو بھی سزا کی مستوجب ہو گی۔'' ابنِ زیاد نے کہا

اس آخر فتوے سے ابنِ زیاد کی بیوی خاموش ہو گئی لیکن اسے زیادہ پریشانی کا موجب یہ امر ہو کہ صبح بستان کو کیا منہ دکھائے گی؟ ندامت وخجالت کی صبح اسے تیرہ و تار نظر آنے لگی آخر کار اس نے کچھ سوچا اور چپکے سے ہچکیاں لینی شروع کر دیں اور وہ بھی اس طریقہ سے اور اس برے طور سے کہ ابنِ زیاد جو ابھی کچھ کچی نیند میں تھا۔ بلبلا اُٹھا۔

اری تجھے کیا ہو گیا؟ آنکھیں تو کھولو آخر ہو کیا کہ آناً فاناً تیری حالت دگرگوں ہو گئی ہے (باریک آواز سے) کچھ نہیں بس اب مجھے خدا کے سپرد کرو اور میرے گناہ معاف فرماؤ (پھر سانس اُکھڑ گئی) اب تو ابنِ زیاد بسترِ استراحت سے اُٹھا اور سراسیمگی کی حالت

میں رنج والم کے انگاروں پر لوٹنے لگا۔ بیوی! اگر تجھے کوئی حاجت ہو تو بیان کر کہ میں اسے پورا کروں نہایت بے چین ہو کر بولا (چلا کر) چپ رہ ابن زیاد! کہ میری حالق سے باتیں ہو رہی ہیں (آنکھیں آسمان کی طرف کر کے) ہاں ہاں میں آپ کا حکم سنا جی ہاں بہت اچھا! مگر ان طوفانوں سے پہلے اپنی لونڈی کو دنیا سے اُٹھالینا

اب ابن زیاد زیادہ گھبر گیا' خادمہ کو بلوایا گیا: وہ حاضر ہو گئی۔ مشک گلاب کے لخلخے اور عطریات کی بارش شروع ہو گئی۔ بی بی کا منہ دھو یا دھلایا اور وہ اِنَّا لِلّٰہِ پڑھتی ہوئی ہوش میں آئی۔ ہائیں! میں کہاں؟ کیا یہ گورنر ہوس ہے؟ ارے میں کس قصر معلے میں تھی؟ استغفار! کیا ہی عمدہ مگر کچھ خوفناک منظر تھا ذرا دیکھئے تو؟ کہ میں سر سے پاؤں تک پسینہ ہو رہی ہوں۔ (بیوی نے کہا)

ابن زیاد: آخر تو نے دیکھا کیا؟ بتلا تو سہی' واللہ! تو نے آن واحد میں ہمیں حشر کا نقشہ دکھا دیا۔ نہیں بتاؤں گی' اور نہ ہی وہ سین بتانے کے قابل ہے اور تم اس کے سننے کے متحمل نہ ہو گے دیکھے میں جو دیکھا سو دیکھا اب تم بتاؤ! کہ اپنے بیوی کا کہا مانو گے یا نہیں؟ اگر نہ مانوں گے تو تمہارے لئے ایک ایسا خوفناک طوفان تیار ہو رہا ہے جس کی تاب نہ لا سکو گے۔

اے عالی ظرف وہ عالیقدر شوہر میں دنیا وآخرت میں تمہاری رفیق و خیر خواہ ہوں مجھ پر کھل گیا کہ معلم کشیر بے گناہ ہے اور ہر حال میں دشمنوں کی شرارت او شازش سے اس پر شیعہ ہونے کا الزام و بہتان ترشا گیا ہے کیا میری سفارش اور التجا سے اور میرے یقین دلانے سے بھی اُسے رہا نہ کرو گے؟

ابن زیاد نے سر جھکا لیا اور ایک لمحہ توقف کر کے بولا: اے رفیقہ حیات! میں نے تیری سفارش کو قابل پذیرائی سمجھا اور معلم کو رہا کیا پس صبح ہونے دے اور بستان دایہ کو اس کی بابت خوشخبری دے۔ ابن زیاد کی بیوی نے جب یہ عہد سنا نہایت مسرور ہوئی اور اپنے

وعدہ کی سرخرائی پر دل ہی دل میں فخر کرنے لگی۔ ابنِ زیاد اپنے بستر پر اطمینان سے لیٹ گیا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ عورتیں بھی ایک طوفان مجسم ہوتی ہیں۔

صبح سویرے جب آفتاب عالم تاب طلوع ہوا اور ابنِ زیاد حسب معمول بہت دیر کر کے خواب استراحت سے بیدا ہوا تو اس کی زوجہ نے کورنشات کے بعد عرض کیا: حضور! اس معلّم کے متعلق کوئی رائے قرار پائی؟ "ارے قرار پانا چہ معنی؟ جب وعدہ کر بیٹھا تو ہر حال میں معلّم کو رہا ہی کرنا ہوگا" ابنِ زیاد نے کہا

بیوی کو تو صبح سویرے بستان کا انتظار ہے لہذا خاوند پر زور دیا کہ اپنا وعدہ جلدی وفا کرنا لازم ہے۔ بہرحال ابنِ زیاد نے اپنے دربان خصوصی کو حکم دیا کہ وہ افسر جیل خانہ سے کہہ دے کہ کثیر بن عامر ہمدانی کو ابھی جیل سے رہائی دے دے چنانچہ دربان نے حکم کی تعمیل کی یعنی ابنِ زیاد کا حکم افسرِ زندان تک پہنچا دیا۔ معلّم و مختار نے نماز صبح کے بعد اپنے اپنے خیالات کے چربے اُتارنے شروع کر دیئے۔ یہ ضروری ہے کہ تو جلد رہا ہو جائے "(مختار نے کہا) اور تم جیل میں اسی طرح گھل گھل کر جان دے دو گے؟ کثیر! میرا جیل میں رہنا اور تمہارا جیل سے نکل جانا ایک خاص حکمت خداوندی کا کرشمہ ہے جس ہر کہ و مہ نہیں سمجھ سکتا" (مختار نے کہا) ابھی یہ باتیں ان دونوں اسیرانِ جفا و گرفتارانِ بلا کے درمیان ہو رہی تھیں کہ باہر سے آواز آئی۔ اے معلّم! تجھے بشارت ہو کہ جیل سے رہا ہوا۔ پس دیر نہ کر اور بہت جلد تیار ہو کہ سرکاری حکم یونہی ہے" مختار نے چاہا کہ اچھل کر کثیر سے بغلگیر ہو لیکن طوق و سلاسل نے ضعف کا ساتھ دیا اور کہا: کیوں کثیر! میں نے نہ کہا تھا؟ کہ مجھے تیری رہائی اور اپنی آخر کا ظفر مندی کے پیغام موصول ہو رہے ہیں۔

کثیر (معلّم) نے آبدیدہ ہو کر مختار سے کہا کہ مجھے یہ فرقت بہت شاق ہے لیکن آپ کوئی حاجت بیان کریں۔ جسے جیل سے باہر جا کر پورا کیا جائے؟ ہاں ہاں! خوب! اے کثیر! مجھے ایک اور صرف ایک حاجت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی

تمہارا فرض ہے کہ اسے پورا کرو۔ یعنی ایک کاغذ سفید اور ایک قلم اور ایک دوات اگر یہ چیزیں میرے ہاتھ آجائیں تو گویا میری پہلی منزل طے ہوئی۔ مختار نے التجائیہ رنگ میں کہا۔ ارے ابن عامر! نکلو بہت جلد نکلو! کہ سرکاری حکم یہی ہے دربان کی آوازیں۔

آخرکار معلّم هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ کہتے ہوئے مختار سے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لے کر جیل سے باہر آیا اور افسر جیل سے عاجزانہ گذارش کی کہ۔

گورنر عراق کا دربان مجھے بہت جلد جیل سے باہر نکال کر دربار میں لئے جارہا ہے لہذا صرف زبانی شکریہ قبول فرمایئے! انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ کی خدمت میں عنقریب حاضر ہوں گا (معلّم نے کہا)۔

غرض رہا شدہ قیدی کو ہمراہ لاکر دربان نے ابن زیاد کے پیش کیا۔

جونہی ابن زیاد نے معلّم کی طرف دیکھا کثیر کے ایمان میں ایک جوشیلا طوفان پیدا ہوا اور اسے سلام تک کرنے سے روک دیا۔

اے کثیر! مغرور معلّم! شاید تجھے معلوم نہیں کہ تمہاری رہائی کیونکر عمل میں آئی؟ لیکن جس طرح بھی ہو ہم نے تمہاری غربت پر ترس کھایا اور تمہارے گناہ کو بخشا حالانکہ یہ وہ گناہ ہے جو قابلِ بخشش نہیں سن اور گوش ہوش سے سن کہ آئندہ اس جرام کا ارتکاب مت کیجیو۔ حکومت ہے بنی امیہ کی اور اس کی وسعت جاہ وجلالت اور حشمت وسطوت سے تم خود بھی آگاہ ہو پھر یوں خودکشی کا مرتکب ہونا کس قدر جہالت اور ناعاقبت اندیشی ہے؟" ابن زیاد نے برسر دربار کثیر سے فہمائش کی۔

کثیر نے جواباً کہا کہ "وہ الزام جو اس غریب بے نصیب پر لگایا گیا سراسر غلط تہمت اور افترا بھلا ہو سکتا ہے؟ کہ یہ کثیر علیؑ اور اس کی آل اولاد کی محبت کا اسیر ہو چونکہ ایک طالب علم کی جسارت بلکہ شرارت کا نتیجہ یہاں تک نکلا کہ ایک حادثہ کی کہانی بن گئی۔ پس میں عمر بھر معلّمی کا نام نہ لوں گا۔ البتہ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ کے حکم کو پورا کرنے کے

بعد عمر بھر گوشہ نشینی میں گذاروں گا" (معلّم نے عرض کیا)

ابنِ زیاد: معلّم! تمہاری حالت قابلِ رحم ہے مگر یُوفُونَ بِالنَّذرِ کا کیا مطلب؟

کثیر: سرکار! قیدخانہ میں قیدیوں کو کھانا پہنچانا اور بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنا اور مدینہ منورہ کی زیارت بس یہ میری منتیں ہیں خدا کرے یہ پوری ہو جائیں۔

ابنِ زیاد: تو کیا اتنی جلدی اس قدر منتیں مان چکے؟

کثیر: اے جناب! بچوں کو تعلیم دینے والوں کی آخر بساط ہی کیا؟ لاحول ولاقوۃ کیاں مکتب کہاں جیل خانہ؟ ہم لوگ تو قید کے نام سے ہی خوفزدہ ہو جاتے ہیں اسلئے جلدی میں کئی منتیں مان ڈالیں۔ تو کیا اب چاہتا کیا ہے؟ (ابنِ زیاد نے پوچھا)

معلّم نے بطور سائل عرض کیا: اس غریب کو اجازت دی جائے تاکہ حسب منت قیدخانہ کے اسیروں میں کھانا پہنچا سکوں۔

ابنِ زیاد نے کثیر کی درخواست کو منظور کر کے اُسے جیل میں کھانا پہنچانے کے اجازت دے دی۔ دربارِ گورنر سے نکل کر کثیر ہمدانی سیدا اپنے مکان پر پہنچا اس نے بستان کو طلب کر کے اس کا بہت شکریہ ادا کیا اور کہا بیٹی! تو نے اس سلسلہ میں جو پارٹ ادا کیا ہے اس صلہ خداوند عالم کے دربار سے مل سکتا ہے دیکھ میری عزیز بچی یہ پہلی منزل ہے مومن کیلئے جو اہلبیتِ رسول اللہؐ کے دربارِ پُر انوار میں اپنے دین و خلوص کا امتحان دے رہا ہو۔

چھٹا باب

قلم دوات

چپ چاپ سیدھا جیل کی طرف سدھارا اور اردلی کی معرفت داروغہ جیل سے ایک الگ مکان میں ملاقات کی۔ ''کشیر تم کو مبارک ہو کہ کسی نہ کسی طرح رہا ہو گیا۔ بھئی! ہم سمجھتے ہیں کہ اس ناتوانی میں ابھی زندہ ہے 'تیرا نام رہا جائے گا''۔ داروغہ نے کہا کشیر نے نہایت منکسر مزاجی سے عرض کیا کہ ''داروغہ صاحب! کیا ہی اچھا ہو کہ میری موت سے نام والوں کا نام زندہ رہے۔

''ابے یہ کیا کہا؟ کون نام والے؟'' (ہلکا سا تبسم کر کے) ''ارے پھر جیل کی ارزو ہے؟ خدا کیلئے حقیقت حال بیان کرو اور یہاں سے چلے جاؤ۔'' کشیر: داروغہ صاحب! آپ کے بشرے سے سعادت اور مروت اور جبین سے ایک خاص الخاص حقیقت آشکارا ہوتی ہے اس لئے جسارۃً یا بے اختیار ایک فقرہ منہ سے نکل گیا اور اسی قسم کے ایک فقرہ نے مجھے جیل تک پہنچایا۔ للہ مجھے معاف فرمائیں اور میں ایک تو جناب کی خدمت کرنا چاہتا ہوں دوسرے مجھے ایک راز کی بات کہنا ہے۔

داروغہ: کشیر! میں سمجھ گیا اور حقیقت سے آگاہ ہوا' زبان پر قابو رکھو اور اپنے مافی الضمیر کو کہیں بھی ظاہر مت ہونے دو' کیونکہ ''دیوار ہم گو دارد'' اب وقت سرگوشیوں کا نہیں مناسب یہ ہے کہ ایک پہر رات گئے چپکے سے میرے مکان میں چلے آؤ' اور وہ بھی یوں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو' خلوت ہوگی اور نہایت اطمینان سے بات چیت ہو سکے گی 'اتنا کہا اور داروغہ صاحب اُٹھ کر باہر چلے گئے اور ایک ساعت کے بعد کشیر معلّم واپس شہر کو لوٹ آیا۔

دن بھر شہر کوفہ کے مردمان سے ملتا جلتا اور جیل خانے کے حالات سناتا پھرا' شام کے بعد گھر میں آیا اور تناولِ طعام سے فارغ ہو کر رات کو جنگل میں نفل گذارنے' کے بہانہ سے نکلا اور جیل خانہ سے کچھ فاصلہ پر داروغہ کے مکان میں داخل ہوا۔

داروغہ پہلے ہی انتظار میں تھا' خلوت تھی اب پورے اطمینان اور آزادی سے گفتگو شروع ہوئی۔

داروغہ نے سبقت کرتے ہوئے معلّم سے کہا کہ دیکھو! ہماری پوزیشن ملازمت کی ہے ہر حال میں اپنا فرض منصبی انجام دینا ہوتا ہے اور ضمیر کو تو علام الغیوب جانتا ہے ہم کسی قیدی سے خاص رعایت کر کے شک وشبہ کا دروازہ کھولنا نہیں چاہتے اگر تم کو کوئی جائز حاجت ہو تو کھلے بندوں مجھ سے بیان کرو۔

کثیر (ذرا تامل کے بعد) تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ (تین بار کہہ کر) داروغہ صاحب ! میں قلیک وقت جیل میں رہا آپ نے مجھے پر یہ نوازش فرمائی کہ کسی دوسرے قیدی سے ملنے اور بات چیت کرنے میں آپ مزاحم نہ ہوئے میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور درخواست یہ ہے کہ قید خانہ میں اسیرانِ بلا کیلئے کھانا بھیجنا ہے اگر اجازت ہو تو۔ (خاموش ہو گیا) داروغہ: "نہیں نہیں! کثیر تم خوف مت کرو اور آزادی سے بات کہو رک کیوں گئے۔

کثیر: گورنر صاحب (ابنِ زیاد) کی طرف سے قیدیوں کو کھانا بھجوانے کی اجازت لے چکا ہوں اب ضرورت ہے کہ اس کھانے کے برتنوں اور دسترخوان میں جس طرح بھی ہو سکے "قلم دوات اور کاغذ" پہنچا دوں" داروغہ نے نہایت غور اور ہمدردی کے لہجہ میں ہم کلام ہو کر دریافت کیا کہ کثیر! کھانا بھیجنا تو خیر درست اور بجا' لیکن کاغذ' قلم' دوات کا اندر بھیجنا چہ معنی چہ دارد؟

کثیر: بخدا! میں آپ کو نورِ خدا کی طفیل سے اپنے لئے دلیل راہ جہاد سمجھتا' تو میری زبان بندی تھی تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ (تین بار کہا) سرکا غریب نواز! جیل

کے ایک قیدی نے فی سبیل اللہ درخواست کی ہے کہ اسے قلم، دوات اور کاغذ روانہ کروں۔ داروغہ: "سنو! کثیر میں ہر ایک چیز اندر بھجوادوں گا لیکن ان چیزوں کا نہایت ہی قرینے سے چھپا کر رکھنا تمہارا اپنا کام ہے، میں تاکید کرتا ہوں کہ اس راز سربستہ کو ہرگز ہرگز کسی پر ظاہر نہ ہونے دینا۔

اے اللہ، عا عا عا، ایک کونہ سے آواز" ہائیں! یہ کون؟ کثیر نے کانپتے ہوئے کہا "حوصلہ کرو فکر مند نہ ہو اس طرف ایک کونہ میں میرا لڑکا سورہا ہے۔ کثیر! اگرچہ ابن زیاد مجھ پر بہت اعتماد ظاہر کرتا ہے لیکن اس کی نظروں میں، میں بھی مشکوک و مشتبہ ہوں، یہاں جیل کے ملازم جو بظاہر میرے ماتحت ہیں وہ در پردہ میری نگرانی کرتے ہیں اور میں ہر وقت چوکنا رہتا ہوں بہر حال دو تین روز کے بعد کھانا لے آئیو۔" رات بہت زیادہ چلی گئی تھی، کثیر رخصت ہوا اور داروغہ جیل بھی اپنے بستر پر سو گیا۔

ساتواں باب

مخبری

داروغہ جیل:

دراصل داروغہ جیل چھپا چھپا آلِ محمد کا طرفدار تھا' مگر ان دنوں یہ جرم ایسا قابلِ گردن زدنی تھا کہ اس کی اپیل نہ مرافع' اور نہ ہی درخواست رحم کے قابل اس لئے ایسے امور ہزارہا احتیاط کے محتاج تھے۔ بدقسمتی سے داروغہ کی قسمت میں اولادِ نرینہ نہ تھی سو اتفاق ہی کہئے! امرتا کیا نہ کرتا نہر کے کنارے پر ایک حرامی بچہ اُسے مل گیا۔ داروغہ کی بے تکلف گفتگو جو آج رات ہوئی یہ حرامی لڑکا سنتا رہا لیکن ان صاحان نے اُسے سویا ہوا سمجھا۔

صبح سویرے اٹھا اور ناشتہ کر کے چپ چاپ ابنِ زیاد کی کچہری میں چلا آیا' ابنِ زیاد نے جب کھڑے سے ایک طرف داروغہ جیل کے لڑکے کو کھڑے دیکھا تو اس پر سوال کیا'' کیوں بیٹا؟ خریت سے آئے۔ داروغہ جی کیا کیا حال ہے؟

''حضور کریت کیسی؟ فدوی ایک نہایت اور اہم معاملہ کے متعلق کچھ عرض کرنے حاضر دربا ہوا ہے مگر ذرا خلوت درکار ہے۔'' ابنِ زیاد یہ سن کر فوراً کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور کچہری کے علیحدہ کمرے میں اس لڑکے کو لے گیا۔

''حضور! آپ کثیر معلّم کو تو جانتے ہی ہیں' یہ پکا رافضی ہے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ میرا باپ (داروغہ) بھی اس کا ہم نوا ہے شب گذشتہ تمام رات میرا باپ اور کثیر ہمارے سکونتی مکان میں عجیب وغریت کرتے اور سرگوشیاں کرتے رہے۔ فدوی کچھ فاصلے پر لیٹا ہوا ان کی چہ میگوئیاں سنتا رہا' البتہ بعض دو باتیں جو انہوں نے بہت آہستہ

سے کیں میں نہ سمجھ سکا۔ کثیر معلّم غالباً کل یا پرسوں قیدیوں کیلئے کھانا بھجوانے والے ہے اس کے متعلق یہ طے ہوا ہے کہ دسترخوان میں کاغذ، قلم، دوات بھیجی جائے اور یہ سب ایک مشہور باغی اور انقلابی قیدی مختار کی خاطر ہے۔

''حضور! یہ ایک خوفناک شازش ہے، جس کا انجام حکومت کیلئے اچھا نہیں۔ عالیجاہ! میں اس وقت اپنے باپ کی شکایت کر رہا ہوں لیکن حکومت کی طرفداری اور ملک وملت کی خیر خواہی کے پیش نظر یہ امرِ عظیم ہے کہ اطلاع پا کر پھر خاموشی اختیار کروں۔ سرکار! یہ فدوی گورنمنٹ کا غدار نہیں ہے لہذا خطرہ کے پیش نظر مناسب عرض کیا گیا۔

ابن زیاد نے مخبر کا بیان نہایت ہمدردی سے سنا اور کہا: شاباش! تو نے حکومت کو بروقت اطلاع دے دی۔ اب اس کی تلافی بھی تیرے ہی سپرد ہے نیز تیرا فرض ہے کہ نبی قیدیوں کا کھانا جیل کے دروازہ پر پہنچے فوراً ہمیں اطلاع دو اور اس میں ذرہ بھر پس وپیش نہ ہو۔ بصورت صحیح مخبری تم سند اور انعام کے مستحق ہو گے۔''

لڑکا اتنی مخبری کر کے خوشی خوشی واپس چلا آیا، ادھر معلّم کثیر نے دو دن میں ادائے نذر یعنی قیدخانہ میں روٹیاں بھیجنے کا سامان فراہم کیا اور دو تین آدمیوں کے سروں پر اٹھوا کر تیسرے دن وقتِ معین پر جیل خانہ کے دروازے پر آموجود ہوا۔

داروغہ نے جب کثیر کو مع آدمیوں کے دیکھا بسرعت تمام دروازے پر آیا اور اپنی صفائی جتلانے کی خاطر چند ملازمانِ جیل کو بلوا کر ان سے کہنے لگا کہ چند روز سے یہ غریب معلّم رہا ہوا ہے اور اس نے منت مان رکھی ہے کہ قیدیوں کو ایک وقت کا کھانا پہنچائے۔ اگرچہ گورنر صاحب سے زبانی منظوری ہو چکی ہے لیکن میں آپ سب کی رائے طلب کرتا ہوں اگر آپ سے صاحبان متفق ہوں تو یہ سامان اندر بھیج دیا جائے۔

سوچ بچار ہو رہی ہے داروغۂ جیل اور دیگر ملازمان سرکاری موجود روٹیوں کے

طشت اور کھانے کے برتن سامنے رکھے ہیں' اور یہ بھی واضح رہے کہ کثیر نے نہایت چالاکی اور راز داری سے کاغذ اور قلم و دوات کو بھی ان میں رکھ دیا ہے۔ سر دست داروغہ جیل دیگر ملازمان سے ایک رسمی استصواب کر رہے ہیں۔ البتہ اشاروں ہی سے یہ معلوم کر چکے ہیں کہ سامان قرطاس طشتریوں میں چھپا کر رکھ دیا گیا ہے۔

فوری اطلاع

داروغہ کا لڑکا تو تاک میں تھا ہی چپکے سے فرار ہو گیا اور ابن زیاد (گورنر) کے دربار میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ "حضور! معلّم قیدیوں کیلئے روٹیوں کے بڑے بڑے تھال لے کر جیل کے دروازہ پر موجود ہے اگر جلدی سے ملاحظہ فرمائیں گے تو فدوی کی مخبری کو پوری تصدیق ہو جائے گی۔ میں یقین کامل کے ساتھ جناب کے گوش گزار کرتا ہوں' کہ کاغذ' قلم' دوات وغیرہ کھانے کی طشتریوں میں موجود ہے۔"

ابن زیاد ی باطلاع پاتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر بجلی کی طرح جیل خانہ کی ڈیوڑھی پر پہنچ گیا اور داروغہ کا لڑکا خسب الحکم بھاگا بھاگا دروازہ پر آ موجود ہوا۔ کثیر کی نگاہ سے سے پہلے ابن زیاد پر پڑی' مارے خوف کے غش کھا کر زمین پر گر گیا۔

داروغہ نے معلّم کا اٹھانا چاہا لیکن اس کا بدن کی طرح کانپ رہا تھا اب تو ابن زیاد سر پر تھا۔ "کیا یہ کثیر کھانا لایا ہے؟ ہاں ہاں قیدیوں کیلئے ناں؟" ابن زیاد نے کڑک کر کہا۔ ہاں حضور! کثیر ہی لایا ہے۔ داروغہ بولا۔ اچھا تو کثیر کو حاضر کرو' تاکہ تصدیق ہو جائے۔ ابن زیاد نے کہا

یہ سن کر داروغۂ جیل نے مودبانہ لہجہ میں عرض کیا: جناب! یہ معلّم جب سے رہا ہو کر آیا ہے مجھے بھی ایک آدھ مرتبہ ملا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اسے ضعف دل کی بیماری کا بہت غلبہ ہو چکا ہے۔ بات بات پر اس پر غشی طاری ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے! اور ہو گئی

وہ بے ہوش پڑا ہے۔

مناجات "یا ارحم الراحمین !یاغیاث المستغیثین! تو اس غریب مگر مومن 'فدائی آلِ عباء کی نیت سے آگاہ ہے۔ یاستار العیوب یاغافر الذنوب توہی علام الغیوب ہے میرا پردہ رکھ اور اپنے محبوب بندوں اور عباد المخلصین کے صدقہ میں ان کی کرامت کا ظہور فرما۔ آمین"

عین اضطرار و اضطراب میں کثیر نے دعا کی جو باب مجیب الدعوات میں فوراً پہنچ گئی۔ اچھا! تو تم نے کھانے اور اس کے تمام برتنوں کا ملاحظہ کر لیا؟'' ابنِ زیاد نے پوچھا۔ نہیں صاحب !ابھی تک تو ملازمان جیل کے ساتھ مشاورت ہو رہی تھی برتنوں کے کھولنے اور رومال اُٹھانے تک کی نوبت نہیں آئی'' داروغہ نے جواب دیا۔ ابنِ زیاد نے داروغہ کے لڑکے (مخبر) کو اپنے قریب بلا کر حکم دیا کہ وہ اس کھانے کی پوری طرح تلاشی لے ۔اب مخبر خود طشتریوں سے رومال اور دستر خوان اُٹھا کر اِدھر اُدھر اُلٹ پلٹ کرتا رہا۔ اس نے نہایت غور و پرداخت سے ذرہ ذرہ چھان مارا لیکن اسے سامان قرطاس نہ ملا۔ دیر ہونے پر ابنِ زیاد نے خود بنظرِ غائر کھانے کی تلاشی لی لیکن ناکام اب داروغہ کی طرف متوجہ ہو۔ اچھا پہلے یہ بتاؤ' کہ یہ لڑکا واقعی تمہارا فرزند ہے؟ داروغہ' جناب میں خود بے اُولاد ہوں' اس لڑکے کو بصورت مضغہ نہر کے کنارے سے اُٹھالایا تھا۔ درحقیقت یہ حرامی بچہ ہے میں نے اور میری بیوی نے بصد شفقت اس کی پرورش کی ۔اب یہ جوان ہو گیا ہے کل جو میں نے دیکھا کہ یہ میری بیوی سے دست درازی کا اقدام کر رہا تھا۔ میں نے اسے سخت مارا اور گھر سے نکال دیا۔ غالباً اسی غصہ میں اس نے مجھ پر کوئی بہتان تراشی کی ہو گی۔

ابنِ زیاد نے داروغہ کے بیان کو معقول سمجھ کر تلوار میان سے نکالی اور اس حرامی لڑکے کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حرام زادے ایک غلط رپورٹ دے کر مجھے شرمندہ اور ذلیل کرنا چاہتا ہے؟ کہ کہا اور حکم دیا کہ: کثیر! تم مع داروغہ کے یہ کھانا جیل کے اندر لے جاؤ۔'' [

اب ابنِ زیاد تو واپس چلا گیا' اور کثیر اور داروغہ باہم بغلگیر ہوئے اور معلّم نے ذرا فاصلہ پر جا کر وضو کیا اور زیرِ آسمان دو رکعت نماز ادا کی اور خدا کی جناب میں متوجہ ہو کر بولا:

''اے بے مونس اور بے غمگسار انسانوں کے فریاد رس مولا! جہاں تیری ہستی کا اور زیادہ ثبوت بصورت مشاہد ہوا وہاں آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عرفانی تجلی نے بھی میرے ایمان وایقان کے ساتھ مقاصد آخری کی منزلیں بہت نزدیک کر دی ہیں۔

کیوں داروغہ صاحب! اب تو معجزات کو آپ نے بھی ملاحظہ فرمالیا'' (معلّم کثیر نے کہا)

داروغہ کثیر! ان باتوں کو چھوڑیے اور کھانا اٹھوا کر اندر لے چلئے! ''معلّم کثیر'' مع داروغہ جیل کے قید خانہ کے اندر چلے گئے اور کھانے کے طشت چند ملازموں کے سروں پر رکھوا کر اسیرانِ بلا کی نذر کئے گئے۔ قیدیوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور کثیر کا شکریہ ادا کیا۔ قلم دوات اور کاغذ مختار کے سپرد کیا گیا۔

✪✪✪✪✪

آٹھواں باب

مکتوبات

مختار نے پہلا خط اپنی بہن صفیہ کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"ہمشیرہ اُم صفیہ!

خدا تم کو سلام با کرامت رکھے سلام مسنونہ کے بعد واضح ہو کہ تم پر یہ امر یقیناً مخفی ہوگا کہ میں مدت مزید سے طوق وزنجیر میں جکڑا ہوا جیل خانہ کی سختیاں جھیل رہا ہوں میرا قصور صرف یہ ہے کہ میں اہلبیتؑ رسالت کا دوستدار ہوں۔ جناب مسلم بن عقیلؑ کوفہ میں امام حسین علیہ السلام کے سفیر کی خاص حیثیت سے تشریف لائے اور تمام لوگوں سے پہلے میں نے ہی ان کے ہاتھ پر امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی بدقسمتی سے میری غیر حاضری میں جناب مسلمؑ شہید کردیئے گئے۔ اور ان کے بعد آپ کے دونوں فرزند بھی تیغ جفا کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ جن میں سفر سے واپس آیا تو مجھے تمام حالات معلوم ہوئے اگر میں ایک دو روز پہلے کوفہ میں داخل ہوتا تو یقیناً جناب مسلمؑ اور آپ کے مظلوم فرزندوں پر نثار ہو جاتا۔ لیکن قدرت کو میرا طویل امتحان منظور تھا لہذا میں غیر حاضر ہو گیا۔ کوفہ کے بہت سے محبان آل محمدؐ یا تو قتل کردیئے گئے یا اکثر احباب نے تقیہ کی چادر اوڑھ کر اپنی جانوں کو بچالیا اور اکثر و بیشتر حصہ شہر سے بھاگ گیا۔ نیز ہزاروں کی تعداد میں داخل زندان کیے گئے۔ اندریں حالات میری گرفتاری ناگزیر تھی۔ مجھے بھی جیل کا کال کوٹھڑی میں بند کردیا گیا۔ اس کے بعد دیدہ دانستہ جو منظر مجھے کوفہ شہر کے دارالامارہ میں دکھایا گیا میں اس مکتوب مختصر میں اس کا نقشہ نہیں کھینچ سکتا اور نہ ہی قلم و دماغ میں اس کے تصور کی تاب و توانائی موجود ہے۔ بہن! مجھے طوق و سلاسل میں جکڑے ہونے کی حالت میں جیل خانہ سے

باہر لاکر دارالامارہ میں حاضر کیا گیا۔ ابنِ زیاد کی پُر جاہ و حشم کچہری' اور بڑے بڑی سرداروں کی کرسیاں۔ دورِ شراب اور فرزندانِ رسولؐ اللہ کا طشت زریں میں سرِ اقدس نیز دخترانِ پیغمبرؐ کی بے نقاب حاضری۔ بہن! میں نے رسول اللہ کی بیٹیوں کو ننگے سر دربارِ ابنِ زیاد میں خستہ و تباہ حالت میں دیکھا اور آلِ محمدؐ کے بچوں بچیوں کے تڑپنے اور بلکنے کا نقشہ ملاحظہ کیا' بہر حال وہ سمندر جو میرے سینہ میں موجزن ہے اس کی حقیقت الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔

میں اس وقت کوفہ کی جیل میں ابنِ زیاد بدنہاد ایسے ظالم و شقی القلب کا قیدی ہوں۔ میں زندہ ہوں مگر مُردوں سے بدتر' اگر میری حیات مطلوب ہو تو صلہ رحمی کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے شوہر عبداللہ سے میری رہائی کا انتظام کرو ورنہ میرا منہ دیکھنا دنیا میں نصیب نہ ہوگا۔ والسلام "مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی"

دوسرا مکتوب حضرت عمر بن الخطاب کے فرزندار جمند عبداللہ کو لکھا' جو مختار کا بہنوئی تھا۔ اور مدینہ منورہ میں حکومت یزید کا طرفدار اور محافظ۔ "اخویم عزیز عبداللہ' سلام علیکم' اسیر بے گنا مختار کی طرف سے واضح ہو کہ مجھے ابنِ زیاد نے ایک شبہ اور غلط اطلاعات کی بنا پر قید کر رکھا ہے۔ مسلم بن عقیلؑ قتل ہو چکا۔ اس کے دونوں بیٹے بھی ختم کئے گئے۔ کوفہ بلکہ نواحکوفہ اور عراق بھر کے شیعہ موت کے گھاٹ اُتارے گئے ان سب کے بعد خود حسینؑ ابن علیؑ کو مع اعزہ و اقارب کربلا میں قتل کر دیا گیا اور اپنے تمام حریفوں سے فراغت ہو چکی۔ اب میرے غیر معین وقت تک قید رکھنے کے کیا معنی؟ ابن زاد ایسا سنگدل انسان مجھے کبھی جیل سے رہا نہ کرے گا۔ جب تک اُسے خاص دارالحکومت سے شاہی فرمان موصول نہ ہو۔ خدا کیلئے اس رشتہ کی طفیل سے جو ہم تم میں ہے اس بات میں کوشش کرو۔ تاکہ میری جان اس جیل کی زندگی سے چھوٹ جائے۔ والسلام' مختار۔"

مختار نے یہ دونوں مکتوب لکھ کر لفافوں میں بند کئے اور معلم کثیر کو دے دیے اس

کے بعد وہ بے حد رویا اور عاجزانہ لہجہ میں ملتمس ہوا۔ کثیر! تو خاندانِ ہمدانی سے ہے کثیر! تو وہ مومن مخلص ہے کہ تیرا اور تیرے دل کا امتحان خداوند تعالیٰ کر چکا' میں نے تجھے بہت تکلیف دی' خدا کیلئے اس کے رسول مقبول اور حضور کے اہلبیتؑ کے نام سے میری درخواست کو قبول کر کہ یہ دونوں خط جس طرح بھی ہو سکے مدینہ منورہ میں میری بہن صفیہ اور میرے بہنوئی عبداللہ بن عمر کو پہنچا دے کثیر! میں اس سے ناواقف نہیں ہوں کہ یہ مقصد ہزارہا کٹھن منزلوں کا حامل ہے لیکن تیری خلوصِ نیت اور مخلصانہ انداز و ایمان سے بعید نہیں کہ اس منزل میں کامیاب ہو جائے''

''مختار! وہ اُمور جو حضرت امیر المومنین جناب علی علیہ السلام نے فرمائے' حق وصدق ہیں۔ یقیناً ہو کر رہیں گے۔ وہ مقام محمد جو تیرے حصہ میں آ چکا ہے تجھے مبارک ہو۔ وہ کیا اس منزل میں میرا سفر ہوا اے مختار! یاد رکھ اور اچھی طرح دل میں ذہن نشین کر لے میں مومن ہوں۔ میرے سر میں سوائے محبت اہلبیتؑ ہے' کتاب ص36 میرے سینہ میں ایمان کا بحرِ زخار موج زن ہے۔ میرے دل میں قوتِ ایقان موجود ہے کہ جس کا مقابل دنیا کی حکومتیں نہیں کر سکتیں۔ اے امیر! ہزاروں' لاکھوں جھوٹے دعویداروں سے ایک اور صرف ایک سچے ایماندار کا وجد بہتر و برتر ہے۔ دیکھ مختار! میری غربت اور بے دست و پائی پر مت جانا۔ میں نے سرکار ولایت کا یہ ارشاد کبھی فراموش نہیں کیا

فَقَدْ اَعْرِفُ اَقْوَاماً وَّاِنْ کَانُوْ صَعَالِيْکَا

مَسَارِيْعَ اَلَى النَّجْدَةِ لِلْغَيِّ مَتَارِيْکَا

حضور مولا علیؑ فرماتے ہیں: میں اپنی قوم کے مخلص بندوں کو خوب جانتا پہچانتا ہوں' خواہ وہ مسکین ہوں یا درویش' یہ ان کا نشان ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ یعنی اُمورِ دینی میں بہت جلدی کرتے ہیں (لیسارعون فی الخیرات) اور ایسے ہی برائیوں کو بھی بہت جلد ترک کرتے ہیں'' کثیر نے کہا۔

"کثیر! تجھے خداوند عالم جزائے خیر دے۔ میری نگاہ میں بڑے بڑے مالدار متمول سردار پھر رہے ہیں لیکن بخدا! یہ امر روشن ہو چکا ہے کہ تیری قوت ایمانی کے مقابلہ میں کسی اہل دنیا کے دعوے دولت قدر و قیمت نہیں رکھتا۔ عجیب نہیں کہ تیرے جہاد مخلصانہ سے اور قوتِ ایمانی کی برکات سے ہم اپنے زاویہ نگاہ تک جلد از جلد پہنچ جائیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ" یہ سب کچھ مختار نے کہا۔

کثیر نے یہ باتیں سنیں اور زار و قطار روتے ہوئے مختار سے بغلگیر ہوا۔ خدا حافظ کہ اور دونوں خط چھپا کر باہر چلا آیا۔ داروغہ: کثیر! کھانا کھلائے میں تم نے دیر کی (مصحمانہ لہجہ میں) مختار سے پر اہوٹ گفتگو تھی ناں۔

کثیر: آپ پر سب کچھ روشن ہے داروغہ' اچھا تو مقصود مل گیا؟

کثیر: "منزل بہت دور اور مقصد راز میں" داروغہ

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید
ہیچ راہے نیست کورا نیست پایاں غم مخور

داروغۂ جیل سے راز و نیاز کے اشارات کے بعد کثیر نے جھک کر سلام کیا اور رخصت ہو کر شہر میں داخل ہوا۔ کثیر نے حجامت بنوائی پاک و پاکیزہ لباس پہنا اور حاجیوں کا نمونہ بن کر دوسرے دن دربار ابن زیاد میں پھر حاضر ہو گیا۔ "اوہو! ارے معلّم! آج تو خوب سفید پوش بن کر آگئے۔ کہو: کیسے آنا ہوا؟ اچھا تو قیدیوں کو کھانا کھلا آئے تھے؟" ابن زیاد نے کہا۔

حضور! کھانا دیا اور اسی وقت واپس چلا آیا۔ خدا امیر کی عمر دراز کرے۔ میری ایک منت باقی ہے کہ بیت اللہ الحرم کا حج کروں اور روضۂ رسول پر فاتحہ خوانی اور بس" کثیر نے کہا۔ اس عرضداشت پر ابن زیاد (گورنر) غور و فکر کرنے لگا۔ ایک لمحہ سوچ کر گویا ہوا" اے معلّم! چند روز جیل کی ہوا کھائی اور قدم قدم پر منت"

کثیر: خدا امیر کی عمر دراز کرے حضور! جیل سے رہائی کے بعد خانہ کعبہ کا طواف

اور مدینہ منورہ کی زیارت بطور شکر خدا لازمی' لیکن یہ واضح رہے کہ معلّموں کے دل اس قدر ضعیف اور بچوں کی طرح نحیف ہوتے ہیں کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ چونکہ پروانہ راہداری (پاسپورٹ) کے بغیر ارض حجاز میں قدم رکھا ممنوع ہے لہٰذا سرکاری اجازت کی درخواست ہے اور ویسے بھی یہ فدوی حکومت کا مطیع و فرمانبردار اور دل و جان سے شکر گزار ہے"

ابنِ زیاد: "خیرحج تو فرض ہے اور مسلمین کو ویسے بھی وہاں سے روکا نہیں جاسکتا لیکن مدینہ وغیرہ جانے سے حاصل؟ یہ تو ایک معصیت کی معصیت ہوگی"

کثیر: "حضور! یہ حدیث سنتے ہیں کہ فرمان ہے جس نے میری قبر کی زیارت کی وہ جنت کا حقدار ہے"۔

ابنِ زیاد: بہرحال قبر قبر ہے خواہ وہ کسی کی ہو لیکن ہمیں اس سے کیا۔

دیکھو! معلّم! سرکاری طور پر تم کو عراق چھوڑنے اور حجاز میں داخل ہونے کا اجازت نامہ مرحمت کیا جاتا ہے لیکن دیکھو! غور کرو! یہ پُرآشوب اور نازک ترین دور ہے۔ اس میں تن کو بحالت سفر بھی بہت کچھ محتاط رہنا ہوگا۔ مکرر وضاحت سے کہا "رافضیوں نے سر اٹھایا تھا۔ جسے کچل دیا گیا لیکن گورنمنٹ ہوشیار ہے' حفظ ماتقدم کیلئے ہر قسم کے آرڈی ننس نافذ کئے جارہے ہیں۔"

کثیر: "سرکار عالی وقار کا اقبال قائم' حکومت دائم' حضور مدینہ میں مصریوں کی بغاوت دیکھی جنگِ صفین' اور جنگِ جمل اور نہروان کے معرکے دیکھے' عربی عراقی اور شامی سیاستوں کا مطالعہ فرمایا' بایں ہمہ ان رافضیوں کے فتنہ سے حکومت کو نجات دلائی' آنے والے خطرات کو دور فرمایا۔ انشاء اللہ آپ کے دم غنیمت پر آج ملک و ملت کو بجا ناز ہے حضور اس فدوی اور اس کے ہم خیال مسکینوں کو آپ ایسا حق کا طرفدار اور فدائی پائیں گے کہ دنیا میں داستان رہ جائے گی انشاء اللہ۔

ابنِ زیاد: (نہایت خوش ہو کر) "معلّم! اب تو معلّم نہیں' بلکہ کثیر ہمدانی ہے' میں

آج تیرے مافی الضمیر سے آگاہ ہوا' دیکھ! حکومت کو یونہی وفادار رہنا' تاکہ فلاح پائے۔ میں تجھے بطیب خاطر مکہ ومدینہ کا پاسپورٹ عطا کرتا ہوں' امید ہے کہ تو حکومت کی بہبودی اور خیر خواہی کا خیال ہمیشہ دل میں رکھے گا۔"

کثیر: "حضور والا! میں دربار عدالت میں حلف اٹھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حکومت پر مرمٹنا میرا ایمان ہے اور حق وصداقت کا ساتھ دینا میرے دین میں داخل' حق کا علم ہے اور اس فدائی کی جان وَاللّٰهُ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ یہ حلف اٹھایا اور کثیر ہمدانی دارالامارہ سے رخصت ہوا' سرکاری طور پر اجازت حاصل کر کے بعد اطمینان سے اپنے گھر چلا آیا' کثیر کی زوجہ گو ایک مومنہ اور پارسا عورت تھی لیکن ہر حال میں اس کے جذبات نسوانی تھے کثیر کو دیکھتے ہی اس نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی" آپ کے زاویہ نگاہ کا پتہ نہیں چلتا"" کثیر! آخر بتاؤ تو سہی کہ ارادہ کیا ہے؟" جیل سے تو میں نے اور آپ کی بھتیجی بستان نے مشکل سے رہا کرا ہی دیا لیکن رہائی کے بعد کا پروگرام سامنے نہیں آیا"" کثیر! میں تمہاری منکوحہ ہوں' عورتیں ہمراز ہوا کرتی ہیں کچھ دل کی حقیقت تو بیان کرو۔" وغیرہ وغیرہ' کثیر اپنی بیوی کے سوالات اور خیالات سے گھبرا گیا۔ سردست اس نے صرف اتنا ہی بیان دینا کافی سمجھا کہ:

"اے نیک بخت بی بی! جیل میں چلے جانے سے صرف میرے کمزور دل پر ہی اثر نہیں پڑا بلکہ میرا دماغ بھی پریشانی کا شکار ہو رہا ہے۔ اس وقت میرا سر چکرا رہا ہے بہتر ہوگا کہ ذرا آرام کر و اس کے بعد غسل ونماز سے فارغ ہو کر بات چیت ہوتی ہی رہے گی"۔

اتنا کہہ اور اندر جا کر بستر استراحت پر لیٹ گیا۔ کثیر نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے ضمیر ودماغ کو ٹٹول ٹٹول کر بیدار کیا اور ان سے بطور کشف مخاطب ہو کر مشورہ طلب ہوا۔ "مقصد! مقصد عظمیٰ' اور عظمیٰ بھی کیسا؟ ایک جابرہ وقاہرہ عظیم الشان سلطنت کا تختہ الٹنا' ایسی حکومت کا تباہ وبرباد کر دینا جو فرانس تک پھیلی ہوئی ہے۔ جس کے جاہ وسطوت

کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔ کیا ایک بے بساط اور بے حقیقت کمزور سا انسان ایسے زبردست مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہے؟''

''کیوں نہیں؟ یہ تو ایمان کی طاقت ہے' خلوص کی قوت ہے بھلا اس عزم صمیم کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ جسے توفیق الٰہی بھی حاصل ہو۔ مگر منزل بہت لمبی ہے۔ قدم قدم پر رازداری سے کام لینا ہوگا۔ اگر کسی مقام پر بھی راز فاش ہو گیا تو پچھلی محنت برباد اور زندگی ختم اور نتیجہ یہ کہ جن الجھنوں سے ''صدقِ مجسم'' کو نکالنے کا ارادہ ہے ان میں کم از کم سو سال کا اضافہ ہو جائے گا۔'' رازداری کی راہ میں زبردست رکاوٹ اور شرعی بوجھ میری عورت ہے اُسے طلاق دے دی جائے تو طعن وشماتت اعداء سے مخلصی تا کہ وہ یہ نہ کہیں ؎

بہ بیں آں بے حمیت راکہ ہرگز نخواہد دید روئے نیک بختی
تن آسانی گزیند خویشتن را زن وفرزند بگذارد بہ سختی

دوسرے میرا راز محفوظ اب کوئی میرے آئندہ پروگرام کا دریافت کرنے والا نہ ہوگا۔'' بہر حال اُٹھا' اور غسل کر کے نماز پڑھی اور چپ ہو گیا۔ بیوی نے ہر چند کوشش کی' لیکن کثیر نے مہر سکوت نہ توڑی رات گذر گئی صبح اس کی عورت بھی مایوس ہو گئی کثیر نے اپنے پروگرام کے ماتحت اُسے طلاق دے دی اور خود کوفہ سے یوں نکلا کہ کوئی دور اور دیر کا مسافر ہے' کوفہ اس کا وطن نہیں۔ اور نہ ہی اہل کوفہ سے اُسے کوئی سروکار ہے۔ بہر حال کثیر عراق سے نکلا اور منزلیں طے کرتا ہوا مدینہ منورہ پہنچ گیا سب سے پہلے پتہ دریافت کر کے شہر کے رئیس اعظم جناب عبداللہ بن عمر کے ہاں پہنچا۔ ڈیوڑھی کے دروازہ کو دستک دی۔ اندر سے ایک کنیز باہر آ کر دریافت کرنے لگی کہ تم کون ہو اور کسے ملنا چاہتے ہو۔

کثیر نے کہ کہ میں کوفہ سے آیا ہوں اور جناب عبداللہ بن عمر سے ملنا چاہتا ہوں اور انہی کا مہمان ہوں' کنیز نے اندر جا کر اطلاع دی' چنانچہ کثیر نے ابن عمر کی ملاقات حاصل کی اور دونوں خط ان کے سامنے رکھ دیئے عبداللہ نے اپنا خط پاس رکھا اور دوسرا اپنی

بیوی "صفیہ" کے پاس کنیز کے ہاتھ پہنچادیا ابھی تھوڑا ہی مضمون مطالعہ کرنے پایا تھا کہ اندر سے شوروغوغا اور رونے کی آوازیں بلند ہوئیں عبداللہ گھبرا کر جلدی سے زنان خانہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی نے کپڑے پھاڑ دیے سر کے بال نوچ لئے روئی پیٹتی اور سراسیم ہو کر اِدھر اُدھر دیوانہ وار چلاتی پھرتی ہے' عبداللہ نے ہر چند تسلی دی لیکن اس کے شوروشیون میں کمی نہ ہوئی بلکہ اسی حال میں ملتمس ہوئی کہ کوفہ کے پیغام رساں کو اندر آنے کی اجازت دیجئے تاکہ میں اس سے ہمکلام ہو کر اپنے بھائی کے حالات دریافت کروں 'عبداللہ نے اجازت دے دی اور کنیز کا صفیہ کے پاس بھیج دیا اور خود کوفہ جیل کا لکھا ہوا خط پڑھنے میں مصروف ہوا۔ کنیز نے جھک کر صفیہ کو سلام کیا اور کوفہ کے حالات اور اپنے ملک اور شہر کی سرگذشت سنانے لگا۔ "ملک کے نامور جرار ابو عبیدہ ثقفی کی نور نظر! ہمارے قومی سردار جناب مختار کی عزیز بہن! محترمہ ملکہ کوفہ اور کوفہ والوں کی سرگذشت مت پوچھیے! فرزند رسولِ خداؐ کے سفیر مسلمؑ کا داخلہ اور سب سے پہلے امام حسین علیہ السلام کے نام پر آپ کے برادر مختار کا امیر مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور مومنین کا شرف بیعت سے مشرف و سرفراز ہونا' پھر گورنمنٹ بنی امیہ کا اس سے اطلاع پا کر ابنِ زیاد کو گورنر عراق مقرر کر کے کوفہ میں بھیج دینا ایسے واقعات ہیں کہ زبان ان کی تفصیل سے قاصر ہے۔

دھڑا دھڑ گرفتاریاں' دربندیاں' تلاشیاں' قتل عام' راستوں اور چوراہوں میں پھانسیاں جناب مسلمؑ کی گرفتاری اور دارالامارہ میں آپ کا قتل' نیز ان کے دو فرزندوں کی نہایت بے رحمی اور بے کسی کی شہادت بیان نہیں ہو سکتی 'معظمہ خاتون! ان سب لرزہ خیز حوادث سے بڑھ کر آل رسولؐ و عترتِ اطہار کا حادثہ شہادت ہے کہ جگر بند فاطمہؑ کو مع ان کے اعزہ و اقارب اور اعوان و انصار کے بھوکے پیاسے رکھ کر گوسفندانِ قربانی کی طرح ذبح کر دیا گیا۔ چنانچہ اس کی تفصیل کے بیان کرنے کی تاب و توانائی زبان میں نہیں' جنابہ محترمہ! آپ کے بھائی جان یقیناً قتل کر دیے جاتے اگر وہ اتنا قاقتل مسلمؑ کے دن شہر سے

باہر نہ چلے گئے ہوتے اگر چہ مختار کی زندگی جیل میں مردہ سے بر تر ہے لیکن صرف آپ کے دم پر اسے اپنی تلخ زندگی کا بھروسہ ہے اور بس"۔

اس داستانِ الم کے سننے سے جو کہرام مچا اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا باہر سے عبداللہ بن عمر تشریف لے آئے' ان کی بیوی نے جو نہایت ہی ابتر حال میں رو پیٹ رہی تھی اپنے شوہر کہا کہ وہ بہت جلد بادشاہ حجاز و شام کو تاکیدی پیغام تحریر کرے جس سے میرا بھائی جیل سے نجات پائے ورنہ صفیہ کی زندگی کا آج سے خاتمہ ہے۔ "صبر کرو اطمینان رکھو! میں خود بھی مختار کی گرفتاری پر حیران ہوں" (عبداللہ نے کہا) "لیکن یہاں تو صبر و حوصلہ کی گنجائش نہیں ہے ممکن ہے کہ آپ ہمارے خاندان کی تباہی سے بے چین نہ ہوں۔ مگر اپنے گھر کی بربادی کو پیش نظر رکھ کر بہت جلد اس کا تدارک کیجئے" (صفیہ نے کہا)

اس پر عبداللہ نے کثیر ہمدانی سے مخاطب ہو کر کہا: "بھئی! مختار سے کہ دینا کہ اس کا پیغام پر آلام پہنچ گیا ہے ہم ابھی سے اس فکر و تردد میں ہیں تا کہ شاہی حکم کے ذریعہ سے مختار کو جیل سے رہائی دلائی جاوے"۔ کثیر: "جناب والا! یہ خاکسار حاضر ہے آپ سفارش نامہ لک دیں میں بجائے اپنے وطن عراق کو لوٹ جانے کے ملک شام کو چلا جاتا ہوں"۔

عبداللہ اس عازم راہِ خدا کی اس تقریر سے حیران رہ گیا اور اُسے کہنے لگا کہ تو دور دراز کا سفر طے کر کے بصد مشکل یہاں پہنچا ہے مناسب یہ ہے کہ چند یوم آرام کر کے تکان دور کرو اور اپنے وطن مالوف کی طرف مراجعت کرو تا کہ تمہارے پیغام سے مختار کو کچھ تسکینِ قلب حاصل ہو۔

"اے حضرت! اگر یہ بندۂ ناچیز واپس کوفہ پہنچ گیا تو مختار کی ملاقات تو بہر حال ناممکن ہے تسلی کی سبیل و تدبیر کیا ہے؟" (کثیر نے عرض کیا) "اچھا تو چندے استراحت تو درکار ہے ہی" (عبداللہ نے کہا) اس پر صفیہ روتے پیٹتے غش کھا گئی۔ اور کثیر بولا۔ "جناب! میرے آرام کو دیکھئے! اور اپنے گھر کی حالت کا اندازہ

لگائیے! کیا یہ بہتر نہ ہوگا؟ کہ آپ اپنی طرف سے سفارشنامہ اسی عاجز کے سپرد فرمائیں"
کثیر کے اس معقول کلام اور صفیہ کے اضطرار و آلام سے متاثر ہو کر عبداللہ یہاں سے نکل کر پھر اپنی ڈیوڑھی میں گیا اور کچھ سوچ بچار کر کے ایک الگ کمرہ میں چلا گیا۔ اور قلم دوات اور کاغذ لے کر یزید کے نام حسب ذیل پیغام تحریر کیا:

''بعد حمد و ثنائے خالقِ ذوالجلال و تعریف و توصیف شہنشاہ با اقبال، عبداللہ کی طرف سے بصد ادب و احترام واضح ہو کہ آپ کے پدر بزرگوار کی قبر مطہر بھی میرے والد مرحوم کی مہربانیوں اور احسانات کو فراموش نہ کر سکے گی۔ وہ ہمارا ہی گھر ہے جس نے آپ کے خاندان کو زمین سے اُٹھا کر آسمان تک پہنچا دیا، میرے باپ نے اپنے عہد حکومت میں جناب کے پدر بزرگوار معاویہ بن ابوسفیان کو ایک عرصہ دراز تک گورنر شام بنا کر اس قابل بنایا کہ آپ کے سر پر خود مختار بادشاہی کا تاج رکھا ہوا ہے۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گذرا کہ اہل مدینہ و حجاز نے آپ کی گورنمنٹ سے بغاوت کرنی چاہی۔ بندہ نے ان تمام مدینہ کے انارکسٹوں کے مجمع میں ایک ایسا خطبہ دیا کہ آتش بغاوت کو ایک حدت فو کر دیا میں نے ہی مدینہ کے تمام سرکشوں کو ایک حدیث کے ذریعہ سے تنبیہ کی کہ قیامت کے دن ہر ایک غادر کیلئے علم بلند کیا جاوے گا۔ وغیرہ وغیرہ، بہرحال خادم ملک و وفادار حکومت کی خدمات کا اعتراف حضور کو بھی ہوگا۔

اب میں چاہتا ہوں کہ آپ صوبہ عراق کو وہاں کی گڑبڑ کی وجہ سے ہاتھ سے نہ دے بیٹھیں، وقت نہایت نازک ہے طرفداران علیؑ و خانوادۂ رسالتؐ کے غوغا سے اجتناب لازم ہے۔ وہاں کے غلامان ابوتراب کے دلوں کو مشتعل کرنا اچھا نہیں۔ البتہ انتظام کی خاطر خواہ ہزارہا ایسے لوگ قید میں سڑیں گلیں لیکن میرے سالے مختار ابن عبیدہ ثقفی کا رہا کر دینا عین مصلحت ہے۔ شہنشاہ عالی جاہ! کم از کم مجھے ایسے دل خیر خواہ کی خانہ آبادی کے پیش نظر یہ امر زیادہ مناسب ہوگا، بندہ نہایت بے چینی ہے اس عرض داشت کے ساتھ وہ

بال بھی پیش ہیں' جو اپنے بھائی مختار کے درد و غم میں میری بیوی نے سر سے نوچ لئے ہیں خدا آپ کو میری سفارش کے قبول کرنے اور گذارش ہذا پر غور فرمانے کی توفیق عطا فرمائے بصورت دیگر خاکسار فدوی بوجہ ہجوم افکار کا تنگ اس قابل نہ رہے گا' کہ آپ کی حکومت کی کما حقہ بشرح صدر حفاظت کر سکے' والسلام۔ (عبداللہ)"

اُدھر تو خط لکھا جا رہا تھا اِدھر مغموم و مہموم صفیّہ سے اس کے میکے کا پیغام رساں چپکے سے کہہ رہا تھا کہ اگر کسی دوسرے کو عبداللہ کا خط دیا گیا تو وہ غدار اس کی تعمیل میں پس وپیش کرے گا۔ لیکن اگر کثیر ہی کے حوالے کیا گیا۔ تو آپ بہت جلد اپنے بھائی کی رہائی اور کامرانیوں کی خبر سن سکیں گے انشاء اللہ تعالےٰ"

عبداللہ نے آواز دی۔ کثیر! کثیر!! کثیر لبیک کہہ کر ڈیوڑھی میں چلا آیا۔ عبداللہ بن عمر نے خط کثیر کے حوالے کیا' اور پھر لے لیا اور کھول کر آخر میں لکھا' مکرر آنکہ اگر میری گزارش پر غور نہ کیا گیا تو عجب نہیں کہ خطہ حجاز سے ایک فوج جرار حسین بن علیؑ کے خون ناحق کا عذر تراش کر کے حکومت کے خلاف علم کھڑا کر دے۔ والسلام

کثیر کو یہ خط بند کر کے دے دیا گیا اور ایک ہزار درہم اسے عطا کیا لیکن اس ھمدانی مجاہد نے مال و زر عبداللہ کو واپس کر دیا اور کہا:

"اے خلیفہ ذی حشم کے فرزند اور ہمارے سردار! میں اس دولت دنیا کے قبول کرنے کا اہل نہیں کیونکہ میرے پاس دولت ایمان واخلاص موجود ہے میں تو ارادہ کر چکا ہوں کہ اس منزل کو صرف قریبۃً اِلی اللہ پورا کیا جائے۔ اگر روپے پیسے کا سوال راہ میں پیدا ہو گا تو محنت رائیگاں ہوئی اور کامیابی کا سلسلہ ختم' اب کثیر نے ہاتھ اٹھا کر درگاہ ربّ العزت والجلال میں دعا کر اور عبداللہ بن عمر اور صفیّہ بنت ابو عبیدہ کو سلام کیا اور قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فاتحہ کہہ کر باشم پرنم مدینہ سے رخصت۔

✿✿✿✿✿

نواں باب

شام (دمشق) کا سفر

صحرائے عرب کی گرمی نے کثیر پر کوئی اثر نہ کیا جبکہ اُسے آلِ رسولؐ و ذریت حضرت اطہار کا سفر یاد آیا ایک خط عبداللہ کا اور دولت ایمان اس مجاہد مسافر کے پاس تھی۔ اور بس آسم سے ملائکہ مقربین بھی متحیر تھے کہ ایک بے بساط اور قلیل القدر انسان کس زبردست کوہسار سے ٹکر لے رہا ہے۔

کثیر کا بغیر اس کے نفس کے کوئی دوسرا ہمراہی نہیں' لیکن ریگستان حجاز کا سفر اور نہایت کٹھن منزل اپنے نفس سے ہمکلام ہوتے طے کرتا چلا گیا۔ "اے میرے نفس مطمئنہ! تو جس مقصد کو لے کر اس منزل میں گامزل ہوا ہے نہایت پاکبازی سے اس پر ثابت قدم رہ اگر تو مومن ہے تو تجھے دولت ایمان کافی ہے۔ کثیر یاد رکھ

در بیاباں گر بہ شوق کعبہ خواہی زد قدم   سرزنشہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

سمع بزم آفرینش شاہ مردان است و بس   گر توئی از جاں غلام شاہ رواں غم مخور

"کعبہ دارین کی زیارت کا شوق اگر تو گھر سے یہ نصب العین سامنے رکھ کر چل پڑا تو بیابان کے خاروں کا کیا غم؟ کثیر! جبکہ تیرے اندھیرے دل میں جناب امیر علیہ السلام کے سچے عشق نے شمع معرفت سے اجالا کر دیا تو پھر رستہ صاف ہے چراغ عرفان کی روشنی سے دیکھ کر لولاک لما خلقت الافلاک کے انوار کی مجسم تجلیات کی تفسیر شاہ مردان کا نام ہے یا نہیں؟

کثیر اپنے پاکیزہ نفس سے تبادلۂ خیالات کرتے ہوئے طے الارض کرتا چلا گیا' ہاں ہاں کثیر! تو شیعہ ہے اور کس کا؟ اہلبیت رسولؐ کا تو اپنے دعوئے عظمیٰ کا ثبوت پیش کر ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو دھوکا دینا چھوڑ دے اگر تیرا دعوے درست ہے تو وہی لشکر تیرے ساتھ شامل حال

ہیں جنہیں تو ان آنکھوں کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا۔

ریگستان میں جہاں آفتاب غروب ہوا شب باشی اختیار کی صبح ہوئی نماز پڑھی اور پھر منزل جہاد میں قدم زن ہو گیا۔ حتیٰ کہ صحرائے عرب ختم ہوا اور ارض شام کی حدود میں داخل ہو گیا۔ اب یہ علاقہ نہ تو خطرناک تھا نہ مصیبت خیز جا بجا خرما کے باغات اور قدم قدم پر خوشگوار چشمے اور کشت زعفران کی طرح سبزیاں نظر آنے لگیں ۔باغ و بہار اور کھیتوں کا لہلہانا' سبحان اللہ ایک جنت کا ٹکڑا ہے سامنے ایک عظیم الشان شہر کے محلات و در۔ دراز سفر کے پردیسی مسافر کا تکان کو دور کر رہے ہیں بھئی! اس شہر کا کیا نام ہے؟" ارے تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ یہ ملک شام کا دار الخلافہ امیر معاویہ کا دار السلطنت شہر دمشق ہے" (ایک شہری نے بتایا)

کثیر اپنے دل سے ۔

نہ گھبرا اے دل درماندہ اب منزل قریب آئی

اسی بستی کے آگے اور' ک آباد بستی ہے

کثیر مسافر شہر میں داخل ہوا اور یہاں کی خوبصورتی 'عمارت کی رفعت' بازاروں کی رونق اور اہالیان بلدہ کی خوشحالی اور حسن وخوبی کو دیکھ کر حیران رہ گیا پہلے تو ایک نہر پر جا کر غسل کیا' پھر نماز شکرانہ ادا کی اور اس کے بعد ایک مسجد عظیم کے کونہ میں مقیم ہو گیا۔ اس مجاہد اسلام کیلئے نیند کرنا تو پہلے ہی حرام ہو چکا تھا' کچھ وقت کنج تنہائی میں بیٹھ کر جلدی سے اٹھا اور بازار سے محلات شاہی کا پتہ دریافت کر کے سراسیمگی کی حالت میں شہر سے نکل گیا۔

کثیر نے نزدیک پہنچ کر جب بادشاہی سلسلہ پر نظر کی تو اسے معلوم ہوا کہ اس وسیع احاطہ کے اندر اس کا داخلہ ناممکن ہے اس کے متعلق کثیر مسافر نے کچھ سوچا' لیکن بجز ناکام واپس لوٹ آنے کے کوئی تدبیر نہ سوجھ سکی' جا بجا فوجی پہرے قدم قدم پر دربان' اور اس کے پاس اگرچہ شاہی پیغام موجود ہے لیکن ایک ایسی خوفناک ہیبت ناک سازش کا سرچشمہ ہے کہ کسی نااہل کے سامنے اس کا راز فاش ہونا سراسر خطرہ کا موجب نیز یہ اور مصیبت کہ

کثیر کا پھٹا پرانا اور گرد آلود عراقی لباس اور وہی عجمی زبان اور بیگانہ تمدن جس راہ سے گذرتا دمشقی عوام کی انگشت نمائی اس صورت حالات سے کثیر ایسا شیر دل مجاہد گھبرا گیا آخر کار مجبور ہو کر شہر کے ایک غیر آباد تکیہ میں ڈیرا ڈال دیا اور تنہا بے یارو غمگسار بے مونس بیچارگی کی حالت میں یَامُسَبِّبَ الْاَسْبَاب کا ورد کرنے لگا۔ یہ معجزہ طلب ہستی بازار سے سوکھا روکھا کھانا کھا کر رات کو تکیہ میں گزارتا اور دن بھر سودائیوں کی صورت شہر کی گلیوں کوچوں میں آوارہ پھرتا رہتا۔

اب اسے پورے پندرہ روز دمشق میں ناکام گذر گئے کہ دل بے قرار کی فریاد درگاہ دیارگاہ مجیب الدعوات میں پہنچ گئی۔ "او جانے والے مسافر! آخر تو کون؟ تو ہمارے ملک کا باشندہ تو ہے نہیں اور روزانہ میری دوکان کے سامنے سے گذرتا ہے۔ بتلا تو سہی کہ تیرا مقصد کیا؟" ایک بوڑھے سفید ریش سبزی فروش نے کہا۔

کثیر کانپ گیا کہ خدانخواستہ راز نہ کھل جائے' پیر مرد کے سامنے کھڑا ہو گیا اور یَاعَلِیُّ آخْذُ کُنِی' کا ورد دل میں کرنے لگا۔ "بابا! میں ایک پردیسی مسافر ہوں۔ تلاش روزگار میں گھر سے نکلا اور آپ کے شہر میں مارا مارا پھرتا ہوں اس کے سوا میرا کوئی مقصد نہیں ہے" کثیر نے کہا۔

"نہیں بھائی! میں نہیں مانتا' نہ تو تلاش معاش میں سرگردان ہے نہ کسی روزگار کا متلاشی تیرے چہرے سے روحانیت ٹپکتی ہے اور تیری جبین پر ایک روشن ستارہ تیرے کسی بلند ارادہ کی خبر دے رہا ہے تو سچ سچ کہہ دے کہ تو ہے کون؟ اور تیرا مشن کیا؟" سبزی فروش نے کہا۔

اس پر کثیر ٹپٹایا اور دلی مقصد کو اور پھر دل کی گہرائی میں لے گیا اور بولا "میرے بزرگ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اب اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہوں گا"۔ اتنا کہا اور چلنے کا ارادہ کیا سبزی فروش نے دوکان سے نیچے اتر کر کثیر کا بازو پکڑا اور دوکان کے اندر لے جا کر بٹھا دیا۔ اور خود فرش پر بیٹھ کر سرگوشی کی طرح کثیر کے کان میں آہستہ سے کہنے لگا:

"یار تجھے تو دمشق میں آئے پندرہ روز گزر گئے کیا تو یزید بادشاہ سے ملنا چاہتا ہے

؟ کیا یزید کے لئے مدینہ منورہ سے کوئی سفارشی خط لایا ہے؟ کیا تو موقع کی تلاش کیلئے ہر روز ایک دفعہ محلات شاہی کے گرد چکر نہیں لگاتا؟''

کثیر اس سبزی فروش کا یہ کلام سن کر ڈر گیا اس کا دل سینہ میں دھڑکنے لگا۔ اور حیرت سے اس سفید ریش بوڑھے کا منہ تکنے لگا۔ ''بابا! خدا کیلئے بتا کہ تو کون ؟ اور اس رمز و راز سے مطلب و واسطہ کیا'' کثیر نے کہا۔

''او رراہِ حق میں قدم رکھنے والے مسافر! دیکھ! میں آل محمد کا نام لیوا بنی فاطمہ کا فدائی اور امیر المومنین علی علیہ السلام کا شیعہ ہوں اور اس راز سے شہر کا کوئی آدمی آشنا و آگاہ نہیں ہے مجھے آج رات امام حسین علیہ السلام نے خواب میں فرمایا کہ ہمارا فدائی پندرہ روز سے سرگردان پھر رہا ہے اس کی راہنمائی کر'' سبزی فروش نے کہا۔

اس کلام حجت فرجام کو سنتے ہی کثیر نے پانی منگایا اور وضو کیا' دو رکعت نماز شکرانہ اور چار رکعت نماز امیر المومنین علیہ السلام ادا کی اور صدور معجزہ حسینی '' پر ایک ہزار دفعہ محمدؐ و آل محمدؐ درود پر پڑھا اور سبزی فروش کے ساتھ رو رو کر بغلگیر ہوا۔

اب یہ بوڑھا مقبول اس تباہ حال سچے مومن کو اپنے گھر میں چھوڑ آیا۔ تا کہ دوکان کے بند کر دینے سے کہیں راز فاش نہ ہو جائے' سبزی فروش کی ضعیفہ بیوی اور ایک ملازم نے مہمان سمجھ کر کثیر کی کمال تواضع اور خاطر داری کی۔

شام کو سبزی فروش گھر آیا' بعد تناول طعام و جائے وغیرہ کے پہلے تو نمازیں ادا کی گئیں' پھر دونوں نے تعقیبات و وظائف پڑھے پھر باہر کے تمام دروازے بند کر کے بالاخانے پر چلے گئے' اور مہمان و میزبان نہایت بے تکلف ہو کر باتیں کرنے لگے۔ ''تمہارا نام وطن اور قبیلہ تو دن کو معلوم کر لیا گیا لیکن کثیر! جب تمہارے شہر میں سفیر حسینی '' جناب مسلمؑ کا داخلہ ہوا شہر کے لوگوں کی کیا کیفیت تھی' ؟ اور کیا ماجرا ہوا؟ مفصل بیان کر شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' میزبان نے پوچھا۔

کثیر: میرے عزیز از جان برادر! حکومتوں کی چالیں سلطنتوں کے ہتھکنڈے اور سیاسی فریب دنیا کے عوام بہت کم سمجھتے ہیں فرزندانِ رسول عترت واہلبیت اطہار کا واقعہ درد والم آج دنیا کی نظروں میں پوشیدہ رکھا جارہا ہے اور طرح طرح کی بے پر کی باتیں حکومت کی طرف سے مشہور کی جارہی ہیں۔ دراصل معاملہ تو یہ ہے کہ وفات رسول کریمؐ کے بعد اس سلطنت عظمٰی پر قابض ہونے کے جس قدر مسودے بنائے گئے خود ہمارے مولا سرکار مرتضویؑ کے خطبات میں جابجا بیان فرمادیئے گئے۔ گورنمنٹ کی سازش سے ہی بانئ اسلام کے گھر گھرانے کا صفایا کیا گیا۔ بلکہ ان کے طرفدار صحابی تک بھی زندہ نہ رہ سکے کسی کو زہر دی گئی کسی کی استخوان شکستہ کردی گئیں کسی کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ملی علیؑ جو دین حقیقی کے برحق امام اور وصی رسول اللہ تھے اسی سازش کے ماتحت شہید کئے گئے سبط اکبر امام حسن علیہ السلام کو بھی مسموم کردیا گیا اب سلطنت کے دعویداروں کا خاتمہ کردینے میں یہی حسینؑ اور انکی ذریت والے باقی تھے، حکومت نے یہ ضروری لازم کرلیا تھا۔ کہ ان سب کا خاتمہ کردیا جائے چنانچہ اس مقصد براری کیلئے جو چالیں چلی گئیں انہیں سیاست دان ہی سمجھ سکتے ہیں غرض کن تدبیروں سے بقیہ اہلبیتؑ کو حجاز سے نکالا گیا پھر مکہ سے الگ کیا گیا۔ اور نواح کوفہ کے دشت میں ان سب کا خاتمہ کیا، مسلمؑ کی آمد پر مختار نے پہلے بیعت کی اور ہزارہا مومنین نے شرف بیعت حاصل کیا، لیکن آنا فانا حکومت شام کا گورنر ابنِ زیاد کوفہ میں پہنچ گیا اور جناب مسلمؑ مع فرزندوں کے شہید کردیئے گئے۔

کثیر روتا جاتا تھا اور بار بار پوچھتا کہ یزید سے ملاقات ہو بھی سکے گی یا نہ؟ سبزی فروش بہت رویا اور بولا! کثیر رات بہت گذر گئی اب سو جاؤ صبح ملاقات کا بندوبست ہوجائے گا۔ انشاءاللہ تعالٰے!

✪✪✪✪✪

دسواں باب

صبحِ اُمید

دیوانہ کو ایک دور دراز ملک کا دیوانہ ملا تھا اس لئے نیند کرنے کیلئے رات کا کچھ ہی حصہ ملا تھا چنانچہ نماز فجر بھی تنگ وقت میں پڑھی گئی۔ دمشق کے بوڑھے میزبان نے غریب مسافر کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا' ناشتہ کے بعد کثیر نے پھر سر فروشانہ جہاد کا پٹکا کمر میں باندھا اور آستان پر سر نیاز جھکا کر عرض گزار ہوا۔ "او میرے مخلص اور آل رسولؐ کے عاشق صادق بھائی! تیری ملاقات اور یہ مخلصانہ دستگیری سراسر معجزہ سرکار رسالتؐ اور امامتؑ ہے خدا کیلئے اس سے زیادہ احسانات کا بار گراں میری کمزور گردن پر نہ رکھ اور میرے آئندہ سفر طویل کا توشہ جلد تیار کر کہ کثیر غریب کی منزل بہت طویل ہے"۔

میزبان: تکلفات کو برطرف کیجئے! اور اُٹھ کر مسند پر بیٹھ جایئے۔

کثیر ؎ بگذار کہ بندہ کمینم تا در صفِ بندگاں نشینم

بابا! وقت بہت قیمتی ہے لہذا توشۂ راہ یعنی حصول مقصد کیلئے جلد رہنمائی فرمایئے۔

"دیکھئے کثیر! اسوقت تعجیل (جلدی) اچھی نہیں اور ملاقات شاہی کے بعد تاخیر اچھی نہ ہوگی' آرام اطمینان اور حوصلہ سے میری رہنمائی کے الفاظ کو دل میں جگہ دیجئے۔ اگر اس وقت عجلت سے کام لیا گیا تو دیکھنا خطرناک غلطی ہوگی کیونکہ جہاد عظمیٰ کی بنیاد اسی ساعت پر منحصر ہے اگر یہاں ناکامی ہوئی بنا بنایا کھیل بگڑا۔ عزیز کثیر! اللہ تعالیٰ نے خون ناحق حسینؑ کا صدقہ میں ایک فدائی قوم کی قیادت تیرے سپرد کی ہے۔ اگر تو نے ذرہ بھر عجلت اور غیر کتاب ص ۷ ۴ آل اندیشی سے کام لیا تو بس سمجھ لے

آنکہ جنگ آرد بخون خویش بازی میکنا
روز میداں آنکہ بگریز د بخون لشکرے

سبزی فروش میزبان کی نصیحت سے متاثر ہو کر کثیر نے قلب مطمئن سے ائندہ رہنمائی کی درخواست کی میزبان اُٹھا اور احتیاطاً باہر کی طرف نگاہ کی پھر بیرون در کا مکرر کنڈا بند دیکھ کر "دیوار ہم گوش دار" کہتے ہوئے ایک صندوق کھولا اور لباس فاخرہ نکال کر کثیر کے حوالے کیا اور طہارت و وضو کرا کر دونوں نے نماز دو رکعت ادا کی اور ہاتھ اُٹھا کر مشغولِ مناجات ہوئے۔

"بارالٰہا! تیرے پاکباز بندے تیرے حق پرست بندے ہمیشہ جتلائے ابتلا رہے۔ اے علام الغیوب تجھے معلوم ہے کہ نواسہ رسولؐ بے گناہ تھا خدایا! یہ غریب مسافر اسی بیگناہ کے خونِ ناحق کی خاطر صحرائے عرب میں سرگراں ہے اور وہی "جذبہ انتقام" اسے کہاں کہاں لئے جا رہا ہے یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ! تو علیم و خبیر ہے اپنے عِبَادَ الْمُخْلِصِیْنَ کے صدقہ سے نصرت فرما۔"

اب قبلہ رو ہو کر دونوں نے زیارت شہداء پڑھی اور بے حد گریہ و زاری میں یہ الفاظ کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَّمْ یَکُنْ فِی الْحَائِرِ مَعَکُمْ خُصُوْصًا سَیِّدِیْ وَمَوْلَایَ اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ قَاسِمِ بْنِ الْحَسَنِ وَمُسْلِمِ بْنِ عَقِیْلٍ وَھَانِیْ بْنِ عُرْوَۃَ وَحَبِیْبِ بْنِ مُظَاھِرٍ وَّالْحُرِّ الشَّھِیْدِ

اس کے بعد نادِ علیاً مظہر العجائب کا ورد کرتے ہوئے باچشم پرنم کثیر اپنے سبزی فروش میزبان کے گھر سے رخصت ہونے لگا

دیکھئے! یہ نادِ علیؑ کی پکار ہے کہ رسولؐ خدا نے خیبر کے دن حکماً فرمائی تھی اسے برابر وردِ زبان پر رکھئے نیز آیہ کریمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ راہ میں

پڑھتے رہیے بس اب سیدھی محلات شاہ کی طرف تن تنہا چلے جاؤ۔اس مقام سے تو واقف ہو ہی (کشیر نے سن کر آہستہ سے کہا کہ ہاں ایک آدھ بار وہاں گیا ہوں)

سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے۔

''اچھا'' تو ہر ایک دروازے کے غلاموں اور سپاہیوں کے ساتھ نگاہ نہ ملانا گویا تم محلات کے ملام ہو' اور ہر منزل پر ثابت قدمی سے بغیر کسی جھجک کے آگے بڑھ جانا صدر دروازہ کے اندر فوجی اور رسول پولیس کے کئی دستے متعین ہوں گے' جب سپاہ کا ہجوم سامنے آئے تو انہیں دیکھ کر گھبرانا نہیں سیدھے رخ کئے جانا اب دوسری ڈیوڑھی کا شاندار دروازہ آئے گا۔اس کے اندر نہایت قیمتی قالین کا فرش اور سونے چاندی کی کرسیاں بچھی ہوں گی' جن پر بڑے بڑے سردار بیٹھے ہوں گے آپ ان سے آگے گذر جائیں۔ جب تیسرا دروازہ آئے تو اس کے اندر بڑے بڑے سرداران شام شطرنج میں مصروف دکھائیں دیں گے آپ ان زرق برق لباسوں میں ملبوس امیروں کی لہو ولعب میں مخل ہوئے بغیر آگے بڑھ جانا اور چوتھی ڈیوڑھی کے دروازہ پر نہایت ہی خوش پوش اور خوش وضع بارعب عجیب وغریب وردی پہنے عصائے مروارید لئے چند غلام نظر آئینگے ان لوگوں کو طشتیہ کہتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے حسینؑ مظلوم کا سر اقدس سونے کے طشت میں رکھ کر یزید کے دربار میں پیش کیا۔

بس اب منزل ختم ہے طشتیہ سپاہ سے ذرا آگے پانچویں ڈیوڑھی کا حیرت انگیز شاندار دروانہ آئے گا اس میں ایک ایسے قیمتی کپڑے کا فرش ہے کہ اسے دیکھ کر عقل دنگ رہا جاتی ہے اور یہ فرش جو دیبائے رومی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے' صرف اس لئے بچھایا گیا ہے کہ یزید صبح کو حمام سے باہر آئے تو اس پر چہل قدمی کرے تا کہ زمین کی گرد سے اس کے پاؤں محفوظ رہیں' بس چپ چپ اس فرش پر بیٹھ جانا اگر کوئی شخص سامنے آئے تو ہرگز کسی سے ہمکلام نہ ہونا۔ کچھ وقت گذر جانے پر ایک خوبصورت اور خوش

پوش غلام کو دیکھے گا اس کا لباس دیبائے سرخ کا ہوگا' اور یاقوتی رنگ کا دوپٹہ سر پر اور ایک انگیٹھی اُٹھائے حمام کی طرف جارہا ہوں اس غلام کے پیچھے پیچھے ایک سیاہ پوش غلام ہوگا اسے نہ بھولنا یہی وہ شخص ہے' جو تمہاری کلفتوں کے قفل کھولنے والا ہے یہ سیاہ پوش غلام ہمیشہ گریہ وزاری میں مصروف رہتا ہے یہ اپنی محنت سے روزی کماتا ہے اور یزید کے مطبخ کا کھانا حرام سمجھتا ہے پابند صوم وصلوٰۃ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حسین علیہ السلام کا سر مبارک اسی غلام کے کہنے سے یزید نے کربلا میں بھیجا تھا' اور حقیقت حال کا علم کسی کو نہیں۔

اے کثیر! جونہی یہ سیاہ پوش غلام تمہارے سامنے آئے فوراً اُٹھ کر عبداللہ کا خط سامنے رکھ دینا وہ خود یزید سے اس کا جواب لکھوانے کا اہتمام کرے گا۔ اغلب ہے کہ تم خود یزید کے آستان تک نہ پہنچ سکو (خداوند عالم تجھ اس آستان جہنم نشاں تک نہ لے جائے) کثیر نے آہستہ سے کہا

اے بھائی کثیر! خداوند عالم رازوں کا جاننے والا ہمارے راز کا ضامن! اب خبردار اور ہوشیار ہو کر اپنی راہ لے۔ خدا حافظ' والسلام۔

سبزی فروش دربار امامت کے سچے اور پاکباز درویش نے راہ رو جہاد مومن کو الوداع کہی اور وقت کی نزاکت نے اتنی اجازت بھی نہ دی کہ کچھ فاصلہ تک میزبان اپنے مہمان کی مشایعت کر سکے اب اس ولی صادق درویش نے دروازہ بند کر لیا اور کثیر ناد علیؑ کے ورد میں مصروف شاہی محلات کی طرف گامزن ہوا۔

بیشک! کثیر اس حقیقت سے ناآشنا ہے کہ آخر اس بوڑھے دمشقی کو الہام تو نہیں ہوتا اور وہ معلومات جو شہر کے ایک غریب صورت دوکاندار نے بہم پہنچائی ہیں' شاید ہی کسی زبردست حاکم یا محلات کے خاص الخاص ساکنین سے دستیاب ہو سکیں' سمجھ میں نہ آیا کہ اس میں کیا راز ہے۔

ہاں ہاں! کثیر کو یہ حیرت تو ہے کہ آج خلاف معمول وہ جدھر سے چاہتا ہے

گذر جاتا ہے۔ ہزاروں آفیسران اِدھر اُدھر گشت کررہے ہیں لیکن کثیر کی طرف کوئی انگلی تک نہیں اُٹھا سکتا۔

بہر حال کسی آفیسر کا رقبہ ممنوع سے کثیر کو باہر نہ دھکیلنا اس کیلئے خاص معجزہ تھا اور مزید برآں طرہ اینکہ آشنائے راز دوست کے ارشاد کے مطابق نہایت آرام واطمینان کے ساتھ بڑھتا چلا گیا' اور جس جس راستہ سے چلا۔ وہی نقشہ وہی منظر اور وہی وجود سامنے اآتے چلے گئے' جو سبزی فروشنے جتلائے تھے۔ حتیٰ کہ پانچویں منزل میں داخل ہو کر حسب تاکید شاہی فرش پر بے خوف وہراس بیٹھ گیا اور آخرین سین راحت نشین کا انتظار کرنے لگا۔

ناگاہ دو غلام آ گئے ایک سرخ پوش ہاتھ پر انگیٹھی لئے ہوئے اور دوسرا سیاہ پوش اسکے پیچھے' یہ حمام کے ملازم ہیں۔

یزید علی الصبح اُٹھ کر پہلے تو نماز پڑھتا پھر اُس کے بعد کچھ وقت تک وظیفہ کرتا اور ان سب امور سے فارغ ہو کر حمام میں جاتا۔ یہ اس کا معمول بیان کرتے ہیں۔

کثیر نے جونہی سیاہ پوش غلام کو دیکھا جلدی سے اٹھا اور بڑھکر اس کی طرف گامزن ہوا۔ سیاہ پوش غلام کی نظر کثیر پر پڑی تو وہ اپنے ساتھی کو چھوڑ کر کثیر سے متوجہ ہوا: آخر یہ کیا غفلت ہے؟ کیا تم گھر سے بازاروں کی سیر وتفریح کو نکلے تھے؟ یہ معلوم نہیں؟ کہ آسمان کی بجلیاں تڑپ تڑپ کر زمین کو جلا دینے کیلئے بے چین ہیں کیا یہ تمہاری فروگذاشت نہیں؟ کہ آج پندرہ دن سے تم ملک شام کے دارالخلافہ میں گھوم رہے ہو۔ حالانکہ فرزند مرتضیٰ نے مجھے اسی روز ہی ارشاد فرمادیا تھا جب تم نے سرزمین شام میں قدم رکھا۔

"آج ہمارا خاص خدمت گزار دمشق میں پہنچ گیا ہے جب تم سے ملاقات کرے اس کا خاص خیال کرنا وقت تنگ ہو رہا ہے فرصت بہت کم ہے' لایئے! جلدی لفافہ جلدی کیجئے! بادشاہ حمام جانے والا ہے۔"

کثیر نے لفافہ تو نکال کر سیاہ پوش غلام کے حوالے کر دیا لیکن خود اس کے کلام

سے متاثر ہو کر کانپا اور فرط تعجب سے غشی سی طاری ہو گئی آخر ڈیوڑھی کے اسی شاہی فرش پر ایک گوشہ میں بیٹھ گیا کثیر کی نگاہ محلات کی سنہری چھتوں پر پڑی' تو تڑپ گیا اس کے دماغ میں وہ خیالات جو آگے جا کر دعبل ؒ نے ظاہر کیے تھے چکر لگانے لگے۔

دِیارِ رسول اللہ اصبحن بَلْقعاً وَآلِ زِیَادٍ تَسْکُنُ فِی الْحُجُرَاتِ

آہ! آباد گھر رسول اللہ کا یوں برباد ہو جائے' اور آل زیاد حجرہ ہائے نفیس و پاکیزہ میں آرام کریں۔

بَنَاتُ زِیَادٍ فِی الْقُصُوْرِ مَصُوْنَۃٌ

وَآلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ مُنْھَتِکَاتٌ

آہ! اے زمانہ غدار ابنِ زیاد کی دختران تو عمارت ہائے بلند اور محلات شاہی میں پردہ نشین ہوں اور بیٹیاں رسول مقبول کی بے مقنع و چادر ہو جائیں۔

وَآلُ زِیَادٍ فِیْ حُصُوْنٍ مَنِیْعَۃٍ

وَآلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِی الْفَلَوَاتِ

افسوس! اولادِ ابنِ زیاد کو تو بلند و استوار قلعے رہنے کو ملیں اور دختران رسول اللہ کو برہنہ اونٹوں پر بٹھا کر بیابانوں میں پھرایا جاوے۔

وَآلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ تُسْبٰی حَرِیْمُھُمْ

وَآلُ زِیَادٍ اٰمِنُوا السَّرَبَاتِ

ذریت رسول ؐ خدا اور عترت بتول ؑ عذرا تو زنجیروں اور طوق میں قید ہوں' اور ابنِ زیاد اپنے بادشاہی محلوں میں آرام کریں۔

وَآلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ تَحْسِیْفُ جُسُوْمُھُمْ

وَآلُ زِیَادٍ غُلَّظُ الْقَصَرَاتِ

آہ! فرزندانِ رسول ؐ کی نعشیں تو زمین کربلا میں تپتی ہوئی ریت پر جھلسی اور رات کو ان پر شبنم

پڑے اور اولاد زیادا اپنے محلوں میں عافیت سے رہیں۔

سیاہ پوش غلام لفافہ لے کر غائب ہو گیا۔ شاہی کمرہ "ہیں! یہ لفافہ! حمام کا وقت ہے اور خلاف قاعدہ ایسی درخواستوں کا پیش کرنا درست نہیں' ہنگام فرصت کو نگاہ میں رکھا کرو' (یزید نے کرخت ہو کر کہا)

"ہاں حضور! یہ لفافہ ہے مگر اس میں نہ کوئی رپورٹ ہے نہ درخواست بلکہ اتنا ضروری ہے کہ اس بڑھ کر اور کوئی اہم دستاویز نہیں ہو سکتی" غلام نے عرض کیا۔ اس فقرے پر یزید چوکنا ہو گیا اور سیاہ پوش غلام کی طرف غور سے دیکھ کر لفافہ کی طرف متوجہ ہوا' اچھا یہ اہم اور ضروری کیا بلا ہے؟ کہتے ہوئے یزید نے لفافہ کھولا اور مطالعہ کرتے ہوئے اس کے چہرہ پر کئی رنگ آئے اب پھر غلام کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگا' ایک لمحہ کے بعد منہ میں انگلی دبا کر اور آنکھیں بند کر کے سوچنے لگا' دیر تک ساکت اور محو حیرت رہا۔ "عبداللہ بن عمر کا تہدید نامہ" خدا خیر کرے' آخر یہ کیا پیچیدگی ہے؟ اچھا اسے زیر تجویز ہی رہنے دو۔ آہستہ سے کہنے لگا۔

"حضور فال نیک ہے جلدی کیجئے! اور اس کے جواب میں توقف نہ فرمایئے (غلام نے کہا) اس پر یزید نے پھر سوچنا شروع کیا لیکن غلام نے جرأت سے کہا کہ شہنشاہ عالم! غور و تامل کا وقت نہیں۔ میرے اُن وعدوں میں سے یہ بھی ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنا ہوگا۔ عالی جاہ! سطوت پناہ اس کے جواب اور تعمیل میں بہت سی بھلائیوں کا راز مضمر ہے۔ اب یزید اٹھا اور پھر اسی سنہری آرام دہ کرسی پر بیٹھ گیا اور قلم دوات لیکر اس نے ایک حکم لکھنا شروع کر دیا۔

"دارالخلافہ دمشق (شام) بدولت بادشاہ شام یزید بن معاویہ بن ابوسفیان کی طرف سے عبیداللہ بن زیاد گورنر کوفہ (عراق) کو واضح ہو کہ اس حکم کے ذریعے مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کو فی الفور قید سے رہا کیا جائے اور اس میں ہرگز ہرگز توقف نہ

ہو۔ والسلام"۔ "شاہی مہر" خط بند کیا گیا اور غلام کے حوالے کرنے سے پہلے کہا:

"عبداللہ کا پیام نامہ کون لایا ہے؟ اسے حاضر کرو۔" چنانچہ سیاہ پوش گلام نے کثیر کو باشاہ کے سامنے پیش کیا۔ یزید نے غور سے معلّم کو دیکھا اور سوال کرنے شروع کر دیئے تم کہاں کے باشندے ہو؟ "پیدل آئے یا سواری پر۔" "تمہارا مذہب کیا ہے؟" "ابوتراب کی اولاد اور اس کے کنبہ کا کربلا میں قتل کیا جانا تم پر شاق تو نہیں گذرا؟" "اس وقوعہ قتل کے متعلق مدینہ کے لوگوں کا کیا حال ہے؟" کثیر ہمدانی کا بیان ہے کہ: "میں یزید کی شکل دیکھ کر گھبرا گیا اس کا مہیب چہرہ دیکھتے ہی میرے بدن میں لرزا پیدا ہوا اور پھر اس کے پے در پے سوالات نے میری زبان میں لکنت پیدا کر دی۔" کثیر نے دل کو مضبوط کرتے ہوئے سر جھکا کر گذارش کی:

"بادشاہ سلامت! میں عراق نژاد ایک لکڑ ہارا غلام ہوں نہایت غریب اور محنت مزدوری کرنا میرا پیشہ ہے' جنگل سے لکڑیاں لا کر شہر میں فروخت کرتا اور اپنا پیٹ پالتا ہوں' ایک عرصہ سے مدینہ میں میری رہائش ہے سرکار عبداللہ بن عمر نے مجھے چند دینار اُجرت پر حضور کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ پیدل آیا ہوں' اور ابوتراب اور اس کے کنبے سے قطعاً ناواقف ہوں' مدینہ کے لوگوں کے جذبات کو یہ بندہ حقیر کیا جانے؟"

غلام: (بات کاٹ کر) "امیر ابن امیر یہ ایک مزدور آدمی اور دیہاتی گنوار ہے اسے ان امور سے کیا غرض؟ اور ویسے بھی ہمارے دربار خلافت کو لوگوں کے اعتقادات سے کیا واسطہ؟" "ہے تو صحیح لیکن جس شخص کی رہائی کا حکم لکھایا جا رہا ہے وہ ہے ابن ابوعبیدہ ثقفی اور عراق کے شیعوں کا سرگروہ۔" یزید نے کہا

پھر شکستہ دلی سے وہ بند لفافہ کثیر کے حوالے کیا اور کہا کہ اگر مجھے کئی لاکھ دینار کا نقصان اٹھانا پڑتا تو منظور تھا لیکن یہ حکم نامہ تو نہ لکھوایا جاتا۔ مجھے عبداللہ بن عمر الخطاب کی خاطر منظور ہے میں ان کے احسانات سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ دربار کی

طرف سے دو ہزار دینار اور ایک خلعت کثیر کو دیا گیا لیکن حسین علیہ السلام کے جانباز اور سرفروش سپاہی کو فرحت نامہ لفافہ کے مل جانے پر خوشی ہوئی' اس کا رنگ سرخ انار کی طرح ہو گیا۔ اور جھک کر بادشاہ کو تین دفعہ سلام کیا اور باہر نکل آیا۔ کثیر کو ہجوم افکار سے یا فرط کامیابی میں ڈیوڑھی کا دروازہ بھول گیا لیکن سیاہ پوش غلام نے جلدی سے پہنچ کر رہنمائی کی۔ "بھائی! تو بھی تو آخر اسی خاک پاک کا ایک ذرہ ہے جس میں مل کر پامال ہو جانے کی یہ خاکسار خاکپائے ابوتراب دارین کا فخر جانتا ہے لہٰذا اپنے اثر سے مجھے محلات سے باہر نکالئے!" کثیر نے کہا "اچھا تو جلدی قدم اٹھا اور میرے پیچھے ہولے بہت جلدی کر شاہی حمام کا وقت ہے اور مجھے فرصت نہیں۔" کثیر غلام کے پیچھے ہولیا' اور یہ دونوں سب ڈیوڑھیوں سے باہر نکلے' سیاہ پو اپنے ہمدانی میزبان سے معانقہ ومصافہ کرنے کے بعد روتے ہوئے یہ کہہ کر واپس ہوا۔ "زمینِ کربلا سے جب گزر ہو تو انگشتِ شہادت کے اشارہ سے کہہ دینا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَآاَبَاعَبْدِاللهِ" کثیر چشم پُرآب ہو کر احاطہ ہائے محلات سے باہر نکلا اور شہر دمشق میں داخل ہوا۔ اب دوپہر ہو گئی تھی' آفتاب نصف النہار پر تھا ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر سوچنے لگا۔

گیارھواں باب

عرب کے مسافروں کی ہمدردی

اگرچہ کثیر کو یونہی طویل منزل کی فکر ہے لیکن اس کے ضمیر نے مناسب نہ سمجھا کہ اپنے مخلص رہنما بوڑھے سبزی فروش کو اطلاع کئے بغیر دمشق سے رخصت ہو جائے دن ڈھل چکا تھا سول لائن اور شہر کے درمیان باغات کا سلسلہ دور تک نظر آرہا ہے' کثیر نے اُٹھ کر نہر کے راجباہ پر وضو کیا اور ایک باغ میں جا کر نماز ظہرین ادا کی اور درگاہ رب العالمین میں بصدِ خشوع و خضوع اپنی کامیابی اور نصرت کیلئے دعائیں مانگیں' شہدائے کربلا کی زیارت پڑھی اور شہر کی طرف چل دیا۔

کثیر نے واپسی پر چونکہ باغات کا دوسرا راہ اختیار کر لیا تھا اس لئے سبزی فروش کا مکان و دکان بھول گیا شہر میں داخل ہو کر ہر چند کوشش کی لیکن خدا کی شان ! اسے اپنے میزبان کی ملاقات نصیب نہ ہو سکی اب اس نے اس کس مپرسی کے عالم میں شہر دمشق کی شب باشی کو بھی اپنے لئے موزوں و مناسب نہ سمجھا لہذا سراسیمگی میں ہی باہر نکل گیا اور چند رہگذر دیہاتیوں سے یہ معلوم کر کے کہ مدینہ منورہ کو یہی سڑک جاتی ہے' ارض حجاز کا راستہ لیا۔

اب کثیر ملک شام سے عرب کی طرف روانہ ہوتا ہے یہ ہمدانی مجاہد ابھی چند میل کی مسافت طے کرنے نہ پایا تھا کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ مصیبت یہ تھی کہ اندھیرے میں کچھ سوجھائی نہ دیتا اور راستہ دکھائی نہ دیتا تھا نہ کوئی بستی نہ رفیق سفر' سنسان جنگل' البتہ تھوڑے فاصلہ پر کھجوروں کے جھنڈ اور سکوت کا عالم بھیانک منظر کبھی کبھار جنگلی جانوروں اور درندوں کی چیخیں کانوں میں گونج رہی ہیں۔

چپکے سے ریت کے ایک ٹیلے پر جھاڑیوں کی اوٹ میں بیٹھ گیا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اس نے کیوں نہ بے وقت شہر کو چھوڑا کاش کج حاور بھی تلاش بوڑھے میزبان کی کی ہوتی اب وہ یا مظہر العجائب کا ورد کرنے لگا اس کے دل پر لفظ اذ ریگنی سے ایک کوس لگی کہ ناگاہ اس کے کانوں کو جرس شتر (اونٹ کی جھانج) نے اپنی طرف متوجہ کیا جو کچھ فاصلہ پر جا رہا تھا' کثیر نے نہایت جرات سے اندھیرے ہی میں اس آواز کے پیچھے تیزی سے چلنا شروع کیا' نزدیک پہنچ کر معلوم ہوا کہ چند اعراب کا قافلہ سرگرم سفر ہے جس میں چند پیدل اور بعض شتر سوار ہیں۔ ''ارے اس سنسان جنگل میں تو تنہا انسا ک کون'' (ایک شتر سوار نے کہا) ''بھئی! میں ایک دور افتادہ منزل راستہ بھول گیا ہوں' کثیر نے ڈرتے ہوئے کہا۔ ''میاں! اندھیری رات اور ملک شام کا میدان یہاں پر راستے کا بھول جانا تو بہت خطرناک ہے آخر تیرا مقصد کیا اور منزل کہاں ہے؟'' ایک عرب نے پوچھا۔

''اچھا اچھا! باتیں بھی کرو اور جلدی جلدی قدم بھی اٹھاتے چلو' شتر سوار نے کہا۔

اب کثیر نے ایک من گھڑت رام کہانی بیان کرنی شروع کر دی اور یہ معلوم کر کے کہ بس قافلہ کے لوگ عازم حجاز ہین ساتھ ساتھ چلنے لگا تقریباً نصف رات ہونے کو تھی کہ قافلہ نے ایک چشمہ آب پر ڈیرے ڈال دئے' کثیر نے ایک طرف ہو کر وضو کیا' اور نماز مغربین قصر ادا کی اہل قافلہ کی دعوت پر کچھ ستو تناول کئے اور جنگلی جھاڑیوں کے پاس ریت ہی پر لیٹ گئے پہلے تو ان کا ایک حدی خواں کچھ گاتا رہا' پھر ان عربی مسافروں نے رفتار زمانہ پر تنقید شروع کر دی'''' پیغمبر اسلام نے دنیا کو را حقیقت دکھا دی تھی' حق و باطل میں امتیاز کر کے گمراہوں کو خدا کی راہ پر چلایا قتل و غارت کے خوگروں کو خدا پرست بنا کر حقیقی تہذیب سے بہرہ یاب کیا عرب و شام کے جاہلوں کو مہذب انسان بنایا لیکن افسوس! بدقسمت عربوں نے وفات رسولؐ کے بعد خدا پرستی کو چھوڑ کر دنیا طلبی اختیار کر لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان رسالت کو جو اسلام کے ذمہ دار اور وارث تھے

تھوڑے ہی عرصہ میں ختم کردیا گیا۔ اور عرب کی تلوار نے اسلامی تمدن کو خاک میں ملادیا غضب ہے کہ یہ تیغ بیدریگ اب تک میان میں نہ ہوسکی" ایک عرب نے کہا۔

"لیکن اب کیا ہے؟ بنی امیہ کا دور دورہ اور پیغمبر کے خانوادہ کا خاتمہ" بات کاٹ کر کہا۔ "کیا اب کوئی صورت دنیا کیلئے امن وطمینان کی پیدا ہوسکے گی؟ لاواللہ! اولادِ بنی وعلیؑ کو بیدردی' سفاک یا در بربریت سے ذبح کیا گیا ہے اس کا انجام بھی تو اچھا نظر نہیں آتا۔ دوسرے نے کہا۔ "میاں انجام ظاہر ہے آپ ذرا حدود شام سے باہر نکل کر دیکھیں تو ہر طرف "جذبہ اِنتقام" کارفرما ہے"

"ارے "جذبۂ انتقام"؟ لاحول ولاقوۃ' جناب اب یہ تاب وتوانائی کس میں؟ حکومت ہے حکومت سلطنت ہے اور وہ بھی ایسی سلطنت کہ اس کی جاہ وحشمت کی دھاک تمام ممالک میں بیٹھی ہوئی ہے" سالار نے چپکے سے کہا۔ "احمقو! ذرا اس اجنبی مسافر کا تو خیال کرو کہیں کل کو سب کا کچومر نہ نکل جائے۔"

"نہیں صاحب! وہ تو تھکا ماندہ کبھی کا سوگیا ہے یہ سنئے تو! کس مزلے سے خراٹے بھر رہا ہے" (خیر ویسے بھی اس غریب کو ان امور سے واسطہ کیا) "ذرا ہلا کر دیکھ لینا چاہئے" "جی ہلانے اور آواز دینے سے خراٹے زیادہ ہو گئے ہیں" (سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے)

"خیر میاں! اگر عراق کے شیعوں نے کوئی پانسہ پلٹا تو موجودہ حکومت کی بھی خیر نہیں" "اونہہ!! عراق کے شیعہ گل سڑ گئے جیلوں میں لیکن اب ان میں ہے ہی کون؟ جو گورنمنٹ بنی امیہ کے سامنے "جذبہ انتقام" کا مظاہر کر سکے"

"نہ بابا' توبہ کیجئے! اور یہ نہ کہئے علیؑ والوں کا ایک ایک لاکھوں پر بھاری" دوسرے نے کہا۔ "خدا کی قسم آج بھی دنیا کے سینے چیر کر دیکھے جائیں' تو معلوم ہوگا کہ قتل حسینؑ کے بعد کتنا جہان اس کے "خوں بہا کے نام اپنے خون بہانے کو تیار ہے" یہ سب کچھ

درست ہوگا لیکن کہنے اور کرنے میں بہت فرق ہے۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و در ماندگی

"عراق کے شیعہ پانسہ ہی کیا پلٹیں گے؟ یہ غدار اس وقت کہاں تھے؟ جب مسلم بن عقیل کو دارالامارہ کوفہ میں لے جا کر قتل کر دیا گیا' کوفہ کے شیعہ' عراق کے شیعہ" کثیر سویا ہوا تو تھا نہیں' وہ تو اس قافلے کی یہ آزادانہ خلاف توقع تقریریں نہایت آزادی سے سن رہا تھا' آخری فقرات سنتے ہی چونک پڑا اور بولا "میرے ہمصفیر و ہمسفرو! میں نے آپ سب کا سب کلام سنا لیکن مجھے اس میں کچھ کلام کرنا ہے"

اس پر سارے کا سارا قافلہ چوکنا ہو گیا ان کے سینے خوف کے مارے دھڑکنے لگے ایک نے آہستہ سے کہا۔ ھذا جاسوس (یہ تو کوئی سی آئی ڈی والا) فَاضْرِبُوا عُنُقَهٗ' (ارے اس کی گردن اڑا دو جی) کثیر بہت جلد بات کاٹ کر بولا:

"ایک مومن مولائی مرتضائی اور آلِ محمدؐ کا فدائی ہوں وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا اَقُوْلُ' بہتر ہوتا کہ آپ سے کی نگاہوں میں سویا ہوا معلوم دیتا لیکن فدائیان اہلبیت رسالت کے متعلق غدار کا لفظ نہ سن سکا۔ دوستو! تو یہ بتلاؤ کہ بریر ھمدانی بھی تو شیعہ اہلبیت تھا' عمر بن خالد ازدی کون تھا؟ اچھا تو مالک بن اوس اور حباب بن ارت انصاری اور عمر بن جنادہ کی خدا کی رحمتیں ہوں ان یہ سب کے سب شیعہ ہی تو تھے کیا آپ مسلم بن عوسجہ اسدی کی جانثاری یاد نہیں' سبحان اللہ حر ریاحی کیسا شیعہ تھا۔ اور حبیب ابن مظاہر و زہیر ابن قین کے نام شاید آپ نے نہیں سنے؟ کوفہ میں بھی جن لوگوں نے آلِ محمدؐ کے نام سے قربانیاں دی ہیں۔ آپ لوگ تو ان سے کیا آشنا ہوں گے؟ میں ایک ھمدانی ہوں اور کوفہ میں ہی میری سکونت ہے میں نے وہ دیکھا جو آپ نے سنا تک نہیں۔ عزیزو! ہر شیعہ کہلانے والا شیعہ نہیں ہوتا' اس دعوے کیلئے جان دینا" دلیل ہے۔

''ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں؟''

ابتلا ہے اور وہ بھی چندروزہ وہ وقت بھی جلدی تر آنے والا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے دعویداروں (خبیثوں) اور سچے مدعیوں (طیبوں) میں تمیز کرادے۔ قافلہ سالار: اچھا تو کیا آپ بھی محب اہلبیتؑ اور طرفدار آل رسول اللہؐ ہیں؟

کثیر: الحمدللہ! کہ مجھے محبت اہلبیتؑ کے دعوے کا شرف حاصل ہے بداعتقادی کا برا ہو! کہ ایک عرب اپنے قافلہ سالار کو اندھیرے میں الگ لے گیا اور آہستہ سے کہنی لگا: اس مسافر کی چکنی چپڑی باتوں میں نہیں آنا چاہیے معقل کوئی بھی تو شیعہ بنا ہوا تھا۔ ہر حال میں اپنا راز اس سے زیادہ ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اسکی رات بھر کڑی نگرانی کرنی چاہیے صبح سویر دیکھا جائے گا۔ بہرحال انہی باتوں میں رات بہت زیادہ گزر گئی قریب تھا کہ مرغ سحر بانگ بلند کرے سب کے سب سو گئے۔

صبح سویرے جبکہ ان سب نے ایک ہی صف میں نماز ادا کی قافلہ پر بصد نگاہ تجسس آشکارا ہو گیا' کہ ہمدانی مسافر ایک مرد مومن ہے' ورنہ کثیر کیلئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ اپنی جان کو محفوظ رکھنے کیلئے شاہی نامہ تک اظہار کرے۔ مردان راہ خدا کے نام لیواؤں نے کثیر کے بعض اوپرے حالات سے مطلع ہو کر بمنت وسماجت اپنا ایک تیز رفتار اونٹ پیش کیا اور کہا۔

''کثیر تمہاری منزل طویل ہے حجاز سے عراق تک جاتے جاتے چور چور ہو جاؤ گے اور ایک عرصہ گزر جائے گا ہم اپنی طرف سے اس جہاد حسینیؑ میں بطیب خاطر شامل ہونے کیلئے یہ ایک ادنیٰ سا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

کثیر نے عرب کے اس مخلص قافلہ کو سعادت اخروی سے محروم نہ رکھا' اور ہدیہ مومنین قبول کر لیا اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعائے خیر دی۔ اب ان مسافران راہ خدا نے

جنگل کی لکڑیاں جمع کر کے سبزی کھانا تیار کیا اور بعد تناول ایک شتر سوار کثیر کو ہمراہ لیا جو بہت دور تک جا کر اسے مدینہ منورہ کا راستہ دکھا کر واپس ہوا۔

اب تو کثیر معلم نہیں' بلکہ شتر سوار ہر سوی مجاہد ہے' اونٹ کو تیز رتار کر کے منزل بمنزل مدینہ منورہ پہنچا لیکن اب کی دفعہ جنابہ صفیہ شقفیہ سے ملاقات ممکن نہیں کی بلکہ ایک غیر معروف مقام پر پہنچ کر شب باشی کی رسول اللہ کے محلہ ہاشمیہ باب بنی ہاشم پر گیا لیکن آل محمدؐ کی خانہ ویرانی کا نقشہ نہ دیکھ سکا اس کا ارادہ تھا کہ حسینؑ کے گھر کو سلام کہے اور ان گلیوں کا بھی طواف کرے جہاں سے گزر کرنا ملائکہ مقربین کیلئے باعث فخر و مباہات تھا لیکن کیا معلوم؟ کثیر کی چشم تصور نے کیا کیا نقشے سامنے کر دیئے کہ ادھر نہ جا سکا۔

کھینچ کر چادر جو پھر تربت پہ میری ڈال دی
سچ بتا کیا مجھ کو اے دزد کفن یاد آگیا

دھاڑیں مارتا ہوا روضۂ رسولؐ پر پہنچا اور فاتحہ کہہ کر مدینہ منورہ سے رخصت ہوا۔ اب کثیر کا رخ عراق کی طرف ہے۔

بارھواں باب

کوفہ میں داخلہ اور مختار کی رہائی

بعض کہتے کہ کہ کثیر نے عبداللہ بن عمر سے بھی راہ ہی میں عارضی ملاقات کی لیکن لفظ ''انتظار'' کے سوا کی حقیقت کا انکشاف نہ کیا اس کی حقیقت یا تو کثیر کو معلوم تھی' یا تقاضائے وقت کی مصلحت بہرحال یہ شترسوار عراق کا رخ کئے برابر سفر کو طے کرتا جارہا ہے۔ آخر اپنی سرزمین پر قدم رکھا اور منہ لپیٹ لیا تاکہ کوئی شخص اسے پہچان سکے یہاں تک کہ عین دوپہرے کے وقت شہر کوفہ میں داخل ہو گیا ۔

خوب سا نظارہ قاتل نے تہ خنجر کیا سر دیا لیکن مہم عاشقی کو سر کیا

کثیر کو کسی شہری نے پہچانا نہیں کیوں کہ یہ اپنا منہ چھپائے ہوئے گا۔ یہاں تک کہ پہلے پہل سیدھ دارالامارہ میں پہنچا اور سرکاری دربانوں سے گذارش کی کہ وہ گورنر صاحب کو اندر جا کر اطلاع کر دیں۔ ''ملک معظم کا ضروری پیغام لے کر ایک شخص دربار شاہی (دمشق) سے حاضر ہوا ہے۔''

چنانچہ ابن زیاد کو اطلاع دی گئی اور وہ فوراً باہر نکل آیا۔ شاہی پیغام رساں حاضر ہوا۔ لیکن اب وہ بغیر کسی نقاب وحجاب کے ننگے منہ کثیر ھمدانی تھا۔

جونہی ابن زیاد نے کثیر کو شاہی پیغام کے ساتھ دیکھا اس کا دل اچھلنے اور کلیجہ دہلنے لگا' تصویر حیرت ہو کر خط کھولا اور بنظر ادب وتعظیم اٹھ کر بوسہ دیا' سر پر رکھا اور حکم نامہ پڑھ کر پھر کرسی پر بیٹھ گیا اور نہایت غور سے کثیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر خوفناک لہجے میں کہنے لگا۔

''اے او معلم! اگرچہ میں تمہیں اور تمہاری قوم تک کو اچھی طرح جانتا تھا' کہ تم لوگ

اعتماد کے قابل نہیں ہو لیکن آخر انسان ہے تمہارے حلف وفاداری پر میں بھی دھوکا کھا گیا۔"
"ہمارے باانصاف حاکم! اور سلطنت عراق کے بااختیار والی! میں اس تعریف کو سمجھ نہیں سکا۔" کثیر نے عرض کیا
"کثیر! تو نے یہ وہ کام کیا جو کسی انسان سے ممکن نہ تھا اور مجھ سے تمہیں سرزمین عراق چھوڑانے کی وہ حرکت سرزد ہوئی کہ ایک عاقبت اندیش انسان سے نہیں ہو سکتی افسوس !صد افسوس!!" ابن زیاد نے کہا" کثیر نے جواب میں عرض کیا۔" بخدا! میں نے حق کی حمایت میں حلف اٹھایا تھا۔ انشاء اللہ میں حق پر قائم ہوں اور تا قرب قبر و قیامت حق پر قائم رہوں گا۔"
"حضور! حکمین کے قصہ صفین میں کن کن لوگوں نے کن کن لوگوں پر اپنا اعتماد ثابت کیا؟ لیکن ہماری حمایت حق کی داد آپ عنقریب دیکھئے" اور اگر اس فدوی سے کوئی ایسی بات ظہور پذیر ہو گئی جو حضور کی طبع عالیہ کے خلاف ہو تو خیر! اب بھی کیا حرج ہے آئندہ کوئی قدم نہ اٹھائیے!" "بس بس! چپ رہ او انقلابی انسان! کیا تو میری ہلاکت کے ہی سامان فراہم کئے جا رہا ہے؟" اتنا کہا اور دربانِ خاص کے ہاتھ ذیل کا حکم نامہ لکھ کر داروغۂ جیل کے نام بھیج دیا۔
"واضح ہو کہ بروقت رسیدگی حکم نامہ ہا بدولت (گورنر عراق) مختار ابن ابو عبید ثقفی کو فوراً فوراً بغیر توقف حسب فرمان شاہی رہا کر کے ہمراہ دربان سرکار دارالامارہ میں پیش کرو۔" (سرکاری مہر)
"اور تم اے معلم! تعمیلِ حکم تک دارالامارہ (عدالت) میں حاضر ہو۔" یہ کہا اور خود اندر چلا گیا اور سر پکڑ کر بستر پر اوندھے منہ بیٹھ گیا۔" ہائیں! نصیب اعدا آپ کی حالت خلاف معمول کیوں متغیر ہو رہی ہے؟ الٰہی! یہ چہرے پر ہوائیاں سی اڑ رہی ہیں آخر وجہ بھی تو فرمائیے!" (ابن زیاد کی زوجہ نے پوچھا)

''امورسلطنت میں دخل دینے کی ضرورت نہیں' کنیز سے کہدو! کہ بہت جلدایک جام شراب ارغوانی کا حاضر کرے اور لخلخہ عطریات ومفرحات میرے تاپوپر رکھے جائیں'' ان تمام احکام کی تعمیل کی گئی اور ابنِ زیاد بہت دیر تک بستر اضطرار پر لوٹتا رہا۔ دربان خاص نے گورنر کا تحریری حکم سپرنٹنڈنٹ جیل کے دفتر میں پہنچ کر میز پر رکھا جسے مطالعہ کر کے خلاف معمول داروغہ نے کھنگالا اور جیل کے اندر داخل ہوا۔ ''مختار! مختار!! ؎

تاریخ عیش ماشب دیدار دوست بوُد

عہد شباب وصحبت احباب یادیاد

لے میاں ثقفی! تجھے عرصہ مدید کے بعد مصائب اور قیدوبند سے رہائی مبارک!'' یہ کہا اور مختار کے طوق وسلاسل اتار کر اسے معہ دربان کے دارالامارہ میں پیش ہونے کا حکم دیا اور دو سپاہی سرکاری طور پر مختار کے ہمراہ کر دیئے۔ مختار اس وقت نہایت نقاہت وضعف کے عالم میں تھا' حکم سنا طوق وزنجیر سے مخلصی پا کر یا اللہ یا حافظ یا ناصر تو میری مدد کر کہ منزل مقصود بہت دور ہے۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٖ کہ میری پہلی منزل جہاد ختم ہوئی کہتے ہوئے آہستہ آہستہ جیل سے نکلا لیکن کئی کوٹھڑیوں سے چیخ پکار کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ؎

نکلتی کس طرح ہے جان مضطر دیکھتے جاؤ

ہمارے پاس سے جاؤ تو مڑ کر دیکھتے جاؤ

مختار نے پھر کر نہ دیکھا اور فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ (کسی نیک وقت کا انتظار کرو بھی تو اسی ساعت سعید کے انتظار میں ہوں) کہنے پر کتفا کی۔ اب مختار دربار ابنِ زیاد میں حاضر ہے۔

ابنِ زیاد دیر کے بعد کرسی امارت پر آ کر بیٹھ گیا اور نہایت وقار سے بولا۔ ''مختار تمہاری رہائی معلوم نہیں کس خطرناک مستقبل کا پیش خیمہ ہے اگر میری سیاست

وفراست کا اس میں داخل ہوتا تو میں جیتے جی اس فتنہ کا دروازہ کھلنے نہ دیتا لیکن اب تو میں شاہی حکم" سے مجبور ہوں البتہ یہ کہے دیتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ تمہارے عزائم وحرکات سے ناواقف نہیں اب مناسب ہے کہ تو لوگوں اپنی جانوں کی خیر مناؤ اور آئندہ کسی ایسے قدم اٹھانے سے مجتنب رہو جس کا انجام تمہارے اور تمہاری جماعت کیلئے تباہی اور بربادی کا موجب ہو۔" یہ کہا اور سرکاری مہمان خانہ میں ایک رات دن کیلئے رہنے کا حکم صادر کیا۔ دربان مع سپاہیوں کے مختار اور کثیر کو شاہی ضیافت خانہ میں لے گئے مختار کی حجامت بنوائی گئی غسل کرا کر اسے لباس نو سے ملبوس کیا گیا اور خلعت کے ساتھ نہایت پر تکلف کھانا حاضر ہوا۔ "الحمد للہ! عرصہ مدید کے بعد ہم دونوں کو ایک ساتھ تناول طعام کا موقع نصیب ہوا۔ کثیر نے کہا لیکن مختار نے کھانا اور آب سرد کے دیکھتے ہی دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دیا۔

"کثیر! یہ کھانا ایک جفا کار قوم کا کھانا اور میں کھاؤں؟ کثیر! میں نے جیل میں ہی سن لیا تھا کہ اسی کوفہ کے بازار میں اہلبیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ننھے ننھے بچوں بھوکے اور پیاسے بچوں پر لوگوں نے کھجوریں پھینکیں لیکن شریعت کے محافظ قافلہ نے پکار کر بچوں سے کہا۔ کِخ کِخ هٰذَا صَدَقَةٌ وَعَلَيْنَا الْحَرَمُ تھوک دو۔ یہ صدقہ ہے جو ہم آل محمدؐ پر حرام ہے اور اے کثیر! یہ آب سرد۔

روکے فرماتے تھے شہ ہیہات اے نہر فرات
ایک قطرہ نہ پیے آل پیمبر نکلا

اب کثیر نے بھی رونا شروع کر دیا کہ ناگاہ دربان نیا حکمنامہ لے کر پہنچ گیا: "مختار و معلم بعد تناول میرے دربار میں حاضر ہوں۔ دونوں مجاہدین نے کھانے سے تو ہاتھ پہلے ہی کھینچ لئے تھے اب دوبارہ دربار میں حاضر ہو گئے۔" ہم رہا شدہ ثقفی اور معلم کو حکم دیتے ہیں کہ وہ شہر کوفہ کے کسی شخص کی ملاقات کئے بغیر فوراً حدود عراق سے باہر چلے جاویں۔"

دل مبند اے جن من بر دعدہ شاہ ووزیر
کس نمیداند کہ کاوش از کجا خواہد کشاد حافظ

سرکاری ملازم ان دونوں کو شام کے وقت جبکہ بہت اندھیرا چھا گیا تھا کوفہ سے باہر لے نکلے کثیر بیچارہ جو سینکڑوں میلوں کی مسافت طے کر کے ابھی ابھی اپنے وطن مالوف میں پہنچا تھا پچھلے پاؤں پھر ملک بدر ہوا اور مختار کا تو حال ہی تو نہ پوچھئے! بے بہا نقاہت کے باوجود اسے جبراً آوارہ وطن ہونا پڑا۔ لیکن ان مجاہدوں کے دل بھی کس بلا کے تھے۔ چلو ایک اور منزل سہی کہتے اور فوراً سنبھل جاتے کوفہ سے ابھی چند میل طے کئے تھے کہ ایک چھوٹے سے پانی کے تالاب پر بیٹھ گئے۔ سرکاری ملازم ساتھ تھے۔ مختار و کثیر کوئی راز کی بات ہرگز نہ کر سکتے تھے' کہ ایک ملازم نے آہستہ سے کہا۔

''خدا تمہیں اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ دوسرا ملازم: بحق محمد و اہلبیت محمد علیہم السلام'' تیسرا ملازم: مقصد بھی کوئی معمولی نہیں۔ مختار: خدا دشمنان آل رسول کو تباہ کرے۔ کثیر: ارے احتیاط! احتیاط!! مختار: ''بھئی کوفہ کی حد سے نکل آئے قید سے چھوٹ گئے پھر ملک پدر بھی ہو گئے اب باقی کیا ہے؟ جس کی احتیاط کریں۔'' ملازمان بیک زبان: ہمارے ہم خیال و ہم عقیدہ مومنو! دعا ہے کہ ہم سب کا حشر فدائیان حسین علیہ السلام کے ساتھ ہو۔ کثیر: ارے تم بھی شیعہ ہو۔ ملازم ۔

رنگیں رہے گا خون شہیداں سے کوئے دوست
فردوس کو بہار کو بیم خزاں نہیں

مختار و کثیر اب رو رو کر ان سب کے گلے ملے۔ اور کثیر نے التجا کی کہ وہ اپنا اونٹ بریدہ کندی کے مکان میں چھوڑ آیا ہے اگر ہو سکے تو رات میں واپس لا دیں اب یہاں سے یہ سب احباب واپس کوفہ کو رخصت ہوئے اور مختار اور کثیر اندھیری رات میں اس جنگل کے مہمان رہ گئے۔ کثیر: بھائی مختار! یہ ہے قسمت کی ہار! بدبخت ابن زیاد کف افسوس ملتا تھا کہ

کیوں اس نے مجھے کوفہ چھوڑنے کی اجازت دی لیکن نہ صرف مجھے بلکہ تمہارے ایسے مجاہد سردار کو بھی ساتھ کر کے کوفہ سے باہر نکال دیا۔ تمھیں ملاعنہ کے پاس سوائے جبر و جفا کے کوئی سیاسی تدبیر ہے بھی کیا: مختار نے کہا" اچھا تو اب آئندہ پروگرام کیا ہونا چاہیے؟" کثیر نے دریافت کیا۔

"عَرَفْتُ رَبِّي بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ" "مولی المومنین" کا ارشاد ہے ہم کیا اور ہمارے پروگرام کیا ارادے بلند رکھے لیکن توفیق الٰہی کے ساتھ۔ ابھی تو معلوم نہیں کہ یہ سپاہی جو ہمیں حدود عراق سے باہر نکالنے آئے تھے یہیں سے واپس ہو گئے ہیں' گئے تو ہیں تمہارا اونٹ لانے لیکن نہ جانے یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے دیکھیے! اس نخلستان عراق میں اب گونسا گل کھلتا ہے؟ مختار نے کہا' لیکن میرا ایمان ہے کہ یہ سپاہی واقعی مخلص تھے۔

امیر مختار: اس سرزمین میں کئی لاکھو فدائیان آل محمدؐ آپ کو ملیں گے لیکن وقت کا انتظار ہے کثیر نے کہا۔ مختار نے ایک ساعت کے سکوت پر جواب دیا کہ کثیر! ذرا اونٹ کا انتظار کرو اگر یہ فال سعید نکلی تو یہیں پر آج رات کٹنے تک ہمارا پروگرام بن جائے گا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سپاہی اونٹ لے کر جنگل بربر میں پہنچ گیا۔ لے میرے مومن بھائی' اپنی امانت' لیکن حرس کو اس کے گلے سے اتار دو۔

کثیر اٹھ کر اس کے گلے ملا۔ عزیز از جان! کمال جرات و شجاعت ہے کہ اونٹ فوراً واپس لے آیا۔

سپاہی: میں ہوں حیدری' علی مرتضیٰ کا نام لیوا' رازداری' حق شناسی' امنت داری' خطاپوشی' بس یہ ہماری ہی جماعت کا حصہ ہے کثیر نے فکر رہو' مطمئن رہو میں منافق نہیں غدار نہیں' سرفروش ہوں' جان نثار اہلبیت اطہارؑ ہوں غدر و نفاق کی تعلیم علیؑ و اولاد علیؑ نے نہیں دی۔ مختار چپکے سے یہ سب باتیں سنتا رہا اور ایک لحظہ خاموش ہو کر بولا۔" ارے خدا کیلئے اتنا تو بتلاؤ کہ کوفہ یا اس کے گرد و نواح میں سچ مچ کے شیعہ کہیں ہیں بھی یا نہیں: آہ! آہ! میں

تو بے انداز نام لیوایان آل رسول چھوڑ کر گیا تھا؟" سپاہی: ارے او جیل کے قیدی ے

رشک گلزار ارم تھا آپ کے جلوہ سے گھر

کلبہ احزان سے تم سب خیر و برکت لے گئے

کوفہ یہ پچیس میل لمبا شہر کوفہ جس کی سینکڑوں بستیاں ساحلِ فرات پر ساتھ ساتھ چلی گئی ہیں اور آپ ایک ایک گھر سے آشنا ہیں' آج بھی ضعیف ونحیف اور غریب شیعوں سے بھری پڑی ہیں لیکن کون ہے؟ جو شیعہ کہلا کر مفت کی حرام موت قبول کرے یہ سپاہ اور سرکار ملازمین قدم قدم پر آپ کو ان میں محبان آل رسول ملیں گے' لیکن کون ہے؟ جو ناحق اپنے جذبات پاکیزہ کے اظہار سے لقمہ اجل بنے یہ سب امور وقت سے تعلق رکھتے ہیں اچھا تو مجھے اب اجازت بخشئے! میرا دیر کرنا مصلحت ہے گلے ملکر بعد مصافحہ سپاہی رخصت ہوا۔

مختار و کثیر پھر اسی سنسان اور اندھیری رات کی فضا میں بات چیت کرنے لگے۔ "کثیر! مناسب یہ ہے کہ تم ابھی ابھی مجھ سے الگ ہو جاؤ اور اونٹ پر سوار ہو کر قبیلہ بن کندہ میں اشارۃً وکنایۃً لوگوں کی حوصلہ افزائی کرو اور چپکے چپکے فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ کی تبلیغ شروع رکھو' لیکن میرے جیل سے رہا ہونے کا تذکرہ کسی سے مت کیجیو! ایک ایک لفظ ایک ایک فقرہ تول تول کر منہ سے نکالنا' میں اس کی بار بار اور پر زور تاکید کرتا ہوں کہ تمہاری شکل وصورت اور بشرہ سے بھی آئندہ عزائم کا اظہار نہ ہو سکے کیونکہ ے

ترا صبا مرا آب دیدہ شد غماز

وگرنہ عاشق ومعشوق رازدارانند

کثیر: اچھا تو میں آپ کے ارشاد کے مطابق ابھی رخصت ہوتا ہوں' مگر آپ کا ارادہ؟ مختار: اللہ اللہ کس قدر طویل سفر ہے؟ ایسی سلطنت قاہرہ وجابرہ کے خلاف علم کھڑا کرنا سردست ہے ہی خودکشی اور سراسر ہلاکت اور پھر شریعت ہذی اس کی اجازت بھی

تو نہیں دیتی ہاں جہاد ہے دینی سو امام وقت کی اجازت کے بغیر؟ میں پہلے تو سید حامد ینہ منورہ جاؤں گا۔

کثیر (بات کاٹ کر) میرے عزیز دوست! یہ تو سرتا پا ثواب عظیم ہو گا بیچاری ناتواں و غمزدہ صفیہ کی خبر لو۔ اور جلدی خبر لو اور اس کے بعد بھائی جیسے مناسب ہو کرو میں حسب الحکم اللہ تعالیٰ کی توفیق و کرامت سے بنی کندہ و بنی ہمدان وغیرہ قبائل میں کام شروع کرتا ہوں۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُسْتَعَانُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

مختار: میرے کثیر!

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید

ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم خور

بے شک! یہ منزل کٹھن اور نہایت خطرناک ہے لیکن مومن غم کیوں کرے؟ ہر ایک راستہ آخر ختم ہو جاتا ہے۔ اب دونوں رو رو کر بغلگیر ہو رہے ہیں نظام روحانی کے ماتحت کثیر اپنے مختار سے جدا ہو گیا۔

''یہ اونٹ حاضر ہے نذرانہ قبول ہو'' کثیر نے کہا

''مناسب ہے کہ یہ سفر حجاز پیدل کروں۔'' مختار نے کہا

کثیر: ''آپ اس قدر لاغر و نحیف ہیں کہ توبہ توبہ! اس مشت استخوان سے یہ سفر طے نہ ہو سکے گا اگر یہ اونٹ موجود نہ ہوتا تو راہ خدا میں جان دے دینا ثواب عظمیٰ تھا لیکن یونہی جان پر کھیل جانا امر عظیم ہے۔''

مختار نے اس مشورہ کو قبول کیا اور فِیْ اَمَانِ اللہ شتر سوار عازم راہ حجاز ہوا اور کثیر بنی کندہ کو روانہ ہو گیا۔

✲✲✲✲✲

تیرھواں باب

مختار کا مدینہ میں داخلہ اور صفیہؓ کی مرگ شادی

شہید اسلام کا یہ شتر سوار بلند ارادوں کا حامل یہاں سے منزل بمنزل چل کر روز و شب کے بعد کئی دنوں میں عصر کے وقت مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچ گیا۔

سبز گنبد کو دیکھتے ہی زار و زار رونے لگا اور اونٹ سے اتر گیا' سامنے محلہ بنی ہاشم کی سنسان گلیاں' سارے گھر ڈھے گئے سادات کے ویران ہو کر' کی صدائیں بلند کر رہی تھیں' ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھا اور چیک کر بولا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور دوسری طرف نگاہ کی اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدَ اللّٰہِ الْحُسَیْنِ اے رسول ربّ العالمین کے پیارے فرزند! ہمارے حسینؑ! مظلوم اور مدینہ کے حسینؑ! آج کہاں ہو؟ کیا آپ کے نان اور باپ کے مدینہ میں آپ کی قبر کی بھی جگہ نہ تھی حسینؑ!

آج آپؑ کی ذریت طاہرہ و مطہرہ کہ گلستانِ یثرب کے خوشبودار غنچے تھے' آہ مدینہ کی زینت آج کہاں؟ سرزمین نینوا میں اے کاش ذبح ہونے سے پہلے مجھ غریب نینوا کو شرف ملاقات و زیارت حاصل ہوتا حسینؑ! حسینؑ! یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَکُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا! عَظِیْمًا یہ کہا اور غش کھا کر بے ہوش زمین پر گر پڑا یہ ابوترابی مجاہد اونٹ کے پاؤں میں دیر تک غلطاں خاک پڑا رہا کہ ایک مدنی نے اسے اس حال زار میں دیکھ کر اس کے آنسو پونچھے اور رومال سے چہرہ صاف کیا۔ بھئی! تو کون ہے؟ اور کہاں جائیگا؟ یہ کیا بیماری ہے (مدنی)

''شام ہو رہی ہے اور میں عراق و شام کا مسافر ہوں بس مجھے چھوڑ دے کہ اب ہوش میں ہوں۔ مختار نے کہا اب مختار حسب یاداشت سیدھا عبداللہ بن عمر کے گھر تک پہنچ

گیا۔ اتفاق کی بات ملاحظہ ہو یہاں باہر ڈیوڑھی کا دروازہ بند ہے اور اندر سے آوازیں بلند ہو رہی ہیں:

”صفیہ! اٹھو اٹھ کر کھانا کھاؤ یہ عورتوں والی ضد یہ کیا؟“ ”ارے میں ہزار مرتبہ کہہ چکی کہ جب تک مجھے اپنے بھائی کا پیغام عافیت نہ ملے کھانا نہیں کھاؤں گی۔“

صفیہ! آخر تو کب تک اس وحشت و فراق میں جان کھوئے گی؟ کسی ساعت سعید کا انتظار کر اور کھانا کھالے یہ ہلاکت اچھی نہیں“ ”ارے دروازہ کھولو! کوئی اس مکان میں ہے بھی یا نہیں؟“ (مختار نے زور زور سے دستک دی)

”کون ہے بھئی!؟ نام لو تو دروازہ کھولیں“

”اجی میں ہوں مختار ابن ابو عبید ثقفی کوفہ کا مسافر“ دروازہ کھول دیا گیا اور مختار کے لفظ پر ہی اس کی بہن (صفیہ) لاغر و نحیف صفیہ بستر علالت سے اٹھی اور گری پھر اٹھی ـــ

بند آنکھیں ہو گئیں بے ہوش ہو ہو کر گرے
سامنے پیاسوں کے کس نے رکھ دیا ساغر کھلا

ڈیوڑھی میں پہنچ کر مختار کو چمٹ گئی مختار اپنی بہن سے گلے مل کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا صفیہ نے دو دفعہ اپنے بھائی کا چہرہ دیکھا اور چیخ مار کر زمین پر گر پڑی دیکھا وہ صفیہ نہ تھی میت تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

عبداللہ اور اس کے عیال سب کے سب رونے لگے غرض مختار اپنی بہن کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوا۔ رات کا وقت تھا اور باہر کے دروازے بند زخم خوردہ مصیبت کے ماروں کو نیند کہاں مختار کبھی لیٹ جاتا کبھی اٹھ جاتا۔

”غمزدہ مختار! اب کہاں کا عزم ہے؟“ عبداللہ بن عمر نے دریافت کیا۔ مدینہ کے سردار! کیا آپ کو بھی نیند نہیں آئی؟ مختار بولا۔ مختار! تمہارے اضطراب سے میں اس قدر متاثر ہوا ہوں کہ میری بھی نیند اچاٹ ہو رہی ہے۔ آؤ کچھ باتیں کریں اور جی بہلائیں

عبداللہ نے کہا مختار: ''ہاں آپ نے کیا پوچھا؟ ارادہ! سنئے! میں یہاں سے مکہ معظمہ کو جانا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے ایک سخت مہم درپیش ہے مدت مدید گزر چکی ہے جب میں کوفہ سے چلا تھا لیکن ایک کانٹا ہے جو دل میں کھٹک رہا ہے۔''

عبداللہ: ''اگر کوئی ایسی مہم درپیش ہے تو صاف بیانی سے کام لیجئے! تاکہ اس کا تدارک کیا جائے۔'' مختار: ضمیر کی امانت ہے اور مکہ معظمہ میں پہنچ کر ادا ہو سکتی ہے اس سے زیادہ کیا کہوں؟ عبداللہ: ''مختار! اصل بات یہ ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ کی روح فرسا سرگذشت نے ملک میں ایک زبردست ہیجان و انقلاب پیدا کر دیا' ادھر مدینہ برباد ہوا' اُدھر مکہ تباہ اب وہاں جانا بھی خطرات سے خالی نہیں ہے۔''

مختار: افسوس! کہ میں تمام واقعات سے ناواقف ہوں آپ کی سفارش سے کثیر دارالخلافہ میں پہنچ کر یزید سے رہائی کا حکم لایا اور میں جیل سے نکلا اس کے بعد کوفہ سے مدتیں ہوئیں چل کھڑا ہوا بہن کا دم تھا' سو وہ بھی رشتہ ختم یہ بھی سن چکا ہوں کہ یزید مر گیا لیکن بعد کے واقعات معلوم نہیں۔ مدینہ! پھر آپ کی موجودگی میں برباد ہو یہ کیا قصہ ہے؟ عبداللہ: ''بس صاحب! آپ نے ایک ایسا سوال کیا کہ نیند حرام ہو گئی معاذ اللہ ایک قیامت تھی، جو مدینہ والوں نے دیکھی۔ لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔'' مختار: '' یہ واقعہ کیا ہوا؟ ذرا تفصیل سے بیان کیجئے!''

عبداللہ: ''میاں! جب آل رسولؐ کے حادثہ کی اطلاع ہمارے شہر میں پہنچی۔ تو شور مچ گیا ہر طرف حال پکار ہونے لگی' اسی ہیجان میں لوگوں نے خلیفہ کی بیعت توڑ دی شروع کر دی' میں نے ہر چند ان کو سمجھایا بجھایا اور حدیث رسول کی منادی کی کہ قیامت کے دن غداروں کا علم کھڑا ہو گا۔

لیکن مدینے کے ایک پاکباز صحابی ابن غسیل نے اس پر زور دیا کہ بس اب آسمان سے پتھر برسیں گے غضب غضب!! لوگ ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں سے بھی یزید کی

پیروی میں نکاح کریں شرابیں اڑائیں اور نماز روزہ یکدم موقوف اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ خلافت سے یکسر باغی ہوگیا۔ اُدھر دارالخلافہ میں اطلاع پہنچ گئی بادشاہ نے مُسرف جیرنیل کو یہ تحریری حکم دے کر ایک فوج جرار کے ساتھ روانہ کیا کہ تین شبانہ روز تک جو تمہارے جی میں آئے اہل مدینہ سے کر گزرو"

مختار: "لاحول ولاقوۃ" "جو جی میں آئے" اور حکمنامہ فوج کے نام! پھر کیوں نہ دیار رسول تباہ و برباد ہو؟ اچھا پھر کیا ہوا! معاذ اللہ منہ 'عبدالہ اخی میں تو حیران ہوں آپ یہ کیا سنا رہے ہیں؟

عبداللہ: "بھئی! بغاوت کے جرم میں حکومتیں کیا کیا نہیں کرتیں؟ خلافت اول میں جب اہل یمامہ نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تھا تو شاہی حکمنامہ لے کر سپہ سالار اعظم خالد بن ولید نے اہل یمامہ کے ساتھ کیا کچھ نہ کیا؟ حضرت مالک بن نویرہ صحابی رسول اللہؐ کے قتل کا واقعہ کے یاد نہیں؟"

مختار: "خیر اس وقت کوئی سنتا تو نہیں یہ سب فروگذاشتیں آپ ہی کے گھر کی ہیں 'معاف رکھنا' عبداللہ: (سخت لہجہ میں) ہمارے گھر کی؟ یہ ہے تمہاری حقیقت فہمی دیکھئے میرے والد ماجد جناب عمرؓ نے پورا زور لگایا کہ خالد بن ولید کو قتل صحابی اور اس کی زوجہ پر تصرف ناجائز کی سزا دی جائے لیکن کسی نے پروانہ کی۔ بلکہ استہزاء' آپ کو "یا بن الایسر" کہا گیا لیکن تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی خالد کو فوراً معزول کر دیا۔ اچھا تو سنئے ! میرے خیال میں ان پرانے مذاکرات میں کچھ دلچسپی نہیں اگر اس امر میں رفت و گذشت پر عمل کیا جائے تو اچھا ہے۔ عبداللہ بن عمر نے کہا

مختار: مگر یہ مصیبت کا دروازہ جو کھول دیا گیا' یعنی آل محمد کا بیدردی سے قتل کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام لخت جگر آہ! گوسفندان قربانی کی طرح بھوکے پیاسے رکھ کر ذبح کر دیئے گئے۔ حضور علیہ السلام کے ننھے ننھے بچے ایک ایک بوند پانی کیلئے

ساحل دریا پر بلکتے بلکتے رخصت ہوئے کیا اسلام کی بنیادیں قیامت تک کیلئے ہلا دی گئیں؟ کم از کم بھی! آپ اس صوبہ میں ایک ممتاز شخصیت اور نمائندہ سلطنت کی حیثیت رکھتے ہوئے اس پر نوٹس لیتے کیا یہ اعیان ملت کا فرض نہ تھا؟ انصاف شرط ہے (مختار رو دیا)

عبداللہ: (آہ سرد بھر کر) کتنی ناانصافی ہے؟ جس حکومت میں خود رسول دو جہان کی عزت و منزلت کا پاس نہ ہو۔ وہاں ما و شما کے نوٹس چہ معنی؟

میرا خدا گواہ! میں نے اس واقعہ ہائلہ کے سنتے ہی جب کہ مدینہ کی دیواریں کالی ہو گئیں۔ آفتاب دنیا سیاہ ہو گیا ایک خط اس مرنے والے بادشاہ (یزید) کو دارالخلافہ دمشق میں لکھ دیا تھا۔ کہ اے یزید ابن معاویہ! حسینؑ ابن علیؑ کے قتل سے اسلام میں ایک رخنہ عظیم واقعہ ہوا کہ خلقتِ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آہ!! بنی اُمیہ کی حسام خون آشام نے بنی ہاشم کی ان پاک اور معصوم ہستیوں کو موت کے گھاٹ اتارا جن کی شبیہ و نظیر مخلوق عالم میں نہیں مل سکتی۔

لیکن اس فاسق گستاخ نے مجھے احمق بتایا اور جواب میں لکھ مارا کہ:

''ہم تو استوار شدہ مکانات و محلات میں داخل ہوئے جس میں بڑے بڑے بلند تکئے لگے ہوئے تھے۔ عمدہ تریں فرش و فروش بچھے ہوئے تھے۔ اگر یہ ظلم ہے تو اس کی بنیاد تمہارے ہی گھر سے جاری ہوئی۔ دیکھ! مجھے اور میرے باپ کو صاحب اقتدار و حکومت کیا تو آپ لوگوں نے ہماری بیعت و استخلاف میں سوائے آپ لوگوں کے خصوصاً مدینہ میں اپنا معین و مددگار کون تھا؟ وغیرہ وغیرہ۔''

اور مختار! زمانہ کے طور و طریق کے کیا کہنے؟ اِدھر حسینؑ کے قتل کی اطلاع مدینہ میں پہنچی۔ اُدھر گلی کوچوں میں غل مچ گیا کہ:

کشتہ شدن حسینؑ اندر سقیفہ

لیکن کہیے! اس میں ہمارا اور ہمارے خانوادے کا کیا قصور؟

مختار: بھئی عبداللہ! مجھے بہت دن ہوئے یعنی کئی مہینے کہ کوفہ سے چلا تھا میں نے ایک حدی خواں شتر سوار کو یہ اشعار گاتے سنا نہایت دردناک لہجہ میں بول رہا تھا۔

أَعَلَى الْمَنَابِرِ تَعْلِنُوْنَ بِسَبِّهٖ
وَبِسَيْفِهٖ نُصِبَتْ لَكُمْ أَعْوَادُهَا
وَاللّٰهِ لَوْ تَيْمُهَا وَعَدِيُّهَا
عَرَفَ الرَّشَادَ يَزِيْدُهَا وَزِيَادُهَا

یعنی او بدنصیب مسلمانو! منبروں پر بیٹھ کر ان لوگوں پر لعنتیں کرتے ہو جن کی تلوار نے تمہارے اسلام کے علم کھڑے کئے' بخدا! اگر بنی تیم (خاندان حضرت ابوبکر) اور بنی عدی (خاندان عمر) نہ ہوتے تو ابن زیاد و یزید کا ہدایت پا جانا تعجب خیز تھا۔

بہر حال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں جا بجا آل رسول واہلبیت رسالت پر لعن وتبرا بھی ہو چکا ہے۔

عبداللہ: (بات کاٹ کر) اچھا تو اب ارادہ کدھر کا ہے؟ (اگر طبع اکتائی ہو تو چائے تردد کریں؟)

مختار نے محسوس کیا کہ عبداللہ بعض سیاسی باتوں سے گھبراتا ہے' (مختار تو سرفروش ہے مدینہ میں آ کر احتیاط سے بہت کم کام لیتا ہے لیکن عبداللہ کے سامنے سلطنت کے بحران کی نزاکت موجود ہے) صرف ایک پیالہ چائے درکار ہے' مختار نے کہا۔

عبداللہ نے اپنی ایک کنیز کو آواز دی اور چائے تیار کرنے کو کہا اس نے خواب راحت سے بیدار ہو کر گنگناتے ہوئے چائے پیش کی اور پھر اندر جا کر محو خواب ہو گئی۔

مختار: ''آپ بات کرتے ہوئے گھبرا جاتے ہیں اور پھر اتنے بڑے آدمی ہو کر'' کچھ اور بھی چائے ہے یا نہ ''بہت ہے اور لیجئے'' مختار! زمانہ نازک تریں ہے اور تمہیں واقعات سے آشنائی وآگاہی نہیں ۔تم کیا جانو؟ اس مدینہ میں کیا کیا واقعات ظہور میں

آئے؟ آج سارے عرب میں سیاسی رفتار کیا ہے؟ آپ تو پچھلے قصے بیان کر رہے ہیں۔ حال و مستقبل پر تو نظر کیجئے! (عبداللہ نے چائے پیتے ہوئے کہا

اب چند لمحات سکوت چھا گیا اور دونوں خاموش ہو کر چائے نوش کرتے رہے۔ اور مختار نے مکہ کے سفر ارادہ ظاہر کیا۔ عبداللہ: آج فضائے مکہ مدینہ سے بڑھ کر مکدر ہے میں مشورہ دیتا ہوں کہ چندے مدینہ ہی میں سکونت اختیار فرمایئے! اور ابھی تک تو فرقت کے زخم بھی اندمال نہیں ہوئے۔ ے

روح وقالب کی جدائی ہے جدائی تیری

دم نکلتا ہے جو تو نام سفر لیتا ہے

مختار: داغ فرقت کو دور کرتے کرتے ایک اور زخم کاری نصیب ہوا کل نام کل کا ہے 'خدا جانے آئندہ صبح کیا پیام لائے ع چو شب درمیان است بترس از بلا۔ اب تو بھی عبداللہ ے

نگارا در غم سودائے عشقت　　　　تَوَكَّلْنَا عَلَىٰ رَبِّ الْعِبَادِي

پس یہی مناسب ہے کہ میں مکہ معظمہ کا سفر کروں اور آپ میرے حق میں دعا کریں کہ میں اپنی مراد کو پہنچوں۔ عبداللہ کے سامنے مراد کا انکشاف اب تک نہ ہوا۔ اگر چہ وہ سمجھتا تھا کہ اس دور ہیجان خیز میں مختار جیسا ہم مردانہ رکھنے والا مجاہد کسی خاص مقصد کی خاطر عازم مکہ ہو رہا ہے۔

گو دونوں کی نیند اُچاٹ ہو گئی تھی لیکن رات کا صرف ایک حصہ باقی تھا۔ کہ چپ چاپ وہیں کے وہیں سو گئے۔ لحظہ کے بعد مرغ سحر نے اور پھر جلد ہی ہے مساجد کے موذنوں نے اذانیں بلند کیں۔ اندر سے آکر ڈیوڑھی میں لونڈی نے دونوں کو فوراً بیدا کیا ان لوگوں نے وضو کیا اور نماز فجر ادا کی۔

✲✲✲✲✲

چودھواں باب

مختار کا سفر مکہ معظمہ

آج ہمارا شتر سوار غالباً بطحیٰ کا مسافر کہلانے والا ہے۔ مختصر ما حضر سے فارغ ہو کر اور عبداللہ سے بغلگیر ہونے کے بعد اونٹ پر سوار ہوا۔ اور اپنی رخصت ہو جائے والی صفیہ کے در و دیوار سے سلام کہہ کر باہر نکلا اور نہایت رازداری کو سینہ میں چھپائے ہوئے محلہ بنی ہاشم کی طرف چلا گیا روضہ رسول اللہؐ و قبور عترت مطہرہ پر فاتحہ خوانی کر کے روتا ہوا واپس چلا آیا۔

مختار نے مصلحتاً کسی سے ملاقات نہ کی اور سیدھا مکہ کی راہ پر گامزن ہوا ابھی شہر سے تھوڑی ہی مسافت طے کی تھی۔ کہ عبداللہ بن رفیق نے اسے جاتے دیکھا اونٹ کی رفتار سے پتہ چلتا تھا کہ دور کا مسافر ہے۔ "ارے او شتر سوار! کہاں کا ارادہ ہے؟" ؎

گلوں کی پردہ دری کیا تمہیں ہوئی منظور
جو آج سیر گلستاں کو بے نقاب چلے

(ابن رفیق نے دور سے ندا دے کر کہا) ؎

برنگ سایہ روانہ ہوا میں جانب شرق
جو سوئے غرب وہ مانند آفتاب چلے

آپ مجھے بلائیں مت میں حسین ع کے قاتلوں کا سراغ رساں ہوں میں ہوں مجسم "جذبہ انتقام" میں دشمنان آل محمدؐ سے بدلا لینے والا ہوں۔"

اتنا کہا اور اونٹ کو تیز کر کے بغیر توقف نکل گیا یہ سفر اور بھی مصیبت خیز تھا اس لئے کہ عرب ان دنوں ایک ایسی سیاسی کشاکش سے دوچار تھا کہ قدم پھونک پھونک کر رکھ

کر چلنا اور کلام کو تول تول کر منہ سے نکالنا ہوتا تھا۔

مختار اپنی دھن کا سودائی کشیر کی جدائی کے بعد اپنے آپ کو زبردست تنہائی کے عالم میں پاتا ہے نہ کوئی رازدار نہ غمخوار نہ ہمصفیر نہ مشیر اندریں صورت یا تو مختار دلگیر ہے یا اس کا پریشان ضمیر لیکن عزم مصمم کے اس کوہسار میں اضطراب کا نام ونشان تک نہیں' جہاں دم ختم ہوا۔ وہیں رات بسر کی۔ کسی سے سن لی مگر اپنی نہیں کہی۔ رازداری کا یہ عالم کہ بقولے

نہ سوئے او فرستم پیام از آں ترسم
کہ برحکایت من مطلع شود پیغام

خود اپنے بہنوئی سے بھی ارادہ دلی کا اظہار نہ کیا آخر انسان ہے۔ جوش میں آ کر عبداللہ بن رفیق سے چلتے چلتے دل کی بھڑاس نکال ڈالی۔

مختار ایک عرصہ کے بعد مکہ کے قریب پہنچ گیا۔ ابھی چند میل مقصود میں باقی ہیں۔ کہ "قرص خورشید درسیاہی شد" غروب آفتاب کے بعد تھوڑے ہی فاصلہ پر مدھم سی روشنی نظر آئی۔ اب مختار نے یہ سوچنا شروع کیا کہ آیا اسے مکہ کا سفر قریب ہونے کی وجہ سے راتوں رات طے کرنا چاہیے۔ یا حالات کا جائزہ لینے کیلئے یہیں کسی بستی میں بسر کرے ۔ چنانچہ ایک قلیل وقت کی سوچ بچار کے بعد اس نے یہی مناسب جانا کہ سامنے والی روشنی پر ہی شب باشی کا انحصار ہو۔

مختار نے اونٹ کو سڑک سے اُتار کر دائیں جانب کا رخ کیا۔ نہایت ہی مختصر بستی کھجوروں کے جھنڈ تلے چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے دامن میں ایک عجب منظر پیش کر رہی تھی ۔ مجاہد راہِ خدا نے ایک جھونپڑی کے سامنے جو کھجور کے پتوں سے تعمیر شدہ تھی۔ اپنا اونٹ کھڑا کر دیا۔ اندھیرا بہت ہو چکا تھا۔ اتنے میں ایک بوڑھی عورت اندر سے نکلی ۔ اور شتر سوار سے مَنۡ اَنۡتَ کہہ کر جلدی سے یَا بُنَیَّا کی آوازیں دینے لگی حتیٰ کہ پاس ہی ایک خیمہ سے جو بالکل دکھائی نہ دیتا تھا۔ ایک خوبصورت نوجوان لَبَّیۡکَ کہتا ہوا نزدیک

آ گیا۔ مختار نے اس سے سَلاَمٌ عَلَیْکُمْ کہا۔ نوجوان عربی نے اسے ایک کھجور کے تلے اونٹ بٹھانے کا اشارہ کیا۔ اور مختار کو ایک وجیہ مسافر سمجھتے ہوئے ایک صاف گھاس اور پتھروں کے فرش پر بٹھا دیا۔

سلسلہ تعارف سے پہلے میزبان نے مسافر کو اس کی ضروریات کا سوال کیا۔ اور حسب طلب پہلے پانی پلایا۔ اس کے بعد ایک طشت تازہ خرما اور کچھ دودھ اونٹنی کا پیش کیا۔ مختار نے یہ کہہ کر ۔

برور اہم گدائے نکتہ درکار کرد

گفت بر ہر خواں کہ بنشستم خدا رزاق بود

خداوند عالم کا شکر گزار ہوا۔ اور آرام واطمینان سے بیٹھ گیا ابھی میزبان اپنے خیمہ سے نہ نکلا تھا کہ نزدیک کی پہاڑی سے اس کے کان میں اذان کی ندا آئی حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ

اب مختار "گل دیگر شگفت" کے انتظار میں بے چین تھا کہ میزبان خیمہ سے واپس آ کر یوں مخاطب ہوا۔ ہمارے معزز مہمان ! آپ کدھر سے آئے ؟ اور کس طرف جانے کا ارادہ ہے ؟" "عزیز میزبان! میں عربی نہیں ۔ بلکہ ملک عراق کا مسافر ہوں میرا ارادہ بیت اللہ شریف میں جانے کا ہے" مختار نے کہا۔

"اچھا تو آپ عراق کے کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں؟ اور مکہ میں داخل ہونے سے آپ کی مراد کیا ہے؟ میزبان نے پوچھا

"میرے عزیز! یہ داستان طویل ہے اور بیان کرنے کے قابل بھی نہیں، میں آج رات آپ کا مہمان ہوں، مناسب یہ ہوگا کہ نماز مغربین سے فارغ ہولوں اور اپنی داستان سے پہلے آپ لوگوں کے حالات سے معرفت حاصل کروں۔"

نوجوان نے انشاء اللہ کہہ کر وضو کیلئے پانی حاضر کیا۔ مختار نے نماز ادا کی اور اطمینان سے فرش استراحت پر بیٹھ گیا۔

''بیٹا! مہمان سے دریافت کرو کہ وہ قہوہ پئے گا؟ دور کا مسافر معلوم ہوتا ہے تھک گیا ہوگا۔'' (خیمہ کے اندر سے بڑھیا نے کہا) نوجوان نے بہت اچھا کہا اور مختار سے قہوہ پینے کی درخواست کی۔

مختار: عزیز ؎

کوفتہ بر عفرہ من کو مباش کوفتہ را نان تہی کوفتہ است

میں کافی ناشتہ کر چکا' دودھ کے بعد شاید قہوہ میرے لئے اچھا نہ ہو۔ میں تو چاہتا ہوں کہ اگر تم گھر کے کام کاج سے فارغ ہو چکے ہو تو فرصت کا وقت جب تک کہ نیند غالب نہ ہو میرے پاس گزارو۔ نوجوان نے باہر سے آواز دی کہ ''مہمان قہوہ نہیں پئے گا۔'' اور مختار کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

''اچھا تو آپ کہاں سے چلے؟ اور کہاں کا ارادہ ہے؟'' نوجوان نے سوال کیا بھائی! میں ایک مرد مسافر ہوں بہت دور سے چلا میرا وطن عراق ہے مدینہ میں اپنی بہن سے ملنے کی غرض سے آیا تھا۔ وہ مجھ سے ایک عرصہ دراز کے بعد ملی اور آنکھ جھپکتے ہی اپنے خالق سے واصل ہو گئی۔ مل کے بیٹھے بھی نہ تھے آنکھوں سے اوجھل بھی ہوئے۔ میں نے اسی پریشانی میں بیت اللہ الحرام کی زیارت کا قصد کیا۔ مختار نے جواب دیا۔ ''عراق سے کب روانہ ہوئے؟''

''یہ مجھے یاد نہیں' کئی مہینے ہوئے' مدتیں گذریں کہ سرگرم سفر ہوں' ہزاروں منزلیں طے کر چکا۔'' ''اس وقت سلطنت عراق کی کیا کیفیت تھی؟'' ''پس ابتری' افراتفری'' مختار نے اس عربی نوجوان پر حقیقت دل کا اظہار مناسب نہیں سمجھا' کیونکہ وہ اس سرزمین کے سیاسی حالات سے نابلد تھا۔ اگرچہ مدینہ میں کئی روز ٹھہرا رہا لیکن صرف عبداللہ بن عمر کے ہاں اور ملکی پیچیدگیوں کے باعث اس کے ساتھ بھی کھل کر گفتگو نہ کر سکا تھا یہی وجہ تھی کہ اس پر ارض حجاز کی تمام و کمال کیفیت بے نقاب نہ ہو سکی۔ اب ایک حقیقی ناواقف

اور سادہ لوح کی حیثیت سے مختار نے اپنے میزبان پر سوال کیا۔

''بھئی! آپ لوگ یہاں کے قدیمی باشندے ہیں یا مہاجر؟'' عرب: اجی ہم تو یہیں کے رہنے والے ہیں' چھوٹی سی بستی ہے کوء دس بارہ گھر ہونگے' یہ سامنے کی چند جھونپڑیاں ہی تو ہیں البتہ ان سے پرے چار پانچ قبیلے ہماری اسی بستی میں اور شامل ہو گئے ہیں۔ غالباً پندرہ بیس روز ہوئے یہ سب کے سب عراق سے آئے ہیں۔ اور چند ماہ سے ایک قبیلہ مدینہ سے ہجرت کر آیا ہے۔''

مختار: (حیرت سے) ''عراق سے تو بعض لوگوں نے ضرور ہجرت کی ہوگی کیونکہ شرفا کیلیے وہاں امن وامان کی کوئی جگہ نہیں جور واستبداد اور ظلم وستم کا دور دورہ ہے لیکن مدینۃ الرسول سے ہجرت کرنا چہ معنی؟''

عرب نوجوان بات کا لطف نہیں آئے گا کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور جلدی سے چار پانچ اشخاص کو بلا کر اپنے ہمراہ لے آیا۔

''لیجئے سرکار! ان ہی سے دریافت کیجئے! آپ نے چھوٹتے ہی ایسا سوال کر دیا جس کا جواب میرے پاس نہ تھا۔ یہ تینوں صاحب تو ابھی ابھی عراق سے آئے ہیں۔ اور وہ ہیں دونوں مدینہ کے مہاجر''

''کیوں دوستو! آپ عراق میں کس مقام پر اپنی بود و باش رکھتے ہیں۔ اور وہاں سے ہجرت کیوں اختیار کی؟ مختار نے پوچھا۔

ایک دوسرے کا منہ تکتے ہوئے گویا ہوئے سنو صاحب! (بات کاٹ کر ٹھیرو میں سناتا ہوں۔ ہم دارالامارہ (کوفہ) سے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر منزل (نخیلہ) میں رہتے ہیں اور قبیلہ ہمدانی ہیں ہمدانی ہمارا ایک عزیز عرصہ سے شہر کوفہ میں آباد تھا۔ مالدار اور اہل علم وفضل بھی نہایت دیانتدار اور متقی۔ بنی امیہ کی حکومت نے اپنی قدیمی سازشوں اور چالبازیوں سے ان لوگوں کی خفیہ فہرستیں مرتب کرنی شروع کیں

۔جو کسی نہ کسی رنگ میں پچھلی گورنمنٹ (عہد علیؑ) کے ہوا خواہ تھے۔تو ہمارے دوست ہمدانی کو پتہ چل گیا۔اس نے یوں چولا بدلا کہ بس ان ہی کا ہو گیا اس خیال سے کہ زمانہ باتو کتاب ص 173 از دتو با برانہ بساز" زندگی اسی میں ہے کہ مغائرت کا اظہار نہ ہونے پائے اور صاحب اقتدار طبقہ میں دھنس جاؤ۔چنانچہ بڑے بڑے افسروں رئیسوں اور حکومت کے کارندوں اہلکاروں کے بچوں کا اتالیق بن بیٹھا' نتیجہ یہ ہوا کہ صاف بچ گیا۔اور دوسرے وہ تمام لوگ جو علیؑ کے شیعہ کہلاتے تھے یا تو مارے گئے یا قید ہوئے۔

کرنا خدا کا کیا ہوا كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ ایک دن کچھ کہہ بیٹھا' اندر کی بات باہر نکل گئی پکڑا گیا اور قید ہو گیا تھا بڑا کایاں' ادھر اُدھر کی تدبیریں لڑا کر بری ہو گیا۔اور کمال یہ کیا کہ مدینہ اور دمشق وغیرہ کی دور دراز کی مسافت طے کر کے معلوم نہیں کس طرح ایک ثقفی سردار کو بھی کوفہ جیل سے رہا کرا لیا۔اس کے بعد اس ثقفی کا تو پتہ نہیں کہ ہے یا نہیں لیکن ہمارا ہمدانی آدھی رات آگے اور آدھی پیچھے ۔اندھیر گھپ میں مقام نخیلہ آ گیا۔بیچارے کی بیوی مدت ہوئی (بتلایا ہے کہ) فوت ہو گئی۔

کچھ مدت تو چپ چاپ بیمار بنا رہا لیکن اس کے بعد کنایوں' اشاروں سے چپکے چپکے تمام بنی کندہ اور بنی ہمدان کو اس نے منظم کر لیا۔(اِدھر اُدھر سے دیکھ کر) اور یہ ہیں سے کے سب شیعان علیؑ۔

بہر حال یہ معاملہ کئی مہینے ایک راز بنا رہا۔ کہ اچانک یہ صدائے فرحت افزا اور آواز دلنواز۔کانوں میں پہنچی کہ بادشاہ مر گیا (یزید پلید واصل جہنم ہوا) اس اعلان کے بعد گورنمنٹ کے افسروں اہلکاروں اور بڑے بڑے ارا کین سلطنت میں ایک غیر معمولی افراتفری پیدا ہو گئی چھپکا گرا بیل کے بھاگوں ذرا داؤ چل گیا۔سب کے سب قبائل پاسپورٹ کے بغیر سرحد عراق پھاند جانے میں کامیاب ہو گئے اور قافلوں کے قافلے سامنے کی سیدھی راہ سے بیت اللہ شریف کا رخ کئے ہوئے نظر آنے لگے۔اس مقام پر تو صرف ہم

ہی دو چار گھروں کا قافلہ آیا ہے اور وہ بھی قدرت خدا سے کہ راستہ بھٹک گئے۔

مختار: اس ہمدانی کا نام کیا ہے؟ ابن عامر کثیر ہمدانی مشہور ہے (سب نے جواب دیا) ان دوسرے قبائل کا پتہ نہیں کہ وہ کدھر گئے؟ مختار نے پوچھا۔ کیا پتہ؟ غالباً گئے کئے کچھ پیچھے آرہے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ تھوڑے سے تو نہیں جن کا پتہ دیا جاوے۔

"یزید کے مرجانے کی خبر تو مجھے عرصہ ہوا۔ دوران سفر میں ہو چکی تھی لیکن بعد کے حالات مجھے پر منکشف نہیں ہوئے (مختار نے آہستہ سے کہا) پھر عراقیوں سے مخاطب ہو کر بولا:

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ تمہارے کثیر نے ان ہزار ہاشیوں کو اکسا کر عراق سے ہجرت کرنے کیوں مجبور کیا؟ جبکہ یزید عنید ہی مر گیا"

"اونہہ! اتنا بھی سمجھ نہ سکا۔ بھلے لوگ! کوفہ اور نواح کوفہ میں آج کل بدنہاد ابن زیاد کا مکمل قبضہ ہو چکا ہے اور اس نے خصوصیت سے ہوا خواہان بنی ہاشم کی از سر نو گرفتاریاں شروع کر دی ہیں۔ کوفہ کی وسیع ترین جیل جس میں پہلے ہزاروں شیعہ قید تھے اس زمانہ میں تو اور بھی بھر پور ہو گئی ہے ان مہاجروں کے علاوہ کوفہ میں تو گرفتاریوں کی کوئی حد نہیں رہی۔

مختار سمجھ گیا کہ رفیق نے کام شروع کر دیا۔ اور قبائل کو منظم کر کے مکہ کی طرف بھیج رہا ہے "یارو! بچ کے رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ اس سرزمین میں بھی کہیں کھلے نہ جاؤ اور کوئی جاسوس تم پر کوئی نئی آفت نہ ڈھالے۔" مختار نے کہا

"تہ تہ تہ !!! جو لوگ عراق سے نکل آنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ (جہاں حکومت کی بجائے ریچھ بندر ناچ رہے ہیں۔ وہ ارض حجاز میں کسی کے ہتھے نہیں چڑھ سکتے جناب! خاطر جمع رکھیے!" عرب میزبان (بات کاٹ کر)

''نہیں نہیں، سرکار! آج کل مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی بادشاہی ہے
۔ واللہ بہت اچھا بادشاہ ہے علیؑ کے شیعوں کی تو یوں عزت کرتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔
ویسے ہے بھی محب اہلبیت" دوسرے چوتھے دن جانا ہوتا ہے جا کر دیکھئے! مکہ تو آج جک
شیعوں کا گڑھا بنا ہوا ہے۔"

''اجی مسقط' نیبوع 'یمن تک کے شیعہ کھچ کھچا کر مکہ میں پہنچ رہے ہیں
'سنا ہے۔'' ایک بوڑھے نے کہا۔ ''اجی رات زیادہ ہو رہی ہے آپ تھکے ماندہ مسافر ہیں
۔سو جائیے! ورنہ رتجگے میں زیادہ تکلیف ہو جائے گی۔'' میزبان نے کہا
سعادت مند میزبان! اگر ان سب کو اور آپ کو تکلیف ہو تو میں اجازت دیتا ہوں' ورنہ میرے
لئے عین راحت کا مقام ہے کہ یونہی بات چیت ہوتی رہے' تکلیف وغیرہ کا نام تک نہ لو۔
مختار نے کہا۔

ابن رشید: اگر مہمان کی اس قدر پاسداری طبع مطلوب ہو تو ذرا قہوہ گرم کرائے
! تا کہ طبائع اکتا نہ جائیں اور نیند کا غلبہ نہ ہو۔" (ایک بوڑھے نے کہا)
دوسرا بولا' غنیمت ہے کہ یہاں مل جل کے ہم دو چار بیٹھے ہیں۔ نوجوان جھونپڑی
میں گیا اور اپنی اماں کو آواز دی' کچھ قہوہ گرم کرائیے۔
''ارے میں تو دیر ہوئی سو گئی تھی ۔ اور رشید! کیا تم ابھی تک جاگ رہے
ہو خیریت تو ہے؟'' ابن رشید کی ماں نے جاگتے ہوئے کہا۔
''ہاں ہاں اماں جان! عراق و مدنی سب کے سب بیٹھے باتیں کر رہے ہیں
۔لونڈی سے قہوہ تیار کرائیے'''' خیر کوفہ وغیرہ کے حالات تو عرصہ ہوا۔ بگڑ چکے ہیں بلکہ
سارے عراق میں سعادت مند مومنوں کا انجام یہی ہو سکتا ہے کہ وہاں سے ہجرت
اختیار کریں لیکن یہ تعجب کا مقام ہے کہ بعض لوگ مدینہ سے بھی ہجرت کریں جہاں پر نہ قتل
کا اندیشہ نہ فساد کا خطر۔'' مختار نے کہا۔

ابورافع: میاں! عراق کیا اور کوفہ کیا؟
وہ سیاہ آندھی جو مدینہ میں چلی' دنیا بھر میں اس کی نظیر نہیں ملتی استغفر اللہ خدائے تعالےٰ' دشمن کو بھی وہ دن دیکھنا نصیب نہ کرے۔

مختار: ''تو کیا مدینۃ الرسول میں بھی کوئی جنگ ہوئی؟ یا کوئی آدمی قتل ہوئے؟''

''لیجئے قہوہ حاضر ہے'' ابن رشید نے پیالیاں تقسیم کرنی شروع کیں ''سنا ہے اہل عراق عرب کی چائے کو پسند نہیں کرتے۔'' ''قہوہ بھی پیجئے! اور مدینہ کے چشم دید اور مفصل حالات بیان کیجئے!'' مختار نے کہا۔

پندرھواں باب

رشید و مختار کا ہم سفر ہونا

''پُر آشوب زمانہ میں کہاں کے تمدن اور کہاں کی پسندیدگی؟ (ایک جرعہ بھر کر) اچھا قہوہ سبحان اللہ بحمد (پیالی پی چکنے کے بعد)

قصہ یہ ہوا کہ سینکڑوں سیاسی چالیں چل کر حسینؓ اور اس کے عیال و اطفال کو مدینہ سے نکالا ؎

نہ دیکھے سر کھلاتا عترت اطہار کا کوئی
جرس فریاد ے دارد کہ بربندید محملہا

پھر بیت الحرہ میں بھی پناہ نہ دی اور عام پبلک کو پھسلا کران سے صدہا چٹھیاں لکھوائیں ۔آخر کار اولاد بن وعلی کو ریگستان عراق میں گھیر کر برلب دریا بھوکا پیاسا ذبح کر ڈالا ؎

عجب کربلا تھا وہ جنگل کہ پیاسے
رگڑتے رہے ایڑیاں کیسے کیسے

یہ حادثہ! جانگداز کچھ ایسا تو نہ تھا' جو مخفی رہ سکتا اس کی اطلاع ہمارے یثرب (مدینہ) مین پہنچی شہر میں کہرام مچ گیا۔ جا بجا جلسے ہونے لگے اور لوگوں نے دھڑا دھڑ ایزید کی بیعت شروع کر دی ۔عبداللہ (ابن عمر) نے گورنمنٹ کی پاسداری میں کوشش تو بہت کی لوگوں کو ڈرایا' دھمکایا۔ تلوار لیکر نکلے۔ حدیثیں سنائیں۔ مگر بے سود اشتعال کم نہ ہوا۔ پبلک عامہ کے خیالات کی فضا بہت مکدر ہو چکی تھی۔ سازگار نہ ہو سکی۔ اُدھر عبداللہ بن غسیل جو صحابی رسول بھی تھا۔ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے عام پبلک میں ایک ایسی علانیہ تقریر کی کہ عام لوگوں میں اور بھی ہیجان پیدا ہو گیا اس نے کہا کہ:

"لوگو! کیا اب بھی یزید کی بیعت نہ توڑو گے؟ جبکہ آسمان سے پتھر برسنے کو ہیں ہائے' غضب! نمازیں ترک ہو چکیں شراب جائز ہو گئی۔ ماؤں بہنوں' اور بیٹیوں سے نکاح مباح ہوئے محمد رسول اللہ کا دین کہاں رہ گیا؟"

غرض یزید کی معطلی کا عام اعلان کر دیا گیا۔ اور اسی عبداللہ بن غسیل کو ہمارے شہر کے لوگوں نے اپنا سردار مقرر کر لیا۔ اور گورنمنٹ یزیدی کے مقرر کردہ گورنر عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو کان سے پکڑ کر مدینہ سے باہر نکال دیا۔

جونہی یہ اطلاع دار الخلافہ میں پہنچی سرکار نے ایک جابر و ظالم تریں شخص مسلم بن عقبہ نامی کا بیشمار فوج جرار کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کا حکم دے دیا اور اسے اجازت نامہ لکھ دیا کہ تین شبانہ روز مدینہ میں جو چاہو کرو۔ یہ ابن عقبہ ایسا ظالم دشمن انسانیت تھا کہ لوگ اسے مُسرف کے نام سے پکارا کرے پس اس "فَاصْنَع مَاشِئْت" پر یہ مسرف اور بھی شاداں ہو گیا۔ غرض اہل شام کی فوج جس نے ابھی ابھی جناب رسالتماب کے گھر کا نہایت بیداری اور بے رحمی سے صفیں صفایا کر دیا تھا۔ آج مدینۃ الرسول کے مضافات میں کوہ حرہ پر ڈیرے ڈال رہی ہے لشکر کا شمار نہیں۔ بھئی! بات وہ جو ایمان سے ہو اگرچہ مدینہ والے رعایا کے لوگ اور تعداد قلیل تھے لیکن شہر سے باہر میدان ونواح ومضافات میں شامیوں کو یوں مقابلہ کیا۔ کہ قوت ایمانی کا عملی ثبوت دے دیا۔ لیکن آخر کار شکست کھا گئے سرکاری فوجوں کے مقابلے میں تھے بھی کتنے؟ نتیجہ یہ ہوا کہ شامی فوجیں باب طیبہ کی طرف سے شہر میں گھس آئیں۔

اب تو بھیا! مجھ سے کچھ نہ پوچھئے! میں خود شہر میں موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے حضرات بڑے بڑے صالح' متقی' اور نیک بندے ہزاروں کی تعداد میں تیغ کر دیئے گئے۔ بیشمار صحابی بحر شہادت میں غرق ہوئے حفاظ اور قرآن کریم کے قاری۔ بس وہی بچے ہونگے جو ارد گرد کی پہاڑیوں اور غاروں میں چھپ گئے غرض باب طیبہ اور محلہ بنی ہاشم میں

کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ سات سو کے قریب مہاجر و انصار شہید ہوئے' شہر کے مزارات اور پاک بندوں کے روضے مسمار کر دیئے گئے روضہ رسول اللہؐ و مسجد نبوی کی یوں بے حرمتی ہوئی کہ گھوڑے اور گدھے وہیں باندھے گئی۔ مقدس درگاہیں اور مقامات اصطبل بن گئے جہاں پیشاب اور لید کے انبار لگے گئے۔

کاش انہی پر اکتفا ہوتی۔ غضب تو یہ ہوا کہ مدینہ کی کئی ہزار بچیوں اور پردہ نشین خواتین کی عفت دری کی گئی بیشار لڑکیوں کا ازالہ بکارت ہوا۔

ہم شہر کے جنوبی علاقہ میں رہتے تھے۔ کئی آدمی تو بچ کر نکل گئے بعض عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر پہاڑوں کی غاروں میں پناہ گزین ہوئے لیکن ہم تینوں بھائی مع عیال و اطفال اپنے اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھے رہے۔

ہماری ایک نوجوان پڑوسن کا خاوند تو کوفہ میں ہی قتل کر دیا گیا۔ اور تین خونخوار شاہی سپاہی اس کے گھر میں مسلح داخل ہو گئے اس بے چاری کو اپنے خاوند کے قتل کی اطلاع نہ ہو سکی' وہ ایک کونہ میں دبک کر بیٹھی اپنے ایک سال کے بچے کو دودھ پلا رہی تھی ایک سپاہی نے بھالے کی انی سے اس کی پیٹھ زخمی کر دی اور حکم دیا کہ گھر سے اپنا مال و متاع نکال کر ان کے حوالے کر دے۔ وہ تڑپ گئی اور بولی کہ گھر حاضر ہے جو کچھ ملے لے جاؤ۔ یہاں پر تمہیں روکنے والا ہے کون؟

چنانچہ دوسرا سپاہی آگے بڑھا اور کہنے لگا اگر خود بخود مال نکال دے گی تو خیر ورنہ تیرے گودی کے بچے کی خیر نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی اس کے اوسان خطا ہو گئے چیخ مار کر منہ پر منہ رکھ کر بولی۔

''میرے جگر بند۔ چاند کے ٹکڑے! اگا س وقت میں پاس حضرت سلیمانؑ کے خزانے بھی موجود ہوتے تو تجھ پر قربان کر دیتی''

ابھی وہ مظلومہ یہی کہہ رہی تھی کہ ایک ظالم درندے نے بچے کے دونوں پاؤں

پکڑ لئے اور دودھ پیتے ہوئے کو ماں کی گود سے چھڑا کر دیوار پر کھینچ مارا کہ وہ معصوم شیر خوار ریزہ ریزہ ہو گیا۔ وہ یہ تینوں درندے باہر نکل گئے' بچے میں ماں بیہوش ہو کر تڑپنے لگی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ملعون سپاہی گلی میں جا کر اندھا ہو گیا۔ واللہ اعلم معلوم نہیں کیا ہوا یا نہ ہوا۔ اتفاق کی بات ہے وہ فوج ایک دم چوتھے یا پانچویں روز مدینہ منورہ کو قبرستان یا سنسان جنگل کی طرح بنا کر بیت اللہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

جو تیر دل کی طرف اس کمال سے چلتا ہے
پکارتا ہے وہیں سے کہیں جگر بھی ہے

ہم اسی اثنا میں گھروں سے نکل کر پہاڑیوں میں جا پناہ گزین ہوئے باتیں تو رسولؐ کے اُجڑے ہوئے مدینہ کی ہزار ہا سنی گئیں لیکن افراتفری میں کچھ یاد نہیں رہیں۔ فرمایئے ! اندریں حالات شریف ضعیف لوگ اس شہر میں سکونت پذیر ہو سکتے ہیں؟

ابورافع: آبدیدہ تھا اب اس کی آواز بھرا گئی۔ اور خاموش ہو گیا۔ ابن رشید: نے گرم قہوہ کی پیالی اسے دی۔ وہ پی کر ماتھے سے پسینہ پونچھنے لگا۔ مختار: اے معاذ اللہ! عرب بھائی! واقعی تم نے قیامت دیکھی۔ آہ! آہ!! یہ ظلم کی بنیاد کہاں سے چلی؟

خوب دیکھا تو کئے چرخ نے ہم پر جو ستم
وہ بھی در پردہ تمہارے ہی اشارے نکلے

افسوس! میں آپ کے سامنے کوئی تفصیل بیان نہ کر سکا۔ رونہ میں نے خود ہو جاتا اور آپ ہوش میں نہ رہتے۔ آہ! یہ واقعی بھی اس روز ہوا جبکہ ہمارے رسولؐ پاک نے مباہلہ کر کے نجران کے نصرانیوں پر فتح پائی تھی۔ یعنی 28 ذوالحجۃ الحرام کو۔ اللہ! مجھے تو تاریخ بھی یاد رہ گئی ہے توبہ توبہ۔ ابورافع نے کہا۔

مختار: عبداللہ بن عمر نے اشارۃً وکنایۃً کچھ بات کی مگر پھر رک گیا۔

ابورافع: خیر جانے دیجئے! دنیا کا اپنا اپنا ایمان اور اپنے اپنے مفاد ابن عمر کو اس

فسانہ کے بیان کرنے کی کیا ضرورت! ہاں صاحب ان کے نزدیک "فسانہ" ہی تو ہے ۔افسوس! ۔

کتنے بدبخت تھے جو چھوڑ گئے رسم ستم!!
مرچکے پھر بھی لکھے جاتے عصیاں اب تک

اور مدینہ میں تو بات مکمل کر اب بھی نہیں کی جاتی۔

ابن رشید: چونکہ رات زیادہ گزر گئی ہے لہذا اس محفل کو برخاست کرنا چاہئے اور اگر اس مدنی دوست کی کہانی کو مکمل ہی کرنا ہے تو بسم اللہ کل رخت سفر باندھئے اور سیدھا مکہ معظمہ چلئے۔ جناب سنی سنائی بات ہی کیا؟ اب بھیڑیوں اور درندوں کی فوج کے کارہائے نمایاں بیت اللہ شریف میں ملاحظہ فرمایئے۔ وہ مدینہ سے مکہ آئے۔ ابھی اسی سڑک پر سے گزرے تھے جس پر آپ آئے ہیں اور مکہ کے حالات تو ہم نے بارہا بچشم خود دیکھے اکثر دوسرے چوتھے ہفتے آنا جانا رہتا ہے۔ مجلس برخاست ہوئی سب کے سب اپنی اپنی فرودگاہوں پر چلے گئے رات بہت زیادہ گزر چکی تھی۔ ابن رشید جو مختار کا آج میزبان ہے اپنی جھونپڑی میں چلا گیا۔ اب یہ ثقفی مجاہد اکیلا ہے وجود نقاہت اور طویل مسفت کی تکان کے اس کی آنکھوں سے نیند کافور ہو چکی تھی تن تنہا اپنے قلب و دماغ سے ہمکلام ہوتے ہوئے اسے معلوم نہیں کہ کب اونگھ آئی۔ اور کب پاسہ شب گزرا کہ موذن کی آواز نے نعرہ تکبیر سے اسے پھر چونکا دیا۔ پانی موجود تھا۔ مختار نے وضو کیا اور فریضہ نماز سے فارغ ہو کر سوچنے لگا: "یہ خوبصورت نوجوان (ابن رشید) اگرچہ ایک دیہاتی ہے لیکن کیسا سعادتمند اور مہمان نواز ہے ہاں ہاں۔ باوجود سادہ لوح ہونے کے پیش آمدہ امور سے بھی آشنا اور واقف کار معلوم ہوتا ہے اگر یہ بدرقہ راہ بن جائے تو اور بھی اچھا ہے قدرت کے کرشمے ہیں کہ میں آج رات یہیں فروکش ہو گیا۔"

مختار ابھی اسی غور و تامل میں تھا کہ ابن رشید آ گیا۔ سلام علیکم ابھی نماز پڑھ چکے؟

ابھی چائے حاضر کروں یا ٹھہر کر۔ ابن رشید نے کہا۔

''معزز عزیز میزبان! چائے نوشی سے پہلے اگر تکلیف فرما کر ابورافع مدنی کو بلوا دیں۔ تو میں عنایت ہوگی میں ایک بات دریافت کرنا بھول گیا۔ وہ یہیں نزدیک ہی تو رہتا ہوگا۔ مختار نے التجا کی۔ ابن رشید نے ''بہت بہتر'' کیا اور چند منٹوں میں ابورافع کو بلا لایا مختار نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور سوال کیا کہ:

''بھئی! مدینہ میں یہ سب کچھ ہوا لیکن اس وقت کیا زین العابدینؑ شہر میں موجود نہ تھے۔ آخر ان کے کبنے کا کیا حشر ہوا۔'' ''ہمارے ذی عزت مہمان! اتنا تو معلوم ہے کہ اس وقت آپ مدینہ ہی میں موجود تھے اور یہ بھی پتہ چلا کہ بنی ہاشم میں سے زین العابدینؑ اور عبداللہ بن عباس کے صاحبزادے علی بن اللہؓ یعنی دو ''علی'' بال بال بچ گئے۔

پختہ پتہ نہیں ان کے بچ جانے کی وجوہات کیا تھیں کوئی کہتا ہے کہ ایک دو قبائل پہلے ہی مسلم بن عقبہ سے جا ملے تھے ان کی سفارش سے بچے کوئی کہتا ہے کہ یزید نے تاکید کی تھی کہ ان سے متعرض نہ ہونا ورنہ سیاسی غلطی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

اور کنبہ کا لفظ آپ نے کیا کہا؟ رسولؐ مدینہ میں اور کنبہ ان کا صحرائے کربلا میں ۔

پڑتی تھی خاک سب کے تن چاک چاک پر
بکھرے ہوئے ہیں فاطمہؑ کے پھول خاک پر

ابورافع یہ کہہ کر چلا گیا اور مختار کچھ دیر روتا رہا۔ آخر آفتاب کی تمازت تیز ہوگئی مختصر تناول اور چائے کے مختار نے ابن رشید سے التماس کی کہ وہ ہمراہ ہو کر مکہ معظمہ تک چلے۔

ابن رشید اپنی والدہ سے اجازت لے کر مختار کے ہمراہ ہو گیا اور یہ دونوں شتر سوار مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

✲✲✲✲✲

سولھواں باب

عبداللہ بن زبیر سے مکہ میں ملاقات

پگڈنڈی ختم ہوئی اور سڑک پر پہنچ کر ابن رشید سے مختار نے کہا کہ بات چیت برابر کرتے چلیں لیکن اونٹوں کی رفتار تیز کر دیں تا کہ ہم بیت اللہ شریف جلد پہنچ جائیں۔

''دیکھئے! اگر اونٹ تیز رفتار ہوں گے تو سفر زیادہ کاٹنا پڑے گا۔ ممکن ہے کہ کئی روز لگ جائیں لیکن اگر سیدھی راہ سے چلیں گے تو سفر کم ہوگا اور ہم تکان سے بھی بچ جائیں گے۔ ابن رشید نے کہا۔

''بہت بہتر! اصل بات یہ ہے کہ مجھے زندگی میں اس راہ سے مکہ جانے کا پہلا موقع ہے ہاں ہاں رشید! مدینہ کے حالات سن کر اب تک میرا دل دھڑک رہا ہے دوست! کیا مسلم بن عقبہ نے مکہ میں بھی ویسی ہی بربریت کا مظاہرہ کیا؟'' مختار نے کہا

رشید: استغفر اللہ ربی۔ ظلم کی جب انتہا ہو گئی تو اس راندہ درگاہ باری کو خدائے جبار قہار نے مہلت ہی کب دی؟ وہ تو راستہ ہی میں فی النار ہو گیا۔

دیکھئے! میں عرض کرتا ہوں 10 محرم 61 ہجری میں اہلبیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارض نینوا کے قریب ذبح کر ڈالا گیا۔ اور اس سے دو سال بعد یعنی محرم 63ھ کو مسلم بن عقبہ کو فوج کثیر کے ساتھ یثرب پر چڑھائی کا حکم دیا۔ جس نے مدینہ رسول کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ اس ملعون کی موت کے بعد دارالخلافہ (دمشق) سے شاہی فرمان پھر محرم 65ھ کو پہنچا کہ مسرف (ابن عقبہ) کی جگہ حصین بن نمیر کو لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا جائے پس اس شخص نے مکہ پر چڑھائی کر کے جو کچھ بھی اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت دیا میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں۔ اور واللہ میں اسی غرض سے آپ کے ہمراہ ہو گیا۔''

مختار: خیر یہ تو اچھا ہوا لیکن رشید! تمہارا لب ولہجہ گذشتہ شب سکھ الگ سا نظر آتا ہے رات کو بالکل خوش رہے اور نہ ہی کچھ اظہار خیال کیا۔ بلکہ میں نے خود کئی دفعہ چاہا کہ اپنے اس نوجوان اور عزیز میزبان کے ساتھ کچھ تبادلہ خیالات کیا جاوے مگر اس لئے جرات نہ کی کہ واللہ اعلم کون سے خیالات کا دریا اپنے دوست کے سینہ میں موج زن ہے؟

''امام حسین علیہ السلام کی شہادت جس زمانہ اور ماحول میں ہوئی اس کا تقاضا ہی یہ تھا کہ رسولؐ اللہ کی اولاد وعترت کا نام تک زبانوں پر نہ آئے۔ اور یہ فضا خراسان سے یمن اور حجاز سے عجم تک پھیلائی گئی۔ میرا دادا عبداللہ بن لیث خلافت اول میں مع تین بھائیوں کے اس جرم میں قتل کیا گیا کہ وہ مالک بن نویرہؓ صحابی رسول کا ساتھی اور طرفدار تھا۔ جنگ یمامہ کے بقیۃ السیف وہاں سے بھاگے اور علاقہ عمان میں پناہ گزین ہوئے لیکن انہیں عمان میں بھی امان نہ ملی تو بیچارے ینبوع شہر میں چلے آئے معاویہ کے زمانہ میں جب شیعیان علیؑ کے قتل کا حکم ہوا۔ تو میرا باپ اس جرم میں قتل کیا گیا کہ اس نے علیؑ پر تبرا کرنے سے انکار کیا۔ اس کے بعد میں اور میری والدہ حج کے بہانے یہاں چلے آئے۔ غرض ہمارا سارے کا سارا خاندان اسی بنا پر تیغ جفا کی نذر ہوا۔ کہ ہم لوگ خانوادہ رسالتؐ سے متعلق شمار ہوتے تھے (رو کر) معلوم نہیں قدرت نے مجھے بے نصیب کو کیوں زندہ رکھا؟ اور میری ماستاماری والدہ کو انقلابات دیکھنے کیلئے۔

زمانہ پُر آشوب ہے ان ممالک کی حدود میں آزادانہ مافی الضمیر کا اظہار خودکشی ہے۔ آپ ایسے دور دراز کے مسافر پر تو یہ لازم ہے کہ کوفہ میں اور بولی بولے۔ اور سرحد عراق پھاند کر دوسرا چولا بدلے۔ نجد وغیرہ کے حدود سے پار ہو کر کوئی اور صورت بنائے اب جونہی بیت اللہ کے نزدیک جا رہے ہیں ہمیں لہجہ کلام بدلنا ہوگا۔ رشید نے تقریر کی۔

مختار: تو کیا ان تین چار میلوں میں ہی تم نے لہجہ بدل لیا؟ ملک تو کیا۔ تمہارے

عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں ہر میل پر زبان وضمیر کو بدلنا پڑتا ہے۔

رشید: لیجئے سرکار! میں کہے دیتا ہوں رات جب آپ سے اٹھ کر گیا ہوں تو میری والدہ معظمہ نے مجھے تاکیدی حکم فرمایا کہ بیٹا! اس مہمان کا ہمرکاب ہونا سند معیت حسینؑ اور سعادت دارین ہے۔ اس کے ساتھ ہو کر بے کھٹکا دل حالات بیان کر دینا اس کا ہمراز بن جا۔ بہر حال میں اپنی والدہ کے ارشاد کی بنا پر آپ کے ساتھ قطعاً بے تکلف ہوں اور حال یہ ہے کہ آپ نے اپنا قفل ضمیر کلید حقیقت سے نہیں کھولا۔

کیا تمہاری والدہ اس مسافر بے نوا مجسمہ رنج وبلا سے آشنا ہے؟ مختار نے پوچھا اور کہا۔ ''اگر ایسا تھا۔ تو اے حرمان بخت!!! اسے بغیر سلام کئے کیوں اس جنگل کی جھونپڑی چھوڑ دی جس کی حسن وخاشاک سنبل وریحان سے کم نہیں''

''خیران معتقدات سے گزر کر کوئی کام کی اور بات کریں واللہ اعلم قدرت اندر ہی اندر کیا تماشے دکھا رہی ہے۔ ؎

ہاں مشو نومید چوں واقف نہ از سر غیب
باشد اندر پردہ بازی ہائے پنہاں غم مخور

میری والدہ وہ مقبول بارگاہ حیدری ہے کہ اس کے بعض سرگذشت تازگی ایمان کا باعث ہوتی ہے لو میں کہے دیتا ہوں۔ آج صبح بعد نماز فجر اس نے مجھ سے صاف کہہ دیا۔ کہ یہ مہمان نہیں بیٹا بلکہ قاتلان امام وغادران اسلام کا عزرائیل ہے کیونکہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں مجھ سے یہاں بیان فرمایا تھا۔ بلکہ اسی وقت اسی خطہ اور انہی درختوں تک کے نشانات کا بھی پتہ دیدیا تھا۔ اگر میری والدہ سچی ہیں۔ تو کیوں نہ میں بھی اس کی بیعت میں شامل ہوں۔ جس پر آپ کے ایمان کا مدار ہے۔ (ابن رشید نے کہا)

''لے بھائی یہاں اونٹوں کو بٹھلا دیں۔ تو اچھا ہوگا۔ اللہ اللہ بہت چڑھائی ہے۔ وہ سامنے دھواں سا نظر آتا ہے۔ غالباً کوئی بستی ہے۔ ہم ذرا آرام کر لیں۔'' مختار نے

رشید سے کہا۔

اب یہ دونوں شترسوار سڑک چھوڑکر دوسرے کنارے ہوگئے چند عرب کھانا پکارہے تھے ایک اونٹنی کا دودھ دوہتا تھا۔ ایک لکڑیاں توڑتوڑ کر چولہا چلا رہا تھا۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَا أَخِي الْمُكَرَّمْ وَعَلَيْكَ السَّلَامْ ۔تو کیا آپ مکہ کی طرف جارہے ہیں؟ جی ہاں! ہم دونوں مسافر مکہ معظمہ جائینگے۔ ''بسم اللہ! تشریف رکھئے! ابھی قہوہ تیار ہوتا ہے۔''

''معلوم ہے کہ آپ کو بہت جلدی ہے بہرکیف خیال رکھئے! ہر طرف احتیاط لازم ہے۔ دیکھئے! حضرت عبداللہ بن زبیر کی بادشاہی ہی اور رعایا میں مختلف الخیال لوگ موجود ہیں۔ ذرا آج کل دیکھ بھال زیادہ ہوتی ہے'' یہ لیجئے قہوہ! (ایک گھونٹ بھرکر) بابا ہمیں ان چیزوں سے غرض؟ سیاح ہیں اور ہمیں سیر ممالک مطلوب'' مختار نے کہا۔

''جی ہاں! سیر وسیاحت کرنے والے ہی مشتبہ ٹھیر کردھر لئے جاتے ہیں۔ خیر صاحب آپ جانیں اور آپ کا کام۔'' اعراب نے کہا

قہوہ کی دو پیالیاں پی کر مسافروں نے عربوں کا شکریہ ادا کیا۔ اونٹوں کیلئے کافی مقدار میں پانی نہ ملا۔ اب یہ دونوں کھجوروں کے ایک جھنڈ کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ ابن رشید کی حکمت عملی سمجھئے کہ مختار کی زبان کا قفل ٹوٹ گیا۔

بیٹھے بھرے ہوئے ہیں خم مے کی طرح ہم
پر کیا کریں کہ مہر ہے منہ پر لگی ہوئی

مختار جوش میں آکر بولا۔

''اے رشید! میرا یہ سینہ نہیں۔ بلکہ ایک آتش خیز پہاڑ ہے عنقریب یہ آگ ایک دنیا کی جلاکر رکھ دے گی۔ دل میں ایک تنور نوح موجود ہے جس کا طوفان ظلم وستم کی دنیا کو بہالے جائے گا۔ دماغ میں ایک سمندر موج زن ہے جس کی طغیانی کا تاب

جور و جفا کی بستیاں نہ لاسکیں گی۔ (پورے جوش سے)

اے رشید! شہنشاہ کونین! کون! حسینؑ!! اور اس کی بے وطن ذریت شہنشاہ کون و مکان ہو۔ اور عراق کے جنگلوں میں آوارہ و پریشان۔ آہ! اولاد ابوتراب اور زمین بے گیاہ و آب میں بے تاب و بے آب۔ اور روح مطہر تا حشر نہر فرات پر شاکی ع

ایک قطرہ نہ پیے آل پیمبر نکلا

بیشک میں تن تنہا غریب الدیار ہوں لیکن یاد ہے اور خوب یاد رہے۔

کہتے تھے حضرتؑ وہ شرق میں کہ مغرب میں ہیں
دوستوں کے ہم نہ کام آئیں یہ ہو سکتا نہیں

کیا ایک مومن کے خلوص میں یہ طاقت نہیں؟ کہ اس کا کشف روحانیت کے بادشاہوں کو کھینچ لے یقیناً میں فائز المرام ہونگا۔ میری مدد ہوگی میرا وہی عباسی نعرہ ہے کہ آل پر نثار اور بندہ مختار ہوں۔

کاٹ ڈالوں کا سر اعدائے دیں
ذوالفقار صفدر کرار ہوں

میرے شریک سفر و رنج! آہ غضب! انصاف کی عینک لگا کر تو دیکھ! کیا یہ بھول جانے کی بات ہے؟

دولھا نے عرض کیا کہ اجل ہے گلے کا ہار
چہرے پہ مرنے والوں کے سہرا نہ چاہیے

اس مقام پر پہنچ کر دون نے رونا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ غش کھا کر گر گئے۔ اور بہت دیر کے بعد ہوش میں آئے مختار نے ابن رشید پر سوال کیا کہ کیا تمہاری بزرگ اماں جان نے میرے متعلق کوئی اور بات بھی کی؟ رشید نے جواب میں "نہیں" کہا اور کچھ وقفہ کے بعد یہ شتر سوار رستہ کاٹ کر سڑک پر چلے گئے۔

دن ڈھل چکا تھا۔ لیکن تمازتِ آفتاب بدستور سوائے کسی خاص موضع کے سایہ درخت کا نام نہیں۔ پہاڑوں کے نشیب و فراز طے کرتے شام ہو گئی۔ راستہ میں باتوں باتوں میں عہد ماضی و حال پر اکثر تبصرے ہوتے رہے۔

ابن رشید نے جنگ یمامہ' مالک بن نویرہ" کا قتل' منع زکوٰۃ' خالد بن ولید کی یورش وغیرہ وغیرہ کے کئی گوشے پیدا کئے اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ یہ سب واقعات انشاء اللہ تعالیٰ دوران سفر میں بیان ہوتے رہیں گے۔

"خیال ہے کہ رات بھر سفر جاری رکھیں" مختار نے کہا

"کم از کم اتنا پتہ ضرور ہونا چاہیے کہ منزل مقصود کتنی دور ہے؟ میں تو راہ کا پورا پورا واقف ہوں میرا ہر وقت آنا جانا رہتا ہے لیکن ہم نے دشوار گزار گھاٹیوں کے خوف سے وہ راستہ چھوڑ دیا" رشید نے کہا۔ یہ کہہ رہے تھے کہ ایک پہاڑی سے ندا آئی: "ٹھیرو! تم کون ہو؟ اور کہاں جاؤ گے؟"

سنا اور اونٹ کھڑے کر لئے۔ اندھیرا زیادہ تھا لہٰذا کچھ دکھائی نہ دیا کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عرب سانڈنی سوار ان کے پاس کھڑا ہے۔ مختار و رشید نے جواب کے بجائے اس پر سوال کیا "یہاں سے مکہ معظمہ کتنی دور ہے؟"

سوار: تم لوگ تو مکہ ہی میں کھڑے ہو۔ وہ سامنے کوہ عرفات اور وہ مروہ و صفا لیکن اندھیرا ہے۔ تم نہیں دیکھ سکو گے۔ اگر تمہاری منزل مقصود مکہ ہے تو مناسب ہوگا کہ شہر میں صبح کے وقت داخل ہو۔ ان پیچیدہ پہاڑیوں کو طے کر کے تمہارا شہر تک پہنچنا مشکل ہوگا۔"

بہر حال ہر دو شتر سوار اس سانڈنی سوار عرب کے ہمراہ ایک کھہ غار میں شب باش ہوئے۔

✪✪✪✪✪

سترہواں باب

ایک عربی عارف کی رہنمائی

قرص خورشید در سیاہی شد یونس اندر دہان ماہی شد

شام کے بعد غار میں اندھیرا تو تھا ہی۔ رشید کا دم گھٹنے لگا۔ ساڈنی سوار عرب نے ایک طرف غار کے اپنی ساڈنی کے پاس ان کے اونٹ بٹھائے۔ اور خود چپکے سے غائب ہوگیا۔ جاتے ہوئے ذرا انتظار کیجئے۔ کہہ گیا۔

"خدا خیر ہی کرے معلوم نہیں آخر یہ ہے کون؟ مشتبہ سا انسان معلوم ہوتا ہے۔ (رشید نے کہا)

"سنئے! ایسے وقتوں میں لازم ہوتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو خالق حقیقی کے سپرد کردے۔ توکل علی اللہ ہو کر چپ چاپ رہئے! جہاں تک کہ منزل عرفان کا تعلق ہے ہر ایک کٹھن کام کی ابتدا غاروں ہی سے شروع ہوتی ہے۔ اب ہم ایسے مرحلہ میں پہنچ گئے ہیں کہ شاید ہمارے پروگرام کا آغاز ہونے والا ہے" مختار نے کہا۔

"بھئی! مجھے خوف و ہراس نے گھیر لیا۔ لاحول ولاقوۃ۔ اگرچہ غار کی وسعت بہت ہے لیکن یہاں تو شرق و غرب کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ توبہ! وہ عرب گیا کدھر؟ کہیں سر قلم نہ ہو جائیں۔ اچھے پھنسے یہ تو جیل خانہ ہے رشید بولا۔

مختار: "اے ہے! یہ کیا کم بختی ہے؟ باوجود اس کے کہ تم اسی سرزمین میں سکونت پذیر ہو۔ ان پہاڑیوں اور گھاٹیوں اور غاروں سے خوفزدہ ہو؟ اپنی جان کو جان و جہان آفرین کے سپرد کرو۔ ع

تا بہ بینم کہ از پردہ بروں مے آید۔

رشید: "بخدا! مجھے اپنی جان کا تو کیا خوف ہوگا میں تو آپ کی قیمتی جان کے پیش نظر خوف وہراس میں ہوں۔ مبادا ایک مقدس پروگرام میں کوئی خلل واقع ہو۔"

"اچھا تو مہربانی کر کے خاموش رہیئے! اور تیمم سے دو رکعت نماز خوف ادا کیجئے!

رشید! ایسے مقام پر خوفزدہ ہونا یا خوف وہراس کا مظاہرہ کرنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ میرا نام کیوں لیتے ہو۔ دل مطمئن ہے اور قلب دولت اطمینان سے مالا مال۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ خداوند عالم کا ہمیں ایک غار پر خطر میں لے آنا "مصلحتے دارد" کا مصداق ہے۔ مختار نے کہا۔

اب مختار و رشید نے دو رکعت نماز خوف ادا کی اور عالم سکوت میں مدہوش سے ہو گئے اتنے میں وہی عرب شمع روشن لئے غار میں آ پہنچا اس کے ہمراہ دو قوی ہیکل تنومند مسلح جوان اور دو خادم برتن اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ لیجئے! صاحب تناول فرمایئے۔ تناول؟ ؎

بر در شاہم گدائے نکتہ در کار کرد
گفت بر ہر خواں کہ بنشتم خدا رخالق بود

"صاحب! یہ ہے مسافر عربوں کی مسافراں بر و بحر کی خاطر داری۔ ؎

مرد مفلس ہوں میرے اشک مسلسل ہوں قبول
اور میں موتیوں کے ہار کہاں سے لاؤں!

اونٹنی کا دودھ تھا۔ اور تازہ کھجوروں کے طشت عرب کی دعوت قبول کی گئی اور تناول کے بعد:

"الحمد للہ علی احسانہٖ اس غار میں بھی ہم اپنے خالق ذوالجلال کے دستر خوان سے محروم نہ رہے۔ مولا آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے خیر اپنا تعارف تو کرا دیں کیا آپ یہیں کے رہنے والے ہیں؟!! مختار نے عرب سے دریافت کیا۔

"جی ہاں' ہم لوگ کچھ دنوں سے اسی سرزمین میں بسر کر رہے ہیں۔ بھلا سچ کہیے! آپ مختار ثقفی تو نہیں ہیں؟" عرب نے کہا مختار کا نام سنتے ہی رشید کے رونگٹے کھڑے

ہو گئے اور حیرت سے اِدھر اُدھر تکنے لگا۔

”آپ نے بجائے اس کے کہ میرے سوال کا جواب دیں۔ اپنا تعارف کرائیں اُلٹا مجھ پر سوال کر دیا پہلے اپنی تعریف سے تو آگاہ فرمائیں“ مختار نے کہا۔

عرب: ”یہ سب طبع آزمائیاں ہوں گی اور تکلفات میں ہوں ایک بندہ خدا اور مسافر حجاز کا انقلاب دوران کی وجہ سے بحکم خالق کردگار مکہ معظمہ میں مقیم ہوں میں نے ایک رات جناب امیر المومنین علی علیہ الصلوۃ والسلام کو عالم رویا میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ شہر سے نکل اور اس پہاڑ میں مرد مومن کا استقبال کر کہ وہ ایک اہم مقصد کے پیش نظر عراق سے آرہا ہے۔ نام اس کا ہے مختار ابن عبیدہ ثقفی۔ جب وہ تمہارے پاس پہنچے اسے نیک صلاح ومشورہ سے مستفید کیجیو! میں اس صبح کو سانڈنی پر سوار ہو کر یہاں چلا آیا۔ کل رات پھر اشارہ ہوا کہ ”وہ آرہا ہے“ پس میں سمجھتا ہوں کہ مختار ”آپ ہی ہیں“ عرب کی تقریر سن کر مختار نے کہا

”میرے سوال کا جواب آپ نے نہ دیا ممکن ہے کہ میں وہی ہوں لیکن آپ کے متعلق مجھے اطمینان حاصل نہیں ہوا۔ رشید: ”کیا نہیں ہو سکتا؟ کہ آپ لوگ بادشاہ مکہ کی طرف سے دار الخلافہ کے گرد ونواح میں تعینات ہوں۔ اور ہر آئندہ ورونده شخص کی نقل وحرکت کی نگرانی کریں۔“

مسلح نوجوان: جانے بھی دو۔ آپ تو الٹا ہماری ہی تفتیش کرنے بیٹھ گئے (عرب سے مخاطب ہو کر) اخی المکرم! آپ کھلے بندوں ان کی تسلی فرمائیں۔“

”بھئی! انکار کیجئے! یا اقرار شمع ایمان کی روشنی میں دیکھ رہا ہوں کہ تم مختار ابن عبیدہ ثقفی ہو کوفہ جیل سے رہا ہوئے اور سیدھے مدینہ منورہ گئے۔ وہاں پر مصلحتاً سرکار دو عالمؐ کے روضہ پر نہیں گئے“ نہ امام پاک زین العباءؑ کی زیارت بلکہ اپنے رشتہ دار کے گھر سے نکل کر دوری سے فاتحہ رسول کہا اور مکہ معظمہ کا رخ کیا۔

بنی اُمیہ کی عظیم الشان سلطنت کا تختہ الٹنا چاہتے ہو۔ اور دشمنان آل رسولؐ کو جہنم

واصل کرنا آپ کا مقصد وحید ہے۔ہم ہیں آپ کے مشیران خاص۔ اور وہ بھی بحکم پروردگار خلوت بھی ہے اور جلوت ہے دشمنوں سے اور جلوت ہے مومنین کی ۔

قبر میں بھی ہم نہ بھولے صحبت احباب کو
گوشۂ خلوت میں لطفِ انجمن یاد آگیا

طبع آزمائیاں چھوڑیئے اور کھلم کھلابات کیجئے! عرب بزرگ کے ان حیرت انگیز انکشافات پر باوجود بغایت محتاط رہنے کے مختار نے قفل زبان کو کلید گویائی سے کھولا اور کہنے لگا۔

"اجی میں ہی مختار ہوں" اور بیان آپ کا زیور صداقت سے مزین و آراستہ ہے

(صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّد کا ہلکا سا نعرہ)

اجی المعظم! میں نے تاحال کوئی کام اپنے مشن کا نہیں کیا۔البتہ ایک مرحلہ پر پہنچایا گیا ہوں اب تک اگر کچھ کام کیا ہے تو ایک مرد مومن کثیر بن عامر نے جو ہمدانی ہے۔

اِدھر مجھے رہا کرایا اُدھر ہزاروں شیعوں کو عراق سے نکال کر چپکے چپکے مکہ کی طرف بھیجنا شروع کر دیا۔جیسا کہ کل رات ہی ایک جھونپڑے میں بیٹھے بیٹھے معلوم ہوا آپ ایک مرد مخلص اور مقبول رب العالمین ہیں ۔جن کے کنار عاطفت والطاف عمیم میں پہنچایا گیا ہوں۔ مجھے کوئی نیک اور مفید مشورہ دیں جس سے اپنے مقصد کو پہنچوں۔

مختار کی اس تقریر سے عرب متاثر ہوا اور کہنے لگا" آلِ محمدؐ کے فدائی! میرے مشورہ کو امداد غیبی پر محمول کیجئے! اس وقت کئی ہزار شیعہ منتشر حیثیت سے نواح مکہ میں بکھرے ہوئے ہیں ۔مہربانی کر کے آج صبح ہوتے ہی یہاں سے نکل کر مکہ معظمہ میں داخل ہو جایئے اور سیدھے خلیفہ وقت کی خدمت میں حاضر ہو کر بلا روک ٹوک اس کی بیعت کیجئے! اور صاف بیانی سے کام لے کر اس کے مطیع منقاد ہو جایئے۔

"بیعت! بیعت کس کی؟ بابا یہ کیا کہا؟" مختار نے ٹوک کر کہا" اے سرکار! بیعت کیجئے' بیعت!! خلیفہ کی' عبداللہ بن زبیر کی وہ آج سرزمین ارض مقدس پر متصرف ہو چکا ہے

چاہتا ہے کہ سرز میں عراق و عجم و یمن و مصر، خراسان و حجاز کا واحد حکمران بن جائے۔ لیکن بنی امیہ کی حکومت ہی اس کے ارادوں میں حائل ہے۔ بنابریں وہ یزیدی بادشاہت کا سخت دشمن ہے۔ وہ فی الحقیقت بنی ہاشم کا بھی ویسا ہی مخالف ہے جیسے بنی امیہ کا لیکن سردست اسے اس پارٹی کا استیصال منظور ہے جو برسر اقتدار ہے پس اس کے ساتھ ہو جایئے اور اپنا کام نکال لیجئے۔

مختار: ''بابا! خدا آپ کو جزائے خیر دے یہ تو مطلع ہی صاف ہو گیا۔''

''سبحان اللہ! عجب شطرنج بازی ہے'' رشید نے کہا۔

''خادم ارے او خادم!! کدھر دفع ہوا معلوم ہوتا ہے مر گیا۔ عرب نے پکار کر کہا۔

ایک مسلح نوجوان اٹھا۔ ''شاید سو گیا ہو گا رات زیادہ ہو گئی ہے؟؟ اتنا کہا اور غار کے دوسر کونہ سے خادم کو بیدار کر کے لے آیا۔''

''ارے بدبخت گستاخ! ہم جاگ رہے ہیں اور تم سو جاتے ہو؟ جاؤ جلد از جلد قہوہ تیار کرو' عرب نے حکم دیا۔ اب قہوہ کا دور شروع ہوتا ہے ایک پیالی پی کر اگر مجھے اجازت ہو تو میں صبح ہوتے ہی واپس ہو جاؤں میں نے والدہ سے اجازت طلب نہیں کی۔ رشید نے عرض کیا۔

مختار: دیکھئے رشید! اگر مومن ہو اور نام لیوائے جناب امیر علیہ السلام تو اپنے آپ کو میدان ابتلا میں پیش کرو۔ اور فیل نہ ہو جاؤ ابھی تو ہم نے لاکھوں نشیب و فراز دیکھے ہوں گے اپنے آپ کو شیعہ کہنا یا ظاہر کرنا کوئی بڑی بات نہیں لیکن ''ثابت کرنا'' مشکل ہے۔

یوں تو رکھا سینکڑوں نے تیرے مقتل میں قدم
رہ گیا جو کھیت اس کے ہاتھ میداں رہ گیا

''الحمدللہ میں بلاشبہ مومن ہوں لیکن آپ کی تلقین جہاد نے میرا ایمان مکمل کر دیا۔''

رشید بولا'' قہوہ اور حاضر کروں خادم نے عرض کیا۔

''بس بھائی جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرُ الْجَزَاء

اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ "

"گل دیگر شگفت" باتوں ہی باتوں میں صبح ہو گئی"

"یہ اذان کی آواز کدھر سے؟" رشید نے کہا

"مضافات بیت اللہ شریف میں کئی چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں" عرب نے جواب دیا۔ اب ان سب نے نماز فجر کا دوگانہ ادا کیا اور اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر غار سے نکلے۔ اور پہاڑیوں کے نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے حرم شریف کے نزدیک پہنچ گئے۔ "تو کیا آپ ہمارے ہمراہ ہی رہیں گے؟" مختار نے کہا "نہیں نہیں ہمارا آپ کے ہمراہ رہنا مصلحت کے خلاف ہوگا آپ شہر میں یوں داخل ہو جاؤ کہ گویا دور دراز کے سفر سے تنہا آرہے ہیں۔ دیکھئے آپ کا دماغ آپ کی سیاسی رہنمائی کرے گا۔ اور ہم لوگ آپ کی حدمت میں ہر روز ہر وقت حاضر ہوا کریں گے۔ بے فکر رہئے" عرب نے جواب دیا۔

"میرا ارادہ تھا کہ آپ کو یزیدی فوج کے وہ کارنامہ بتاؤں جو انہوں نے بیت اللہ شریف میں سرانجام دیئے۔ اور وہ سب آثار شہر سے دوسری طرف ہیں چونکہ سردت آپ کا پروگرام ہی مختلف ہو گیا ہے لہٰذا یہ کام بعد پر ملتوی رہے گا" رشید نے کہا۔

اٹھارہواں باب

مکہ میں داخلہ اور ابن زبیر سے ملاقات

آفتاب ابھی نصف النہار تک نہ پہنچا تھا کہ مختار ورشید دونوں دربار خلافت میں پہنچ گئے لیکن یہاں مصیبت یہ پیش آئی کہ حاجب نے ہزار منت وسماجت کے باوجود بھی اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ ایک دوسرے ملازم نے چپکے سے مختار کے کان میں کچھ کہا لیکن اس نے "اَلرَّاشِیُ وَالْمُرْتَشِیُ کِلَاهُمَا فِی النَّار کہہ کر کانوں پر ہاتھ رکھے اور برملا کہہ دیا کہ اسلام میں رشوت ستانی کی طرح ڈالنے والے سے خدا سمجھے۔ استغفر اللہ

"حضرت مالک بن نویرہؓ کے قتل کے سلسلہ میں دربان نے رشوت لے کر حضرت عمر کو دربار خلافت میں پیش ہونے کا موقع نہ دیا تھا۔ ورنہ خالد بن ولید کی خیر نہ تھی یہی پہلی رشوت اسلام میں چلی" رشید نے کہا۔ "اچھا جانے دو ایسی باتوں کے اظہار کا یہ موقع نہیں ہے مختار نے کہا اب سرفروش مختار نے آو دیکھا نہ تاؤ" کتاب م90 حاجب سے آنکھ بچا کر بغیر اجازت سیدھا اندر چلا گیا جبکہ عبداللہ بن زبیر خواب راحت واطمینان میں تھا۔ پاؤں کی آہٹ سن کر بیدار ہو گیا۔

مختار نے جھک کر تین سلام کئے لیکن عبداللہ کو اس کا بے اجازت اندر داخل ہونا اور نیند میں خلل ڈالنا نہایت ناگوار ہوا۔ "احمق اور گستاخ کہیں کے! تو بغیر اجازت اندر کیوں گھس آیا؟ تو ہے کون؟ اور تیرا مقصد کیا؟" ابن زبیر نے برہم ہو کر پوچھا۔

"بادشاہ سلامت! جونہی حضور کے سمع عالی میں اس فدوی کا مقصد وتعارف آئے گا یقیناً یہ رنج وغضب آپ کا راحت ومسرت میں تبدیل ہو جائے گا۔ مختار نے عجز وانکسار سے عرض کیا" "اچھا تو بتلایئے اور تفصیل سے کہیے!"

حضور! آپ کا یہ غلام کوفہ کے رہنے والا ہے' نام ہے مختار ابن عبیدہ ثقفی حکومت بنی امیہ نے اس خاکسار کو سلطنت کا باغی قرار دے کر کوفہ جیل میں بند کر دیا۔ عرصہ دراز کے بعد حقیر نے اس خیال سے کہ جیل میں زندگی ختم کر دینے سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ بصد حیل و حجت رہائی حاصل کی۔

بنی امیہ کے مظالم عامہ مسلمین کے علاوہ آل رسول اللہ پر محتاج بیان نہیں۔ فلہذا اپنے دل میں ایک جذبہ انتقام لے کر کوفہ سے بھاگ اٹھا۔ اور حضور کے دربار میں حاضر ہو گیا۔ مختار نے کہا۔ ک

یہ سن کر خلیفہ نے بیٹھ جانے کا حکم دیا اور دیر تک عالم سکوت میں کچھ سوچتا رہا۔

''اچھا تو یہاں پناہ لینے کیلئے حاضر ہوئے ہو؟''

''نہیں سرکار! پناہ بخدا! فدوی کا منشا یہ ہے کہ اپنے قوم وقبیلہ کے ہزار ہا نوجوان حضور کے اقدام میمنت التزام میں حاضر کروں اور خلافت مآب کی اعانت و امداد لے کر بنی امیہ حکومت کا خاتمہ کر دوں۔'' مختار نے کہا

یہ سن کر ابن زبیر کی باچھیں کھل گئیں اور پورے التفات سے مختار پر نگاہ عاطفت ڈالی اور متبسمانہ لہجہ سے کہا۔ ''کیا تمہارے قبیلہ کے لوگ تمہارے اس مقصد کے ساتھ متفق و ہم آہنگ ہیں؟'' نیز ان کے طلب کرنے کا طور و طریقہ کیا ہوگا؟''

مختار: ''صرف اس دربار کی توجہ درکار ہے' مکہ معظمہ میں کئی ہزار وہ مسلمان جن کے دلوں میں بنی امیہ کے طرز عمل اور ظلم و جفا نے ناسور ڈال رکھے ہیں۔ آناً فاناً جمع ہو سکتے ہیں''

ابن زبیر: کیا تم ابوتراب کے متعلق نیک گمان ہو؟ اور عقیدہ میں آل ابی طالب سے متفق ہو؟'' ''حضور! ہم لوگوں کا عقیدہ حضرت علیؓ کے متعلق بعینہ وہی ہے جو آپ کے ماموں جان محمد بن ابی بکر کا تھا۔ اور بنی امیہ کے سردار ''معاویہ'' کے متعلق ہمارا خیال وہی

ہے جو آپ کی خالہ جان جناب عائشہ کا تھا' نیز ہمارے نزدیک حضور کے والد صاحب کے سسر جو رسولؐ کے بھی خسر ہوتے ہیں اور داماد نبیؐ سب برابر ہیں۔"

خلیفہ: "تو کیا تم لوگوں کے خیال میں ابوبکر اور ابوتراب برابر ہیں مختار: صرف یہی نہیں' بلکہ عمرو عثمان بھی رتبہ میں ان دونوں سے کم نہیں اپنے اپنے مقام پر یہ لوگ بلند مرتبہ کے مالک تھے اور ہمارے لئے واجب الاحترام۔

"اے ثقفی جوان! ابوتراب اور عثمان کو ہم مرتبہ قرار دیتے ہو؟ حالانکہ ایک قاتل اور دوسرا مقتول اور یہی خیال تھا ہماری خالہ جان اور رسول اللہ کے ماموں جن کا" خلیفہ نے کہا مگر متبسم ہو کر۔

"حضور! اس فدوی کے عقیدہ کی نسبت مزید کیا عرض ہو۔ آپ کے والد ماجد جناب ابوبکر خلیفہ اول بلند درجات کے مالک' البتہ آل ابوتراب کے ساتھ بندہ کو اتنی عقیدت کا اظہار از بس لازم ہے کہ ان کو بنی امیہ کو حکومت کے خلاف آمادہ خروج کر سکوں' رہا سوال عثمان کے قتل کا' سو یہ ان پر کیجئے جنہوں نے قاتل کے ہاتھ پر بیعت کی۔" مختار نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ خوب پتے کی کہی" اتنا کہ اور حاجب کو طلب کیا گیا۔ لبیک یا خلیفۃ رسول اللہ"

"حضور دونوں کو اندر آنے سے روکا گیا لیکن یہ صاحب جبراً چلے آئے اور دوسرا باہر کھڑا ہے۔ حاجب نے معذرت کی۔"

"اچھا چلو' حکم دیا جاتا ہے ک ان دونوں کو شاہی مہمان خانہ میں لے جاؤ اور عندالمطلب مابدولت کے دربار میں پیش کرو خلیفہ نے ارشاد فرمایا۔

مختار: "فدوی حضور کے دست حق پرست پر بیعت کے شرف سے مشرف ہونا چاہتا ہے۔" "یہ ایک امر اہم ہے۔ جسے دوسری ملاقات پر اٹھار کھا جاتا ہے سر دست شاہی مہمان خانہ میں جایئے اس وقت میرے آرام کا وقت ہے۔" خلیفہ نے کہا

بہر حال آج ہمارا مجاہد "مختار" شاہی مہمان کی حیثیت سے مع ہمراہی رشید کے دوسرے مرتفع مکان میں پہنچ جاتا ہے۔

غسل کیا' تبدیل لباس کے بعد کھا تناول کیا اور تکان دور کی حتی کہ آرام کرے شام ہوگئی' رات کو رشید نے دریافت کیا کہ خلیفہ وقت کے ساتھ کیا باتیں ہوئیں ؟ میں باہر کھڑا استار ہا لیکن کچھ سمجھ نہ سکا۔

"نتیجہ کا انتظار کرو (کان میں) خلیفہ صاحب از راہ تفتیش ہمیں الو بناتے رہے۔ اور ہم ان کے ہتھے نہیں چڑھے ورنہ کام بگڑ جاتا اور مقصد فوت یہ باتیں پھر ہوتی رہیں گی۔" مختار نے رشید کو سمجھایا۔

دوسرے دن علی الصبح مختار و رشید نے شاہی مہمان خانہ کے قریب کی مسجد میں نماز فجر ادا کی اور واپس آ کر مختصر تناول کے بعد بطور سیاحت باہر نکلے۔ ایک مکی شخص ابن ربیع نامی کو بطور بدرقہ ہمراہ لیا اور شہر سے کچھ دور فاصلہ پر چلے گئے۔

سب سے پہلے تو وہ مقام دیکھا جہاں پر یزید کے سپہ سالار حصین بن نمیر نے منجنیق کے گولے شہر پر برسائے تھے پھر وہ خندق دیکھی جو ابن زبیر نے مکہ کی حفاظت کیلئے کھدوائی تھی۔ یہاں سے واپس ہو کر کعبہ شریف کے جلے ہوئے پردے دیکھے' کعبہ کی جلی ہوئی چھت کا ملاحظہ کیا۔ وہ لائبریری دیکھی جس کی ہزار ہا قیمتی کتب جل کر راکھ ہوگئی تھیں ۔پھر اس دنبہ کے جلے ہوئے سینگ دیکھے جو جناب اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ کا وہ محلہ دیکھا جو یزیدی گولہ باری سے منہدم ہو کر جل چکا تھا۔ ان عبرتناک نظاروں سے مختار کا دل بھر آیا۔ اور شعائر اللہ کی بے حرمتی اور افواج یزید کی شرارت وجسارت پر بے اختیار رونے لگا۔

ابن ربیع: (آہستہ سے) "جناب! بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آگ یزیدی فوج نہیں لگائی تھی بلکہ یزیدیوں کے خلاف اشتعال دلانے کیلئے خود ہمارے خلیفہ ابن

زبیر کی کارستانی تھی۔ مگر خیال رکھنا اس کا اظہار نہ کیجئے گا۔"

مختار: "تو کیا آجکل ابن زبیر کی حکومت کا دائرہ سرزمین مکہ تک ہی محدود ہے؟ مجھے کسی بات کا علم تک نہیں"

"اخاہ! آپ کس زمین میں بستے ہیں؟ بالکل ہی بے خبر ہیں۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ آج مکہ کی شاہی بہت وسیع ہو چکی ہے۔" ابن ربیع نے کہا مختار: "اگر تکلیف نہ ہو تو مجھے اس داستان سے مختصراً باخبر کیجئے!"

"سنئے سرکار! جب حصین بن نمیر نے ہمارے شہر (مکہ) پر گولے منجنیق سے برسانے شروع کئے، میں اس روز اپنے گھر میں تھا۔ تو استغفار! ایک قیامت برپا ہوگئی اس آگ سے بڑا کتبخانہ جل گیا اور شہر کے سینکڑوں مکانات نذر آتش ہوئے، کعبہ کے پردے اور چھتیں تمام خاکستر ہو گئیں۔ یہ تمام واقعات 30 ربیع الاول 64 ہجری کے ہیں۔

یزید کی فوجیں مکہ معظمہ کے اردگرد بہت دنوں تک ڈیرے ڈالے رہیں۔ حتیٰ کہ خدا کی قدرت سے ان کے سپہ سالار کے نام پیغام آگیا کہ یزید 14 ربیع الاول 64 ہجری کو 38 سال کی عمر میں ساڑھے تین سال حکومت کر کے ذات الجنب کے درد سے مر گیا اس کی موت کی اطلاع پا کر حصین ابن نمیر مع لشکروں کے واپس دارالخلافہ دمشق کو لوٹ گیا بھئی اگر وہ مر نہ جاتا تو مکہ کو بالکل اسی طرح برباد کرتا جس طرح مدینہ رسولؐ کو تباہ کیا۔ سچ بات ہے میں تو جا نہیں سکا لیکن جو لوگ وہاں سے بھاگ کر آئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ مدینہ ایک اجاڑ اور سنسان جنگل کی مانند بنا دیا گیا ہے خیر اس کے بعد سارے ملک حجاز نے ہمارے خلیفہ ابن زبیر کی بیعت کر لی۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد یمن بلکہ خراسان تک کے مسلمان حضور خلیفہ ابن زبیر کی بیعت سے مشرف ہو گئے۔ عراق کا پتہ نہیں، ورنہ سارے ملکوں میں عبداللہ بن زبیر کی سلطنت کا طوطی بول رہا ہے۔ ابن مطیع نے تقریر سنائی۔

ابن رشید: ''یار! تم نے تو بہ کمال داستان سنائی اچھے واقف ہو۔'' مختار: ''خیر اب واپس چلیں اب تو تمازت آفتاب زیادہ ہو گئی یہ دیکھئے ناں۔ مجھے پسینہ بہ رہا ہے۔'' (واپسی پر رستے میں) بھئی! جب میں کوفہ سے چلا وہاں ابن زیاد گورنر تھا۔ عرصہ دراز ہو گیا ہے معلوم نہیں آج کل وہاں کی حکومت کی کیا کیفیت ہے؟

ابن ربیع: ''جناب! اس امر کی واقفیت مجھے نہیں ہے۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ خلیفہ وقت کے سگے بھائی مصعب آج کل بصرہ کے گورنر ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ پتہ معلوم نہیں۔'' باتوں باتوں میں دب بہت چڑھ آیا اور یہ تینوں واپس شہر میں آ گئے بدرقہ راہ کو تو ایک کوچہ میں دروازہ شہر کے قریب چھوڑا اور خود اپنی فرودگاہ میں فروکش ہوئے۔ مختار و رشید نے ابھی کھانا نہیں کھایا تھا' کہ مہمان خانہ کے داروغہ نے اطلاع دی کہ ایک عرب آپ کے انتظار میں صبح سے بیٹھے ہیں مختار نے رشید کو بھیجا کہ ان کا پتہ دریافت کرے۔ چنانچہ وہ چلا گیا۔ دیکھا تو وہی سانڈنی سوار بزرگ ہیں جن کی راہنمائی نے ان دونوں کو آج شاہی مہمان کی حیثیت دے رکھی ہے۔

رشید: بسم اللہ آپ تشریف لے آئیے۔ عرب نے اشارہ سے سمجھا کہ یہ تعارفانہ لہجہ مت اختیار کیجئے اور کیا ہوا۔ ''وہ تمہارے دوسرے ساتھی کدھر ہیں؟ انہیں کسی امر کی ضرورت تو نہیں؟'' (داروغہ سے مخاطب ہو کر) بیچارے غریب الوطن اور دور کے مسافر ہیں کل مجھے ملے تھے اور اسلامی شیوہ کے پیش نظر ان کا پتہ دریافت کرنے آیا ہوں اس میں کیا مضائقہ ہے۔ داروغہ نے کہا۔

انیسواں باب

مختلف حالات سے تعارف

ناظرین جذبہ کو تکلیف دے کر ہم ایک ایسی منزل پر نہایت آہنگی کے ساتھ لے آئے ہیں۔ جہاں پہنچ کر سوچنے والے دماغ جنہیں نتائج پیدا کرنے کا قدرتی ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ آشفتہ ہوجاتے ہیں عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ اور حیالات میں کئی الجھنیں پیدا ہوکر اصلی مقصد فوت ہوجاتا ہے۔ اس لئے ہم نے مناسب جانا کہ فہم وادراک کا شیرازہ برہم نہ ہونے پائے اور نہایت اطمینان سے آپ کو اسی راہ پر لے جائیں جس کے سامنے اصلی مقصد موجود ہے۔

یہ وہ مقام ہے جہان پریشان خیال کا پیدا ہونا ازبس جروری ہے۔ اس لئے کہ ایک مختلف راستوں کو مرکز ہے یہاں سے بہت سی پگڈنڈیاں نکل جاتی ہیں۔ اور دور دراز کا ناآشنا مسافر بدرقہ راہ کے بغیر بھٹک کر رہ جاتا ہے۔ بہر حال یہیں سے مفصل ذیل امور کا علم آپ کی سیاحت سفر کا مفید آئینہ دار ہوگا۔

الف: مکہ خاص (دارالخلافہ) مدینہ (حجاز) کوفہ خاص (عراق) دمشق (دارالخلافہ شام) ان چاروں مقامات کا مختصر بادی النظر میں علم ہونا۔

ب: ''یزید مرگیا اور بس'' اس کے واقعات سے چشم پوشی یہی ایک بڑی غلطی ہے کیونکہ بیشتر حقائق اس امر سے متعلق ہیں۔

ج: امام حسین علیہ السلام شہید ہوگئے' صرف اس فقرہ پر اکتفا کرنا اور اس کے علل واسباب سے بے خبر ہونا۔ بلکہ اس سے پہلے اور بعد کے واقعات کو نظر انداز کردینا۔ یہ ایک اور بڑا مغالطہ ہے جس سے تاریخی مذاق تلخ حقیقت بن کر رہ جاتا ہے۔

د: حسینؓ بجائے شہید ہو جانے کے عالم اسلام کی ایک جمعیت عظیم کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے۔ اور سلطنت یزید کا ڈٹ کر دلیرانہ مقابلہ کرتے یعنی اس کی بے کسی اور مظلومیت کی دنیا اختیار نہ فرماتے۔

قارئین ''جذبہ'' اگر مذکورہ بالا امور کی انضباط حالات کے ساتھ منازل طے فرمائیں گے تو عقل و خرد کو راہ کی الجھنوں سے نجات ملتی رہے گی اور بعض وہ وساوس و توہمات جو یا تو قدرتی پیدا ہو جاتے ہیں یا حق پوشی و ناحق کوشی کے جذبہ میں دانستہ پیدا کئے جاتے ہیں خود ہی حل ہوتے چلے جائیں گے۔

انسانی دماغوں میں یہ ایک عام بیماری پائی جاتی ہے کہ وہ ایک ایسے نام نہاد سیاح کی طرح ریل یا جہاز میں سوار ہو جاتے ہیں کہ وہ سواری کی رفتار اور خوشگوار ہوا کے فراٹوں کو ہی اپنا حاصل سفر و سیر تصور کرتے ہیں۔

نہیں معلوم کہ ان علاقوں یا شہروں کے مضافات کی آب و ہوا یا تہذیب و تمدن کی کیا کیفیت ہے؟ صرف ایک کہانی سنتے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ فسانہ فسانہ نہیں بلکہ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ کا آئینہ ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو بعض مشہور و معروف مقامات پر سواری سے اتار لیا جائے اور وہاں کے گرد و پیش کی سیاحت سے معلومات میں ساتھ ساتھ اضافہ کیا جائے۔ تا کہ نتائج بھی آپ کے قلب و دماغ میں جاگزیں ہوتے چلے جائیں۔ خواہ ہمارا یہ عزم آپ کو ناگوار کیوں نہ ہو؟

امیر مختار مکہ میں ہیں اور شاہی مہمان کی قدر و حیثیت سے لیکن مختار کو مکہ کا کوئی علم نہیں کہ ملکی معاملات میں یہاں کے عوام کی کیا رائے ہے؟ حکومت کا دستور العمل اور نصب العین کیا ہے؟ خلافت مآب کی رائے مختار کے بارے میں کیا ہے؟ اب مختار کو کس سے اور کس طرح ملاقات کرنا ہے؟ کون کون سی ہستیں اس کے ارادہ کی موید اور کون سی مخل

ہوسکتی ہیں ۔ بہر حال مختار کو شاہی مہمان خانہ میں یہیں چھوڑ دیں اور خود ذرا تکلیف فرما کر تھوڑے وقت کیلئے اپنے اشہب خیال کو پھر اصلی مقام پر لے چلیں تا کہ الجھاد سے دماغ محفوظ رہے۔

اس وقت کے اسلام کی حکومت کا مرکز دمشق یزید کی اسلامی حکومت

یزید کے والد معاویہ کا انتقال 15 رجب 60 ہجری کو ہوا۔ اور تمام اسلامی دنیا پر یزید کا تسلط واقتدار ہو گیا۔ اس وقت اسلامی حکومت کی وسعت حسب ذیل تھی" حدود بخارا سے قیروان تک اور اقصائے یمن سے حدود قسطنطنیہ تک حجاز' یمن' شام 'مصر' مغرب 'عراق' جزیرہ 'آرمینا' آذربائیجان 'روم 'فارس' خراسان' جبال' ماوراء النہر' سیستان' علاقہ کابل' غزنی' غور وغیرہ وغیرہ۔

بصرہ عبیداللہ ابن زیاد گورنر تھا اور کوفہ پر نعمان بن بشیر اور مدینہ پر ولید بن عقبہ بن ابوسفیان' خراسان پر عبدالرحمن بن زیاد' سیستان' عباد بن زیاد' کرمان پر شریک بن لاعور مصر پر مسلمہ بن مخلد اور مکہ پر عمر بن سعید بن العاص۔

عہد یزید میں بجائے اس کے کہ ایک چپہ زمین قبضہ اسلام سے نکل جاتی 61 ہجری میں ابو بلال مرداس کے ماتحت خارجیوں کے زبردست گروہ نے یزید کے خلاف خروج کیا۔ اور مقام توج پر یزید کے ہاتھوں شکست کھا کر مرداس معہ خوارج مارا گیا۔ توان کا مختصر علاقہ بھی لے لیا گیا اور اسی سال خراسان مکمل اور خوارزم بھی فتح ہو گیا۔ اور سمرقند (ترکستان) بھی قلمرو یزید کے زیر نگین ہوا۔ 62 ہجری میں عقبہ بن نافع کو یزید نے دوبارہ افریقہ کا گورنر بنایا۔ تو رومیوں اور بربروں سے بھی بہت سے علاقے چھین لئے گئے اور

باغایہ اربہ تاہرت بھی فتح ہو گئے طنجہ کے گورنر لیان (جولیان) کو فرمانبردار بنالیا گیا۔
پھر سوس ادنیٰ فتح کیا حتیٰ کہ عقبہ بن نافع سوس اقصیٰ تک جا پہنچا۔ اور مقام سالیاں پر
بحر ظلمات کی ساحل پر سمندر کو دیکھ کر کہنے لگا۔
خدایا! اگر یہ سمندر آگے نہ آجاتا۔ تو میں تیری راہ میں اس سے بھی آگے
چلا جا کر جہاد کرتا۔ مگر وہ واپسی پر 65 ہجری میں بمقام تہودا رومیوں اور بربروں سے
لڑتا ہوا مارا گیا۔ رنوٹ ان دنوں بصرہ کا وائسرائے تمام ممالک ایران وخراسان کے
گورنروں کا افسر ہوا کرتا اور مصر کا وائسرائے تمام ممالک مغرب کے گورنروں کا افسر ہوتا تھا۔
مذکورہ بالا امور کو اپنے ذہن میں ضرور بٹھالیجئے! اب آپ کیلئے یہ اندازہ لگانا بہت
سہل ہوگا کہ مختار کے ارادہ کا وزن کیا ہے؟ اور وہ کس حکومت سے ٹکرا رہا ہے؟ اور اس
ٹکر میں اسے کن داؤ پیچ کی ضرورت تھی؟

✿✿✿✿✿

بیسواں باب

عرب کو دعوت چائے

رجوع الی القصہ: بس اب چپکے سے واپس مکہ معظمہ میں تشریف لے آئے

"اگر اندر تشریف رکھتے ہوں تو ان سے سلام علیکم کے بعد عرض کریں کہ وہ کل والا غار کا میزبان یاد کر رہا ہے" عرب نے کہا

(تبسمانہ انداز میں) "وہ کل رات والی سرکار تشریف فرما ہیں ۔اگر اجازت ہو تو انہیں اندر بلالوں؟ داروغہ مطبخ پاس ہی بیٹھا ہوا ہے۔ گو منہ دوسری طرف رکھتا ہے لیکن لحظہ بہ لحظہ کان ادھر لگا لیتا ہے میں نے یہ نوٹ کیا ہے۔ اب جیسے صلاح کار مناسب ہو۔ رشید نے اندر جا کر پیغام دیا۔

(صرف ایک منٹ سوچ کر) کہہ دو۔ کہ ابھی ابھی سیر کو گئے تھے۔ میں بھی ہمراہ تھا تمازت آفتاب کا نتیجہ ہے یا غیر آب وہوا کا فوری اثر۔ واپس آتے ہی صرف پانی پیا ہے۔ اور مدہوش سے پڑے ہیں آپ نماز عصر کے وقت تشریف لائیں ۔مگر رشید! ایسے نہ کہہ دینا کہ بس دل شکنی ہو کہ ہمارا باریک سا باطنی سلسلہ ٹوٹ جائے ۔مختار نے جواب بھیجا۔ رشید باہر آیا' عرب کھڑا تھا اور داروغہ صاحب از راہ تغافل و رتجاہلِ عارفانہ اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے۔

"وہ تو خود آپ کی ملاقات کے مشتاق تھے۔ آپ نے رہنمائی میں ہماری بہت مدد فرمائی مگر اب تو وہ کچھ بے ہوش سے پڑے ہیں۔ کیا یہ مناسب تو نہ ہوگا۔ کہ آپ عصر کے وقت تشریف لائیں اور چائے بھی یہیں تناول فرمائیں۔

جناب اخی! یہ ہمارے ساتھی اگرچہ جناب خلافتِ مآب کے دربار سے

باریاب ہو چکے ہیں لیکن انہیں تو اداسی نے پریشان کر دیا ہے۔آپ ذرا اس ملک کے باشندے ہیں کچھ وقت اِدھر اُدھر کی باتوں سے بہلائیں گے

''بہت بہتر'' کہہ کر عرب چلا گیا اور رشید نے اندر آ کر مختار سے کہہ دیا کہ حسب تجویز عرب کو واپس بھیج آیا ہوں۔ اتنے میں کھانا آ گیا۔مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھایا کچھ دیر کیلئے سکون کیا۔اور اطمینان کے بعد ایک اور الگ کمرہ میں چلے گئے۔''میرے خیال میں عرب کو واپس کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔اگر اندر چلا آتا تو ہماری بہت عمدہ رہنمائی کرتا'' رشید نے کہا۔

مختار:۔''میرے ناتجربہ کار رفیق! تم اس سرزمین کو نہیں سمجھ سکتے۔وہ جو چچا جان داروغہ جی اِدھر اُدھر ٹہل رہے ہیں کہیں ہمارے لئے یہی پھانسی کا باعث نہ بن جائیں۔یہ سب کے سب لوگ بات کا تنگو بنانے میں ید طولیٰ کا کمال رکھتے ہیں''

رشید: سو وہ جو کیا ہے سو وہ پھر آنے والا ہے اب اس سے کیا کہئے گا؟''باب اب اسے کیا داروغہ کو بھی شامل چائے کریں گے۔رشید چپکے چپکے دیکھتے جاؤ۔جزانہ غیب کی کنجیاں مکہ ہی میں تو موجود ہیں جس کے پاس ہوں گی میرے حوالے کرے گا۔

(مختار کی آنکھوں میں آنسوں ڈبڈبا آئے) جیسا کہ ملک عراق کی کنجیاں ہمارے کشیر کے پاس تھیں مختار نے کہا۔

جناب! آپ کا ایک مہمان باہر آپ کو یاد کرتا ہے کیا بلا لاؤں؟ مطبخ کے ایک ملازم نے کہا۔ ''وہی سرکار ہوں گے اب تو میں خود باہر جاتا ہوں۔اتنا کہا اور مختار باہر چلا گیا۔

اخاہ!! کہئے؟ مزاج کیسے ہیں؟ سنا تھا کہ چکرا گیا تھا۔عرب نے کہا'' آیئے نا اندر تشریف لے آیئے! باہر کھڑے رہنے کی کیا ضرورت؟ یہ

سرکار داروغہ سے ذرا اجازت لے لیجئے آیئے! داروغہ صاحب! اندر چل کر مل کے چائے پئیں" مختار نے کہا اب مختار اپنے عرب دوست اور داروغہ کو لے کر اندر چلے آئے' خیر و عافیت دریافت کرتے اشاروں ہی اشاروں میں سینکڑوں ہزاروں باتیں کہہ گئے۔

اس کے بعد چائے کا دور شروع ہوا۔ اور کچھ وقت با بخیر و شما بسلامت' کہنے لے بعد میں آپ کی موجودگی میں عرب کو رخصت کر دیا۔

اکیسواں باب

خفیہ سازشیں اور مختار کی آزادی

رات منہ آئی کھانا کھا کر سو گئے کہ دفعتہً کیا بلا نازل ہوئی یکایک مختار چیخنے چلانے لگا لنگر خانہ کے ملازم جو آرام سے سوئے پڑے تھے۔ بلبلا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور افراتفری میں فوراً شاہی طبیب کو بلایا گیا۔ جس نے ہر چند تشخیص کی لیکن اسے مختار کی بیماری معلوم نہ ہو سکی اور مریض اس قدر بے چین تھا کہ حکیم کے اوسان باختہ ہو گئے۔

خدا خدا کر کے شب اضطرار گزر گئی اور صبح کی سفیدی نمودار ہوئی' دربار خلافت میں اطلاع دی گئی۔ عبداللہ ابن زبیر نے اپنے چند اعیان سلطنت کو طلب کر کے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور طبیب کو ضروری حکم کے ذریعے شاہی مہمان کی عیادت وعلاج کا فرمان بھیجا' مشیران خاص نے اپنی اپنی رائے کا اظہار شروع کیا۔

"بادشاہ سلامت! اگر مختار کو سیاسی حیلہ سے اپنی سلطنت کا ایک پرزہ ہی قرار دیا ئے تو یہ امر زیادہ موزوں و مناسب ہوگا۔"

"بلکہ ایسا کرنے سے وسعت سلطنت میں اور زیادہ مدد ملے گی۔" "خیال ہے کہ ایسا کرنے سے عراق عجم تک کے تمام شیعہ حکومت مکہ کے آگے بلا حیل وحجت سر تسلیم کم کریں گے۔"

"کیوں نہ اس کے صحت یاب ہونے پر اسے مکمل آزادی دے دی جائے اور اس کے دل میں یہ کھٹکا ہی نہ رہے کہ گورنمنٹ اس پر نگرانی (کنٹرول) کر رہی ہے۔ اور یہی حکمت کارگر ہوگی۔"

"یہاں بھی مکہ شہر کے علاوہ مضافات میں ہزار ہا شیعہ جو بنی امیہ کے سخت دشمن

ہیں جا بجا پھیلے ہوئے ہیں۔ ابھی ان سے مختار کے ذریعے کام نکالئے" وزراء نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔

ابن زبیر: "مگر جب اسے بالکل ہی آزاد کر دیا گیا تو یقیناً محمد بن حنفیہ سے ملے گا جونہی اس کی اس کے ساتھ ملاقاتیں شروع ہوئیں بنا بنایا کھیل بگڑ جائیگا۔"

"حضور عالی! اس کا آسان علاج تو یہ ہے کہ خود محمد بن حنفیہ اور چند بنی ہاشم کی جو اس کے ہم خیال ہیں، خاص طور سے نگرانی کی جائے۔"

"نگرانی تو پہلے خفیہ خفیہ جاری ہے لیکن ذرا زیادہ احتیاط کر لی جائے۔"

"محمد بن حنفیہ کو تو خود اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں اندر ہی نماز اور اندر ہی مصلا ایسا گوشہ نشین بنا ہوا ہے کہ کبھی آفتاب کی شعاع تک نہیں دیکھی۔ خفیہ محکمہ ہوشیار ہے اسے اور اشارہ کر دیا جاوے گا۔ اور بس۔"

ابن زبیر: "مکمل آزادی کے بعد محمد بن حنفیہ کے علاوہ اس کے چندرہ سولہ ہوا خواہوں کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔ اور صرف گوشہ نشینی کی جھلک پر غفلت زیادہ خطرناک ہوگی کیونکہ بنی ہاشم کی گہری اور عمیق سیاست سے ہم تم سے زیادہ واقف و آشنا ہیں۔"

"اس کی فکر نہ فرمایئے! یہ کام محکمہ خاص کے سپرد رہے گا۔"

دربان کو بھیج کر معلوم کر لیا گیا کہ مختار کی طبع میں سکون اور بیماری میں اضافہ کی بجائے افاقہ ہے لہٰذا تجویز ہوا کہ مجلس برخاست کی جائے اور جناب خلیفہ خود خلوت میں بلوا کر مختار کی حوصلہ فزائی فرمائیں۔

حسب الحکم مختار دربار شاہی میں حاضر ہے تین بار جھک کر سلام کرنے کے بعد باشارہ خلیفہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اخاہ! مختار! میں تو ناسازی طبع کے باعث خود مہمان خانہ تک نہ جا سکا۔ معلوم ہوا ہے کہ نصیب اعداء رات سخت تکلیف ہو گئی تھی، آخر تھا کیا؟ بدہضمی کی شکایت ہو گی

یا کیا؟ خلیفہ نے تسلی آمیز لہجہ میں کہا۔

''حضور کی جان سلامت اور اقبال بلند!! میں تو مر کر بچا۔ آناً فاناً کچھ غلبہ سا ہوا اور معادم گھٹنے لگ گیا۔ بس ہوش حواس رفو چکر۔ حضور! کئی سال ہوئے۔ سفر و سیاحت طبع ثانیہ بن گئی ہے اور وضع احتیاط ایک لمحہ کیلئے قطعاً نا قابل برداشت۔'' مختار نے کہا۔

''اخاہ! مابدولت نے اسے پہلے ہی تاڑ لیا تھا۔ اچھا' تو تمہارے دل میں کسی مسخرے نے یہ ڈالا کہ تم خدانخواستہ پابند ہو۔ لاحول ولاقوۃ

ہم تو تمہیں اپنا مصاحب خاص اور گرم و سرد چشیدہ جہاں دیدہ کہ مشیر سمجھتے ہیں ۔ بلکہ تمام امور سلطنت اور اس کے سیاہ و سفید کا مختار مطلق جان چکے ہیں۔'' تم بغیر کسی رکاوٹ کے مابدولت کی شرف مصاحبت سے مشرف و سرفراز ہو کر دربار کو اپنی مشاورت سے مستفیض کیا کرو۔ نیز شہر مکہ اور اس کے گردونواح میں آزادانہ گھوم گھام کر حالات کا جائزہ لو۔ نعوذ باللہ! مختار اور پابندیاں اس خیال خام سے درگزر کرو۔ اور اب یہاں سے رخصت ہو کر حسب عادت مصروف سیاحت ہو جاؤ۔ شاہی مہمان خانہ ویسے تمہارا خدمت گذار رہے گا۔ ورنہ مکہ اور کعبے کی قمرو تمہاری میزبان اور تم اس کے معزز مہمان ہو خدا حافظ۔

ابن زبیر نے دریا دلی سے عام اجازت دے دی (تین بار کورنشات بجا کر

حضور باہر ایک عرب باریاب ہونے کا اذن چاہتا ہے۔ دربان نے عرض کی۔

(اجازت کے بعد) سلام علیکم 'شاہی مہمان کی عیادت (تیمارداری)

کو حاضر ہوا ہوں اگر اجازت ہو تو اسے ہمراہ لے جا کر اس کا دل بہلاؤں

''ہاں اجازت ہے'' غرض سرکار عالی کی اجازت سے رشید و مختار عرب کے ہمراہ چلے گئے۔ مختار کو بظاہر کوئی کھٹکا نہیں رہا۔ لیکن اس کے قلبی تاثرات کو علام الغیوب ہی جانتا ہے۔

بائیسواں باب

عرب عورت پر انکشاف راز

(عرب میزبان کے ہاں فرش پر بیٹھ کر) ''خوب بیمار بنے کہ اراکین حکومت کو بھی گرما دیا۔'' عرب نے کہا۔ خیر آپ کے اشارہ پر عمل کرنے سے اتنا تو ہو گیا کہ خود بادشاہ نے ہمیں چلنے پھرنے اور عام لوگوں سے ملنے کی اجازت دیدی ہے۔ فرمایئے! اب کیا کیا جائے؟ خدا یا تعالیٰ کی رضا کے ماتحت ایک پروگرام جلد از جلد مرتب کر لینا چاہیے۔ تاکہ مزید تاخیر نہ ہو۔

''اے او سعد کے بچے! یہ بد بخت ملازم بھی کیسا کاٹھ کے اُلو ہیں؟ نالائق چائے حاضر کرو۔ بے وقوف! ایک بیمار سا مہمان کتنی دیر سے بیٹھا ہے اور تمہیں خبر تک نہیں۔''

''جناب چائے حاضر ہے'' غلام بولا۔ ارے وہ تازہ کھجور جو فدک وحجاز کا تحفہ آیا تھا۔ ساتھ کیوں نہیں لائے؟ عرب نے ڈانٹا۔ ''آقا! وہ تو بی بی جی نے کسی صندوق میں مقفل کی ہوئی ہیں اور وہ خود چند ساعت ہوئے اپنی بہن کے ہاں کسی ضروری کام کیلئے چلی گئی ہیں۔ غلام نے عرض کی۔

اب ان تینوں نے چائے پی اور ذرا اور بھی جمعیت خاطر سے بیٹھ گئے۔ ''برتن اٹھالے اور باہر دروازہ پر بیٹھا رہ۔ عرب نے اپنے غلام کو حکم دیا۔

مختار! میرے سمجھانے بجھانے کی ضرورت نہیں اس وقت عبداللہ بن زبیر کا ہم خیال ہو جانا بات بات میں اس کی ہاں سے ہاں ملانا گویا تمام کامیابیوں کی کنجی ہے۔ لیکن ہوشیار۔ اور مضبوط و ثابت قدم رہنا۔ کیونکہ ابن زبیر کا اصل زاویہ نگاہ نہ صرف خاندان بنی ہاشم کو تباہ کرنا بلکہ شیعان علی ع مرتضیٰ کیلئے از حد خطرناک ہے اور سنئے!

محمد بن حنفیہ اور کئی بنی ہاشم مدینہ سے ہجرت کر کے آج کل مکہ ہی میں قیام پذیر ہیں۔ اس مصیبت زدہ خانوادہ کو کہیں بھی قرار نہیں۔ ان کی نقل و حرکت ایسی خفیہ ہوتی ہے کہ کسی کو کانوں کان اطلاع نہیں۔ مدینہ کے لوگ جانتے ہیں۔ کہ یہ علیؑ کا فرزند مدینہ میں ہے اور حقیقت میں وہ مکہ میں ہیں۔ مہربانی کر کے آپ ان کی طرف رجوع نہ کریں۔ بلکہ ان کے نام تک سے نا آشنا رہنا۔ حتیٰ کہ ان ہزار ہا ثارات الحسین علیہ السلام سے اپنے اشارات ملانے کا موقع مل جائے اور بظاہر آپکی نقل و حرکت موجودہ حکومت کی اطاعت و تعاون میں وقف رہے اور زاویہ نگاہ وہی جو رضائے رب العالمین میں ہے۔

خدا آپ لوگوں کا حافظ و مددگار ہو۔ بحرمت محمدؐ و آل محمدؐ

میں عنقریب مناسب موقع پر چند جانثاران آل محمدؐ کی جن پر مجھے کامل اعتماد ہو۔ خاص مجلس رات کے وقت منعقد کروں گا۔ جس کے بعد آپ پروگرام بالکل مکمل ہو جائے گا۔ عرب نے تقریر کی۔

مختار: "میرا جام صبر و انتظار لبریز ہو رہا ہے۔ اور اب مزید طاقت توقف نہیں۔ ممکن ہے کہ صاحب ذوالجلال والجبروت کا غضب اپنے قہرمانی عذاب سے آل رسولؐ کے دشمنوں کو فی النار کرے اور ہمارے سینے کی آتش انتقام اندر رہ جائے۔ اخی عرب اللہ تعالیٰ سے توفیق و داد طلب ہو کر ہمیں ساحل پر جلد پہنچایئے!"

عرب: کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا اگر آج سے کچھ عرصہ پہلے آپ جلد بازی سے کام لیتے تو من کی من میں رہ جاتی اور دشمنان حسین ابن علی کے ہاتھ اور مضبوط ہو جاتے۔ بہر حال تعجیل اچھی نہیں۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ وقت آ گیا ہے کہ جور و جفا کی کھیتیاں جلا دی جائیں۔ ناانصافی کی آندھیاں تھم جائیں۔ استبداد ستم ایجاد سلطنتیں تباہ ہوں اور کیا بنی امیہ اور کیا آل زبیر ان سب کی سلطنتوں کا تختہ الٹ دیا جائے۔

"اچھا تو بہتر ہو گا کہ آپ یہیں ٹھیریں اور ہم یہاں سے رخصت

ہو جائیں۔" مختار نے فی امان اللہ کہتے ہوئے مع رشید گھر سے نکل کر طائف کی راہ لی۔

محمود! میں تو باورچی خانہ میں بیٹھی تمہاری سب تقریر سن رہی تھی ارے یہ مہمان کون تھے؟ غضب! تم تو غیروں کے ساتھ مل کر بادشاہ کے خلاف گرمتے پکار رہے ہو!! اری اماں ہم تو غریب اور ناتواں بندے ٹھہرے۔ انہی خفیہ محفلوں نے مدینۃ الرسول کو برباد کیا' اور خود مکہ میں کیا ہوا اور آئندہ کیا کیا ہونے والا ہے؟ انقلاب کے بادل بدستور گرج رہے ہیں سیاسی بجلیاں آسمان عرب پر برابر کوندرہی ہیں۔

احمد کے ابا! میرا عزیز شوہر ہو کر مجھے اس راز اور سازباز سے آگاہ کر ورنہ زہر کھا کر مرجاؤں گی۔ عرب کی بیوی نے دوسرے کمرہ سے نکل کر تادیب کی۔" اُف! ایں از کجا رسید دگر بار الغیاث!" ارے نافہم اور ناقص العقل عورت! تیرے متعلق تو اس کوڑ مغز ملازم کی زبانی معلوم ہوا تھا۔ کہ اپنے بہن کے ہاں گئی ہے۔

"کیوں اے سعد کے بچے! یہ آفت کہاں سے برآمد ہوئی؟" نوکر کو ڈانٹ بتلائی۔ ارے اس غریب کا کیا قصور؟ میں نے اسے یہی تو کہا تھا۔ اور ہاں آنکھ بچا کر ساتھ والی کوٹھڑی میں دبک کر بیٹھ رہی تھی۔ بخدا! مجھے تو پرسوں سے ہی شک گزر گیا تھا جب تم ایک نوجوان کو مختار ثقفی کے متعلق علیؑ کی پیشگوئیاں سنا رہے تھے۔ بیوی کڑک کر جواب سوال کر رہی ہے۔

تیئیسواں باب

یزید کے بعد خلافت کا مسئلہ

امیر مختار مضافات مکہ مکرمہ کی گشت کر رہا ہے۔ اور احمد کے گھر سے ایک تنور طوفان پیدا ہو رہا ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ذرا تھوڑے عرصہ کیلئے پھر دار السلطنت شام (دمشق) میں تشریف لے چلیں۔ تاکہ یہ تاریخی داستان دماغوں میں الجھن پیدا نہ کرے۔ نہ صرف شہر دمشق میں بلکہ جملہ اقطاع و امصار سلطنت میں عام منادی کرائی گئی' کہ یزید کے مرجانے کے بعد اس کی جانشینی کا مرحلہ درپیش ہے۔ اسے جلد از جلد طے ہونا چاہیے لہٰذا اراکین و اعیان سلطنت مع ارائے متعلقین مورخہ 13 ربیع الاول 64 ہجری کو دیوان خاص میں قدم رنجہ فرمائیں۔

تاریخ معینہ کو دربار آراستہ کیا گیا۔ سونے چاندی کی کرسیاں بچھائی گئیں۔ قیمتی فرش فروش اور بیش بہا قالین' جھاڑ فانوس' مخمل' اطلس کے پردے' خوشبویات سے کمرے معطر اعیان و امرا کے قدوم سے یہ شاہی محفل گویا بقعہ انوار میں افق نو پر ماہ و پروین کو طلوع ہو گیا۔

غلام خدمت گار زرق برق کے لباس پہنے چوڑیاں' چھتر' زرنگار پنکھے ہاتھوں میں لئے قرنیہ اور قاعدہ سے کھڑے ہو گئے۔ شاہی دربان وردیاں پہنے ہوئے جابجا دروازوں اور سڑکوں پر متعین ہو گئے۔ علماء و محدثین بصد کروفر اپنی اپنی نشستوں پر نظر آنے لگے۔

ایک صاحب نے اٹھ کر سب سے پہلے یزید کے فضائل و مناقب بیان کئے

۔اور خاندان بنی امیہ کی سیاسی قابلیتیں اوران کے تمام کارہائے نمایاں شور کیے ۔اس کے بعد حکومت کی تعریفیں بے حدو احصا بیان کر کے اعیانِ سلطنت سے استدعا کی گئی کہ وہ شہزادہ عالیجاہ یعنی ولی عہد سے مودبانہ التماس کریں کہ وہ اپنے اقدام میمنت التزام سے منبر کو اور اپنے جاہ فشم سے تاج شاہی کو شرف ومفتخر فرمائیں۔ چنانچہ شہزادہ ولیعہد نے اٹھ کر اس بلند مرتفع طلائی منبر پر قدم رکھا جو صرف اسی گرض (تاجپوشی) کیلئے بنایا گیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و ثنائے خالق ذوالجلال ولایزال و درود و صلوۃ بر محمد و آل ۔یہ بندہ خدا معاویہ ابولیلیٰ پسر یزید بن معاویہ ارا کینِ سلطنت ومعزز اعیان قوم ومملکت کے سامنے یہ کہنے میں سراسر حق بجانب متصور ہوگا کہ میرے دادا معاویہ بن ابوسفیان نے اسی امر خلافت میں اس شخص سے منازعت کی جو اس امر میں نہ صرف اس سے بلکہ ہر کسی سے بہتر افضل اور مستحق تھا۔ بہ سبب قرابت رسولؐ اللہ کے اس کی فضیلت اور سبقت فی الاسلام کا مقام بہت بلند ہے۔ وہ تمام مہاجرین میں افضل اور کبیر تھا۔ اور از روے قلب تمام دنیا سے تمام لوگوں سے شجاع اور بہادر تھا از روے علم اس کی شان اسلام میں اعلیٰ وارفع تھی۔

وہ ایمان میں سب سے اول 'عظمت ومنزلت میں سب سے اشرف اور صحبت رسولؐ میں سب پر مقدم تھا' رسول اللہ کا داماد اور برادر۔ حضور نے اپنی اکلوتی بیٹی جناب فاطمہؓ کا اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نواسوں کا باپ جو سردار ہیں جوانان اہل جنت کے اور افضل ہیں اس امت سے وہ پروردہ رسولؐ فرزندان بتولؑ اور شجرہ طاہرہ 'مطہرہ زکیہ سے ہیں۔

میرے دادا معاویہ نے جو کچھ اس کے اور اس کے خاندان طیب

وظاہر کے ساتھ برتاؤ کیا تم اسے جانتے ہی ہو۔ اور کسی پر مخفی ومحتجب نہیں ۔حتیٰ کہ دادا صاحب کو خلافت کے تمام امور حاصل ہو گئے۔

لیکن جب موت قریب آ پہنچی تو وہ اپنی کمائی کی گٹھڑی کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھا کر اس جہان ناپائیدار سے رخصت ہوا۔ وہ اپنے اعمال ساتھ لے گیا اور اپنی قبر میں اس حال میں گرفتار ہے کہ کوئی دوسرا اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

پھر خلافت میرے باپ یزید کی طرف منتقل ہوئی۔ اس نے اپنے باپ کی پوری پوری تقلید کی اور خواہشات نفسانی میں مبتلا ہوا۔ اگرچہ میرا باپ بھی بوجہ اپنے اعمال زشت کے خلافت کے قابل نہ تھا لیکن وہ مزید براں خواہش نفسانی کے تابع ہوا۔ اس نے اپنی خطاؤں کو بہتر سمجھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو قوانین پر جرات کی اور اُولادِ رسولؐ سے سخت ترین سرکشی ان کی حرمت وشوکت اور عظمت وناموس کو خاک میں ملایا پس اس کی مدت خلافت کم ہوئی اور اس کا اثر منقطع ہو گیا۔ وہ بھی اپنی معصیت میں گرفتار ہو کر ایک خوفناک گہرے گڑھے میں چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر نادم ہوا۔ مگر اس مقام میں ندامت عبث وبے سود ہے۔ معزز حاضرین! مجھے یہ خلافت منظور نہیں ۔ مجھے یہ سلطنت مرغوب نہیں۔ میں اس خونی تاج سے بہت دور رہنا چاہتا ہوں ۔ اور نہ ہی میں اپنے آپ کو اس کے موزوں ومناسب سمجھتا ہوں۔

مجھ پر یہ واضح کر دینا بھی مناسب ہے کہ علی ابن الحسین زین العابدینؑ اس کے صحیح معنوں میں مستحق ہیں اور دنیا ومافیہا میں کوئی شخص ان میں کسی طرح کا عیب بصد تلاش نہیں پا سکتا۔ اگر چاہو تو ان کو خلیفہ بنالو۔ اگرچہ مجھے اس کا پورا علم ہے کہ وہ اسے قبول نہ کریں گے۔ والسلام

ابو لیلیٰ یہ خطبہ سنا کر منبر سے نیچے اتر آیا۔ حاضرین اور سامعین کے چہرے

فق ہو گئے درو دیوار پر مایوسی اور حیرت سے ہوائیاں اڑنے لگیں۔شاہی جشن ایک ماتمی محفل بن گیا۔ آخر چند منٹوں کے سکوت کے بعد یہ جلسہ اسی حزن واندوہ کی فضا میں برخاست ہو گیا۔ اور امراو اراکین اپنا سا منہ لے کر گھروں کو چلے گئے۔

آج رات کو محلات شاہی کے سوا بنی امیہ کے شمالی دیوان خانہ عالیہ میں پرائیویٹ مجلس ہے"اب کیا ہو؟ یہ پوت تو کپوت نکلا"

"اے جناب! بیڑا غرق کر دیا۔ خاندان کی ناک کاٹ ڈالی"

"اجی کم بخت نے خطبہ کیا دیا؟ ابوتراب کی فضیلتوں کے باب کھول دیئے"

"جناب! یہ تو نرا عبدالرحمن نسائی نکلا"

"استغفار .لاحول ولاقوة"

"آہ! یہ اکیس سالہ نوجوان باوجود فہم وزیرک ہونے کے تاج وتخت سے انکاری ہے"

"کہیں شیرازہ شاہی درہم برہم نہ ہو جائے۔"

حسان بن مالک: (گورنر خراسان) حضرات! ان چہ میگوئیوں کا مطلب ؟اوران موشگافیوں سے حاصل؟ جانے دو اور خاک ڈالو اس کے سر پر' چلئے! اس کے چھوٹے بھائی خالد کو تخت نشین کر دیجئے!" "اجی جناب! ایک صغیر السن بچے کو خلیفہ بنا دینا۔ یہ کونسی عقلمندی اور تدبیر ہے۔ دیکھتے نہیں؟ زمانہ کی ہوا بدلی ہوئی ہے' عراق میں کیا ہو رہا ہے اُدھر حجاز میں کیا منصوبے تیار ہو رہے ہیں؟

"پکڑو جی! اسے ذبح کر ڈالو یہ تمام شرارت اسی بڈھے کی ہے" "ہم نا کہتے تھے کہ یہ بڑا رافضی ہے" "قلم بچ گیا۔" "ارے معلوم کرو۔ آخر یہ تماشہ کیا ہے ؟"

آدھی رات ہونے کو آئی کہ بیچارے بے گنا ''عمر المقصوص'' کو جو ابولیلیٰ معاویہ بن یزید کا شاہی اتالیق و معلّم تھا۔ اس کے گھر میں بستر پر ہی جا دبوچا۔ ''او نمک حرام! یہ سب تیری ہی شرارت کا نتیجہ ہے ورنہ اس معزز خاندان بنی امیہ کو محبت آل ابوتراب سے واسطہ؟'' ''تو خلافت کو بنی ہاشم میں پھیرنا چاہتا ہے؟ کیا یہ تمام سبق تیرے سکھلائے ہوئے نہیں؟''

انصاف انصاف! سنو! میں خلیفہ کہتا ہوں کہ میں نے آج تک شہزادہ کے ساتھ اس موضوع میں کلام تک نہیں کیا۔ یہ تو اس کے اعتقادات کی باتیں ہیں جو اس کی سرشت اور جبلت میں ہونگی ورنہ کجا میں اور کجا یہ بات؟ تالیق نے معذرت کی۔

''جبلت! ارے او کم بخت اور بدنصیب عمر! تو نے تو سلطنت کا تختہ الٹنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔'' ''اس رافضی کی ایک نہ سنو! پکا کاذب ہے۔ اور وقت کو ٹالنا چاہتا ہے اس کی قسموں پر اصبارمت کرو بھاگ جائے گا۔ فرار کر جائے گا'' مختلف آوازیں۔ غل کیا مچا بیچارے عمر المقصوص کی اسی وقت ہوا خواہان بنی امیہ نے مشکیں کس لیں اور اسی وقت کشاں کشاں شہر سے باہر لے جا کر ایک گڑھا کھودا اور بیچارے بے گناہ کو زندہ ہزاروں من مٹی میں دفن کر دیا۔

اور چند روز کی بحث و تمحیص کے بعد ابولیلیٰ کا بھی زہر سے خاتمہ کر دیا۔ یہ صالح اور حق شناس نوجوان اکیس سال اٹھارہ یوم کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت کر گیا۔ اب سلطنت شام کا یہ تخت بے تاج و وارث ہے۔

بند کرے میں: زمانہ نبوت بھی دیکھا۔ رسول ہاشمی کی مساجت بی کی ابوبکر و عمر سے بھی سابقہ پڑا۔ خلافت عثمان میں وزارت عظمیٰ کا قلمدان بھی سنبھالا قتل خلیفہ کا سانحہ بھی دیکھا' حکومت معاویہ کی اعانت و امداد بھی کی آخر اس طویل عمر میں وہ کونسا تجربہ ہے جو آپ نے نہیں کیا۔ اللہ کا نام لے کر قدم بڑھائیے! میدان خالی

ہے' عبید اللہ ابنِ زیاد نے کہا۔

''آپ میرے چچازاد بھائی ہیں۔ اگر تختِ خلافت پر متمکن ہو جائیں تو مجھ سے بڑھ کر اور کس کو فخر و ناز ہو سکتا ہے۔ عمرو بن سعید نے کہا۔ مروان ابن الحکم: شام کے حمیری سرداروں کا کیا بندوبست ہوگا؟ اجی ان موشگافیوں کو چھوڑیئے۔ یہ تمام لوگ مٹھی گرم کرنے سے مٹھی میں آجائیں گے۔

بہر حال جس طرح بھی ہوا۔ اب 684ء میں مروان بادشاہ ہے اس نے یزید کی اولاد کے طرفداروں کو گانٹھنے کیلئے یزید کی بیوی خالد کی ماں مسماۃ اُمِ ہاشم سے نکاح کر لیا تھا۔ بدقسمتی سے مروان نے ایک روز سر دربار خالد کو ماں کی گالی دی۔ اس نے آ کر اپنی ماں سے شکایت کی۔ جب مروان رات کو محل میں داخل ہوا۔ تو ام ہاشم نے ایک بھاری گدا اس پر ڈلوا دیا اور چند لونڈیوں کو اوپر بٹھا کر مروان کو مار ڈالا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عبد الملک بادشاہ ہو گیا اب ہم مختار کے حالات بیان کرنے میں بہت آسانی محسوس کریں گے۔

چوبیسواں باب

امیر مختار کی سلیمان بن صرد خزاعی سے ملاقات

مختار و رشید تخمیناً تین میل مکہ سے باہر چلے گئے۔ راہ میں اِدھر اُدھر کئی بستیاں انہیں قافلوں کی صورت میں دکھائی دیں۔ لیکن نہ تو کسی سے ہمکلام ہوئے اور نہ کسی سے کچھ تعرض کیا پہاڑیوں کے نشیب و فراز سے تکان سی ہوگئی اور کھجوروں کے ایک جھنڈ تلے آرام کرنے بیٹھ گئے۔ ان دونوں نے آج صبح سے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔ مختصر سفر کی تکان اور بھوک کی وجہ سے طبائع کمزور ہورہی تھیں کہ شمال کی جانب سے ایک صاحب اچانک آنکلے۔ ''سلام علیکم رشید! تم یہاں کہاں؟''

''ارے تمہاری والدہ تو بے چین ہورہی ہے کم از کم اسے خیر عافیت کی اطلاع دی ہوتی''

مختار: ''علیکم السلام! ارے مدنی دوست کہیے! خیریت تو ہے؟ کیا تم بھی مکہ معظمہ میں وارد ہوگئے''

مدنی: بھئی! قصہ یہ ہوا کہ جس رات اسی رشید کے ہاں رات کو آپ سے ملاقات ہوئی اس کے چند یوم بعد مجھے ضروری پیغام پہنچا کہ مکہ سے کچھ فاصلہ پر فلاں قافلہ میں جلدی حاضر ہو جاؤ۔ چنانچہ میں حسب الحکم یہاں منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ کئی روز سے یہاں مقیم ہوں۔

رشید: بہمہ وجوہ خیریت سے ہے۔ لیکن تمہارا انتظار بہت ہے۔

مختار: '' دیکھو بھائی! تم نے صاف صاف بات نہیں کی اور نہ ہماری سمجھ میں آئی کیا کوئی پرائیوٹ معاملہ تھا؟''

مدنی: ''اے سرکار! باتیں وہی ہیں۔ جو اس رات کر رہے تھے قافلہ یہاں سے

نزدیک ہے اگر مناسب ہو تو میرے ہمراہ چلئے!"

اب مختار و رشید اس مدنی دوست کے ہمراہ چل کھڑے ہوئے بمشکل تمام یہاں سے ایک میل فاصلہ ہو گا جا کر دیکھا کہ پہاڑ کی ایک وسیع غار میں کئی نوجوان اپنی اپنی تلواریں صاف کر رہے ہیں اور قافلہ سالار انہیں مناسب ہدایات دے رہا ہے۔

جونہی مختار کی نظر اس بزرگ پر پڑی مارے خوشی اور حیرت کے مجنون سا ہو گیا اس کی آنکھوں کے سامنے ایک نئی بہار کا نقشہ آ گیا۔ اور بقول شاعر ؎

بند آنکھیں ہو گئیں بیہوش ہو ہو کر گرے !!
سامنے پیاسوں کے کس نے رکھ دیا ساغر کھلا

بے تاب ہو کر مکرر سے بغلگیر ہوا۔

"اخاہ! سلیمان بن صرد خزاعی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"حضرت! آپ کہاں؟"

"بس آپ آرام و اطمینان سے تشریف رکھیں اور سوال و جواب کا سلسلہ بند فرما دیں۔ عبداللہ اصغر! جلد اٹھو اور کھانے اور چائے کا انتظام کرو مگر دیر نہ ہو" سلیمان نے ملازم کو حکم دیا۔

مختار! یہ ساتھ والے صاحب کون ہیں؟ جناب بے فکر رہئے! ایک بوڑھی خدارسیدہ مومنہ خاتون کے لخت جگر اور محرم راز رشید۔

"اچھا تو سرزمین حجاز میں قدم رکھنے کا شرف کب سے حاصل ہوا؟ اور غرض وغایت وہی یا کچھ اور" سلیمان نے دریافت کیا۔

مختار: "قبل اس کے کہ جواب عرض کروں یہ فرمائیے! کہ مدنی صاحب آپ سے کیا تعلق رکھتے ہیں؟

"مختار! موجودہ فضا نے مجبور کر دیا ہے کہ مخلوقات رازداری کا شیوہ

اختیار کرے جب تک چند ہم خیال' ہم صفیر' ہم عقیدہ آدمی کہیں خوش بختی سے ایک مقام پر جمع نہ ہوں فرداً فرداً کوئی کسی کے مافی الضمیر کو پا نہیں سکتا'' سلیمان نے کہا۔

''حضرت! کھانا حاضر ہے۔'' اب ان سب نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور چائے نوش کی اور پورے اطمینان سے بیٹھ گئے۔

''سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ آج رات میں نے جناب فخر موجودات سردار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالم رویا میں دیکھا حضور نے ارشاد فرمایا کہ۔'' اے سلیمان! صبح مختار کا تمہارے ساتھ ہم کلام ہونا ضروری ہے اور یہ ملاقات منزل کو قریب لانے والی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ''

''میں اس بشارت پر بہت مسرور ہوا۔ الحمدللہ علیٰ احسانہ ہادی دوجہاں کے ارشاد کے مطابق آپ یہاں پہنچ گئے اب ہمیں اسی غار میں بیٹھ کر آئندہ کیلئے مکمل پروگرام بنالینا چاہیے''

مختار: سلیمان! زاویہ نگاہ بے حد بلند اور مقابلہ ایسا شدید کہ گویا'' کوہ اور کاہ کی نسبت'' دمشق کی سلطنت یزید پلید کی موت کے بعد اور بھی زیادہ استبدادی اور مضبوط تر ہو چکی ہے۔ اِدھر عبداللہ بن زبیر کی سلطنت اقطاع عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ خاندان بنی ہاشم کی دونوں حکومتیں سخت دشمن ہیں۔ اور مشن ہمارا دونوں کے خلاف اب تدبیر ہو تو ایسی کہ ان کی داؤتوں اور قابتوں سے فائدہ حاصل کر کے اپنا مشن مکمل کیا جائے''

سلیمان: ''میرا اندازہ ہے کہ اس وقت صرف مکہ کے گردونواح میں بارہ ہزار سے کم ثارات الحسینؑ نہ ہوں گے جن کے جذبات کی ترجمانی کی جا چکی ہے اور یہ لوگ کچھ تو خود حجاز کے رہنے والے ہیں اور کچھ عراق سے ہجرت کر کے یہاں خانہ بدوشی کی حالت میں منتشر ہیں۔ یہ تمام کے تمام افراد شعیان علی ع تو ہیں نہیں۔ البتہ بنی امیہ وغیرہ کے جانی دشمن ہیں۔ مدینہ کے ہزاروں مہاجر واقعہ حرہ کے بعد سے دارالسلطنت دمشق کی

اینٹ سے اینٹ بجا دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ اصحاب رسولؐ جو یزیدی شامی افواج کے ہاتھوں قتل وذلیل ہوئے یا مسلم ملعون کے ارہ سے جن خاندانوں کی پردہ نشین خواتین بے عزت و بے آبرو ہوئیں۔ یا وہ خدا پرست 'عشقان رسولؐ پاک' جنہوں نے مدینہ منورہ کی کمال بے حرمتی دیکھی یہ سب کے سب ہی ثارات الحسینؑ کے ہمنوا ہیں۔ اونمیر بن حصین کے ہاتھوں کعبۃ اللہ کے شرف وشان کو جس ذلیل طریقہ سے خاک میں ملایا گیا۔ اہل مکہ اسے حشر تک فراموش نہیں کر سکتے۔ بایں ہمہ عبداللہ بن زبیر جس نے ہزار ہا محنت ومشقت سے جنگ جمل کی طرح ڈالی تھی کہ کسی نہ کسی حیلہ سے جناب علی علیہ السلام کی خلافت فیل ہو۔ آج اس کی حسب منشا آل زبیر کی حکومت 'کا حجازی طوطی بول رہا ہے لیکن دمشق کی بادشاہت کا اندیشہ شب وروز اس کا خون خشک کر رہا ہے یہ بھی چاہتا ہے۔ کہ کسی دوسرے کے کاندھے پر تلوار ہو اور کام ابن زبیر کا نکلے یہ ہیں حالات موجودہ اب آپ کوئی تدبیر سوچیں"

مختار: "آپ نے تو جملہ حالات کا یوں جائزہ فرمایا کہ میری نگاہ دوربین بھی وہاں تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ اب جبکہ ہمیں ہر طرح کا اطمینان ہے تو عملی اقدام میں مزید تاخیر نہ کرنی چاہیے۔ ہاں اعتقادی نقطہ سے مجھے ذرا تامل ہے کیونہ بغیر اجازت امام علیہ السلام کے ہزار ہا شیعیان اہلبیت اس جہاد کو دینی ومذہبی جہاد تصور نہ کریں گے۔ کیا ہی اچھا ہو تکہ جناب علی بن الحسین زین العابدینؑ ہمیں اجازت مرحمت فرماتے۔ یا کم از کم محمد بن حنفیہ ہما ہمارے ساتھ ہم رائے ہوتے۔"

سلیمان: "پہلے تو یہ اندازہ لگانا سراسر آسان ہے کہ حسین علیہ السلام اور ان کی ذریت طاہرہ کو گوسفندان قربانی کی طرح بے آب ودانہ ذبح کرنے والے گروہ کے استیصال پر خدا ورسول اور ملائکہ آسمانی اور دو جہاں میں تمام صاحب ایمان ارواح خوش وخرم ہیں ع

در کارِ خیر ہیچ حاجت استخارہ نیست

لیکن یہ تدبیر بعد میں سوچی جائے گی' سردست تو محمد بن حنفیہ سے ملاقات کا ارادہ کرنا بھی قرین مصلحت نہیں۔ کیونکہ سلطنت حجاز ہوشیار ہے"

مختار: "یہاں کے سیاسی مبادیات طے کر چکا ہوں 'حکومت یا بالفاظ دیگر خود خلیفہ ابن زبیر نے مجھے ہر طرح سے تشفی دے دی ہے بلکہ امور سلطنت کے سیاہ وسفید کا مجھے مختار بنا کہہ دیا ہے لیکن مطمئن رہیں۔ میں اس کی ان باتوں میں آنے کا نہیں۔ لیکن یہ تو قسم کھانے کو تیار ہوں کہ اگر عراق پر حملہ بول دیا جائے تو ابن زبیر نہ صرف خوش۔ بلکہ ہر طرح کا تعاون کرنے کو تیار ہے اور واقعی حالات ہی کچھ ایسے ہیں۔ رہے یہاں کے بارہ ہزار افراد سوان کے متعلق آپ ہی اندازہ جہاد کر سکتے ہیں"

"آج رات کو ان کے بڑے بڑے کمانداور بزرگ یہیں پر جمع ہوں گے۔ ان کے ذاتی جذبات اور ولولہ ولائے آل محمدؐ سے آپ بھی اندازہ فرمالیں۔ کہ ان کے سینوں میں "جذبہ انتقام" کا دریائے تلاطم کس طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اور میرا دعوے ہے کہ جب "نعرہ ثارات الحسین" بلند کیا گیا تو نواح کوفہ میں جابجا "کربلا" کے منظر سامنے آجائیں گے" (سلیمان نے کہا)

"کربلا" اور "کربلا کا منظر" یہ دو الفاظ کیا تھے کہ نشتر' سنتے ہی مختار نے ایک چیخ ماری اور غش کھا کر زمین پر لیٹ گیا۔ اِدھر رشید بھی دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ سلیمانؓ نے آبدیدہ ہو کر ان کو ہوش میں لا کر عرض کی کہا:

"آئندہ قدم اٹھانے کیلئے ٹھوس اور مکمل پروگرام بنانا ضروری ہے۔ حالات کا جائزہ لیا گیا' معاملات سمجھے گئے' معائنہ و مشاہدہ ختم ہونا چاہئے۔"

مختار: "دیکھئے! میں خود بھی اس طول عمل سے گھبرا رہا ہوں۔ اب تو یہی مناسب ہے کہ آپ اس وقت جبکہ میں ابن زبیر کی فیصلہ کن ملاقات کے بعد مطلع کروں۔ ثارات

الحسینؑ کو بالکل تیار رکھیں۔

لیکن ایک خاص ڈیوٹی کسی واقف کار کے ذمے لگائیں' جو دشمنان آل رسولؐ کی مکمل فہرست تیار کرے گھوڑ سوار یا پیادہ حملہ آور' اور قاتلان حسینؑ' خیام اہلبیتؑ کو آگ لگانے والے مخدرت عصمت کو رسیوں سے باندھنے والے' رسول اللہ کے ناموس پر حملہ کرنے اور تبرکات نبوی وحیدری کے لوٹنے والے' حسینؑ کے کپڑے نعش پر سے اتارنے والے بچوں کے قاتل' ساحل فرات پر پرہ لگانیوالے وغیرہ وغیرہ۔

''تاکہ جب ہمارا حملہ کوفہ اور اس کی نواح میں ہو ایک بھی دشمن ثارات الحسینؑ کے طوفانی حملہ سے بچ کر نہ جائے''

سلیمان: ''انشاء اللہ تعالیٰ میں اپنی حسن میں تدبیر اور خداوند قادر و کریم کی مدد سے ایسی مکمل فہرستیں آپ کے پیش کروں گا کہ آپ حیران رہ جائیں گے'' (تھوڑے وقفہ کے بعد)

''معلوم نہیں' کوفہ اور مضافات کے حالات کیا ہیں؟''

مختار: ''دعا کیجئے! خدا ابن کثیر کو زندہ رکھے۔''

پچیسواں باب

امیر مختار کے منصوبے

نماز ظہرین کے بعد "کیا یہ مناسب نہیں؟ کہ اب ہم واپس شہر کو لوٹ جائیں۔

"مختار نے کہا۔

سلیمان:" اس سے زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ آج یہیں پر شب باش ہوں ۔اور اکثر امور دیگر احباب کی موجودگی میں طے پا جائیں' کیونکہ رات کے وقت تقریباً قافلہ سالار اسی غار میں جمع ہو جایا کرتے ہیں۔۔کیا آپ کا ٹھہر جانا کوئی خطرناک معاملہ تو نہیں ہے؟"

مختار:"خیر' خطرناک تو کیا ہوگا؟ ویسے ہمارا یکدم غائب ہو جانا کسی شک وشبہ کا موجب نہ ہو عجیب وقت ہے اور خطرناک فضا۔"

"جناب من! باوجود بادشاہِ سلامت (عبداللہ) کے وعدہ کے محکمہ جاسوسی ہمارے پیچھے لگا رہے تو شاہی پوزیشن کیا ہوئی؟" رشید نے کہا۔

"میرے نزدیک تو یہی بہتر ہے کہ آپ رات یہیں قیام فرمائیں' ایک عجمی نے کہا۔ بہر حال صلاح مشورہ کے بعد انہوں نے رات کا مہمان ہونا منظور کر لیا۔

قرص	خورشید	در سیاہی	شد
یونس	اندر دہان	ماہی	شد

آفتاب غروب ہو گیا' نواحِ مکہ کے تمام پہاڑوں پر رات کی سیاہی پھیل گئی' اور وسیع غار میدانِ عرفات معلوم ہوتی تھی۔ اور جبل وکہسار کی بلند چوٹیاں ثارات الحسینؑ کیلئے ستار العیوب کی نظر کرم سے حصار بے شار بنی ہوئی تھیں۔ کہ یکا یک سینکڑوں نوجوان اس خدائی قلعہ میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ روغن زیتون کے کئی مٹی کے چراغ روشن کئے

گئے' نوجوان عربی بھی ہیں اور عجمی' یمنی اور عراقی بھی' مختار کو ان کی جان پہچان نہ تھی۔ لیکن یہ لوگ سلیمان بن صرد خزاعی کے یقیناً زیر کمان تھے۔

''کیا یہ سب لوگ یہیں پر ڈیرے ڈالے رہتے ہیں؟ مختار نے حیرت سے پوچھا۔ ''نہیں صاحب! یہ لوگ اور ان کے ہم خیال اور ہزاروں کی تعداد میں شہر مکہ اور مضافات میں خانہ بدوش بنے ہوئے موجود ہیں۔ ان کے ڈیرے بسیرہ کے مقامات پر ہیں۔ دن بھر محنت مزدوری کرتے اور بعض افرادرات کے وقت عموماً یہیں آجاتے اور تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ حقیقت بس یہ کہ ان سب کا نصب العین ایک ہی ہے'' (ایک عربی نے جواب دیا)

کسی نے چولہا گرم کیا۔ بعض چائے تیار کرنے لگے' بعض نے فرش زمین پر بستر جمادیئے آخر میں سلیمان نے کھڑے ہو کر ندا کی۔ کہ ''بجائے متفرق ہونے کے تناول طعام سے پہلے ہمارے پاس جمع ہو جاؤ۔

چنانچہ یہ مجمع سلیمان کے حکم کے مطابق فوراً حاضر ہوا۔ اور سلیمان نے کھڑے ہو کر ان میں ایک فصیح خطبہ پڑھا اور کہا۔ ''آپ لوگوں کی خوش نصیبی سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے منازل مدعا نزدیک آرہی ہیں۔ اور حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی ساعت قریب آرہی ہے جناب مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کو آج اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے پاس بھیج دیا ہے۔ وہی بزرگ تو ہیں۔ جن کا انتظار آپ سب مردمان کے دلوں کو بے چین کئے ہوئے تھا بحمد اللہ آج وہ ہم میں موجود ہیں۔ آپ لوگ نماز مغربین اور تناول سے فارغ ہو کر ایک مقدس محفل کی صورت میں بیٹھ جائیں۔ کیونکہ ہمارے لئے آج کی شب تکمیل (فیصلہ) کی شب ہے''

مختار کا نام سنتا تھا کہ ان تمام کفن پوشوں اور سرفروشوں نے ایک دوسرے پر گرتے ہوئے مصافحہ اور بغلگیری کا فخر حاصل کیا۔ اور نماز مغربین کے بعد اطمینان سے

یک محفل کی صورت میں جلسہ ترتیب دیا۔

پتھر کی ایک بلند چٹان پر کھڑے ہو کر ایک عرب نے اپنے لہجہ میں سورہ کہف کی تلاوت کی اس پر معلوم نہیں کیا وجہ ہوئی کہ مجمع نے زار زار رونا شروع کر دیا۔

اس کے بعد "مسلم" نامی ایک عراقی نے کوفہ کے چشم دید حالات بیان کرنے شروع کئے جس سے مجمع میں ایک ہیجان سا پیدا ہو گیا۔ مسلم کی دوران تقریر میں سلیمان جوش سے بھرا ہوا دل لے کر کھڑا ہو گیا اور بھرائی ہوئی آواز سے کہنے لگا۔

"مسلم! یہ وقت ہے کہ تم آل محمدؐ کی تباہ حالی کا اشارۃً صحیح صحیح واقعہ سنا دو۔"

اس پر مسلم نے اپنی مسلسل تقریر میں بتایا:

"بیان کیا مجھ سے میرے چچا نے کہ میں اس وقت موجود تھا۔ زمین نینوا میں' کہ آل رسولؐ کے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کئے گئے۔ اور سب سے پہلے جلے ہوئے خیموں کے نزدیک اس مقام پر لائے گئے جہاں پر حضور امیر المومنین علی علیہ السلام کی دختر شہزادی زینبؑ خاتون سر پر خاک ڈالے اور آسمان پر نگاہ کئے بیٹھی ہوئی تھیں۔ جونہی آپ کی نظر اپنے بھائی کے سر بریدہ پر پڑی تو جناب زینبؑ نے ایک چوب خیمہ سوختہ سے سر مارا کہ فوراً خون سر سے جاری ہو گیا اور بے ہوش ہو کر گریں پھر سنبھل گئیں اور سر حسینؑ سے مخاطب ہو کر کہنے لگیں ۔

يَا هِلَالُ لَمَّا اسْتَتَمَّ كَمَالاً غَالَهُ خَسْفٌ فَأَبْدَىٰ غُرُوْباً

اے ماہ فلک امامت! ابھی تو کمال کو بھی نہ پہنچا تھا کہ ظالموں کے ظلم سے تجھے گہن لگ گیا آخر تو غروب ہو گیا۔ اور جہانِ روشن تاریک ہو گیا۔ اس کے بعد فرماتی ہیں:

مَا تَوَهَّمْتُ يَا شَقِيقَ الْفُؤَادِ إِنَّ هٰذَا مُقَدَّرٌ مَكْتُوْباً

اے بھائی! مجھ کو یہ گمان نہ تھا کہ میں پردیس میں تم سے بچھڑ جاؤں گی' اور یہ تقدیر میں تھا کہ تم یوں تشنہ لب شہید ہو جاؤ گے۔ اور میں یوں در بدر پھروں گی۔

أَخِيْ قَلْبُكَ الشَّفِيْقُ عَلَيْنَا مَالَهٗ قَدْ قَسٰى فَصَارَ صَلِيْبًا

اے بھائی! تم تو اپنی زینب بہن پر بہت ہی شفیق ومہربان تھے۔ کیا ہو گیا کہ تم نے اپنا دل سخت کر لیا آہ! مجھ کو تم سے یہ توقع نہ تھی۔

يَا أَخِيْ فَاطِمَةُ الصَّغِيْرَةُ كَلِّمْهَا فَقَدْ كَادَ قَلْبُهَا أَنْ يَّذُوْبَا

اے بھائی اپنی دختر یتیم فاطمہ صغریٰ کی خبر لو۔ اس نے تمہارے ماتم میں عجب بنایا ہے۔

يَا أَخِيْ لَوْ تَرٰى عَلِيًّا لَدَى الْأَسْرِ مَعَ الْيُتْمِ لَا تُطِيْقُ وُجُوْبًا

اے بھائی! نہ دیکھ سکو گے تم اپنے یتیم فرزند علی زین العابدینؑ کو کہ جسم نازنین اس کے مجروح ہے اور دل نازک اس کا سخنان سخت سے مقروح ہے۔

وَكُلَّمَا أَوْجَعُوْهُ بِالضَّرْبِ نَادَاكَ بِالذُّلِّ وَفَيْضُ دَمْعِهٖ مَسْكُوْبًا

اے بھائی! جب یہ ظالم تمہارے بیمار کو تازیانے مارتے ہیں۔ تو وہ تم کو یاس سے پکارتا ہے کہ تم جب جواب نہیں دیتے۔ تو اپنی بے کسی پر رو دیتا ہے۔

اگرچہ ''مسلم'' جناب سید کے بین پڑھ رہا تھا لیکن سننے والوں کے کہرام میں اس کی بلند آواز دب کر رہ گئی۔ مجمع کے جوش کا یہ عالم تھا۔ کہ پتھروں سے پٹک پٹک کر ان کے سر زخمی اور لہولہان ہو گئے تھے اور کسی کو ہوش نہ تھا کہ وہ کہاں ہے؟ مختار اور سلیمان کے جوش کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے پیراہن چاک کر دیئے اور سروں کو زخمی کر لیا تھا۔

بارے ان لوگوں کا جوش کم ہوا اور مجمع نے ہوش سنبھالا تو سلیمان نے حکم دیا کہ کوئی وہ مومن جو موت وحیات کو یکساں سمجھنے والا ہو تو سامنے حاضر ہو جائے۔

اس حکم پر کسی شخص نے بھی لبیک نہ کہی اور چپ چاپ اپنے اپنے مقام پر جمے رہے، سلیمان اس منظر کو دیکھ کر دریائے حیرت میں غرق ہو گیا اس پر مختار نے اٹھ کر پر جوش آواز سے کہا کہ:

''اے خدا اور رسولؐ اور اہلبیت محمدؐ کے نام پر مر مٹنے کا دعوے رکھنے والو! اس غیر متوقع سکوت کے کیا معنی؟ تمہاری خاموشی نے ہماری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔''

اس پر یمن کے ایک سردار ''ابولعلا'' کھڑے ہو گئے اور ادب و احترام کا اظہار کر کے بولے۔ ''سردار! اس وقت جو مطالبہ کیا گیا ہے اس کا جواب خاموشی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ مخلصین کے اس مجمع پر یہ سوال کرنا کہ کیا تم موت و حیات کو برابر سمجھتے ہو؟ بالکل کلاف ہے کیونکہ مجاہدین اس لئے کوئی مجاہد موت و حیات کو مساوی سمجھنے پر تیار نہیں ہے۔

سلیمان: ''آفریں باد بایں ہمت مردنہ تو''

اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ بطور امتحان کے میری زبان پر جاری ہے جن کے جواب میں کامل ایمان رکھنے والوں کی کیفیت قلب ظاہر ہو گئی جزاکم اللہ احسن الجزا۔

مختار: ''تو اب اس کے بعد آپ لوگوں کا پروگرام کیا ہو گا؟ حیات مستعار کا کیا اعتبار؟'' ''اس کا جواب مجمع کے پاس نہیں بلکہ سلیمان کے پاس ہے۔ پس سر دست ضرورت یہ ہے کہ ایک ''غازی مرد'' جو موت جہاد پر حیات دنیا کو نہیں بلکہ حیات دنیا پر موت فی سبیل اللہ کو ترجیح دیتا ہے سامنے آئے (سلیمان نے مکرر حکم دیا)

اس پر ایک عراقی نوجوان ''حمید'' نامی سب سے پہلے لبیک کہتا ہوا حاضر ہوا۔

سلیمان: ''حمید! یہ تمہارا فرض منصبی ہے کہ جس طرح ہو سکے' اُن دشمنان آل رسولؐ اللہ کی فہرستیں تیار کرو جنہوں نے میدان کربلا میں طرح طرح کے جور و ستم ذریت وعترت اطہارؑ پر ڈھائے۔'' اچھا کوئی دوسرا؟''

اب ''منصور'' نام ایک سرفروش مجاہد سامنے آیا۔

منصور! مکہ کے مضافات میں دور دراز مقامات تک جہاں جہاں بھی مجاہدین موجود ہیں۔ یہ اطلاع کر دو کہ ''جنت میں جانے کی منزل قریب ہے مومن سر پر کفن باندھے حکم ثانی کا بے چینی سے انتظار کریں۔ یہ حکم مایوسی کو دور اور مومن دلوں کے مسرور کرنے

والا ہے۔

مختار: ''کوفہ اور سلطنت عراق اور کثیر معلم کی کارگذاریوں اور وہاں کے ستم رسیدہ مومن کی کیفیت کا پتہ لگانا بھی ازبس ضروری ہے''

سلیمان: ''عراق کے حالات بدل چکے ہیں دمشق (شام) کی کیفیت تبدیل ہو چکی۔ آپ ان تمام امور کو میرے ذمہ رہنے دیں۔ اور حکومت مکہ کے ساتھ امداد و تعاون کے متعلق جو داؤ پیچ مناسب ہو کریں۔ یہ کام صرف آپ کا ہے۔ اور اگر دشمنان آل محمدؐ سے نپٹ لینے کیلئے ہمیں عبداللہ بن زبیر کی بیعت بھی کرنی پڑے تو دریغ نہ کیا جائے۔''

اس کے بعد سب نے اپنے مقاصد کی تکمیل کی دعا درگاہ رب العزۃ والجلال میں کی اور اولاد پیمبرؐ کے خون کا بدلہ لینے پر عہد وموثق باندھ کر جلسہ کو ختم کیا۔

اس کے بعد چائے نوشی کا دور شروع ہوا رات نصف سے بہت زیادہ گذر گئی تھی کہ مجمع نے فرش مجمدی پر بستر ڈالے اور سو گئے۔

✪✪✪✪✪

چھبیسواں باب

عورت کا فتنہ و فریب

محمود: "دیکھو بی بی! تمہیں بہت ہی غلط فہمی ہوئی حکومت کے خلاف ہم نے کہ کوئی بات کہی نہ سنی وہ تو ویسے ہی باتوں میں موجودہ سیاسیات کا ذکر آ گیا تھا۔ ورنہ مجھے تو یاد بھی نہیں رہا کہ ہم میں اور مہمان میں باتیں ہی کیا ہوئی؟"

"سبحان اللہ! کیا ہی سادگی ہے؟ اور تجاہل عارفانہ! ماشاء اللہ کانوں میں لقمہ ڈالتے ہیں۔

ایسا ہی تو نادان ہے جو بات نہ سمجھے
بن جاتا ہے تو جان کے بھولا میرے آگے

زمانہ بھر کی لاف وگزاف کے علاوہ ایسی فتنہ از تجویزیں اور پھر اس غریب گھر میں ؟لاحول ولاقوۃ

محمود! میں نے عرصہ ہوا تم کو کئی بار سمجھایا کہ ان ابوترابیوں' رافضیوں کا ساتھ ترک کر دو' ورنہ گھر تباہ ہو جائے گا" بی بی نے کہا۔

"اچھا! تو اگر تم نے ہمیں غلطی پر دیکھا تو خاموش ہو جاؤ' آئندہ سے خطا نہ ہو گی اگر کوئی بات جسے تم فتنہ کہتے ہو ہم سے ہو گئی تو اس کیلئے یہی بہتر ہے' کہ اسے بھول جاؤ' فتنہ انگیزی تو یہی ہو گی کہ اس بات کا ڈھنڈورا پیٹا جائے' میں تو کبھی ابوترابیوں" سے ملا نہیں۔ اگر تم ہی سچی مسلمان ہو تو قرآن پر عمل کرو۔ اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ سکوت سکوت!!۔

تین دن کے بعد ہے کینہ مسلماں کو حرام
آ دمن جاؤ لڑائی ہو چکی' جانے بھی دو

محمود نے کہا۔ بیوی: "تو خیر! تین دن تو ہو لینے دو پھر یہ درخواست کرنا۔ غضب خدا کا ان فتنہ انگیز رافضیوں نے پہلے بھی چپکے سے بادشاہی کے خلاف گرمتے پکانے شروع کیے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ اصحاب رسولؐ معاویہ کو تادیبی کاروائیاں کرنا پڑا۔ اور ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں گھر ہزاروں خاندانی لوگ شاہی تلوار کی نذر ہو گئے اب پھر وہی قصے شروع ہو گئے اللہ بچائے۔

محمود: "احمد کی اماں! میں نے لاکھوں سمجھایا معذرت کی غدرات پیش کئے لیکن عورتوں کی ضد اور ہٹ دھرمی سے خدا کی پناہ! کان پر جوں بھی نہیں رینگتی میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ کوئی فتنہ فساد کی بات نہ تھی البتہ مہمان شاہی کے ساتھ رسمی باتیں ہوئی اور بس۔ اچھا میری جان پر اب مہربانی ہو گی یا نہ؟

بیوی: واہ رے قلاش خاوند

اب مجھے سے مہربانی کا خواستگار ہو رہا ہے

لے کے میں اوڑھوں بچھاؤں یا لپیٹوں کیا کروں

روکھی پھیکی ایسی سوکھا مہربانی آپ کی

محمود: "اُلٹا دماغ میں نے کب مہربانی آپ کی بہر کیف تم تو "مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا" کی صف کو نہ چھوڑو گے" تمہاری تو تمنا یہ ہی ہے کہ رات دن لوٹ مار اور ڈاکے ڈال کر سونے چاندی کے انبار لگا دیے جائیں معاذ اللہ۔

ارے انسان میں وفا کی سیرت پیدا ہونی چاہیے مان کہ میں ایک مفلس انسان ہوں لیکن حلال روزی کمانے میں کسی اہل ایمان سے پیچھے نہیں ہوں۔

تمہارے میکے معاویہ کے دربار سے لاکھوں حاصل کرتے رہے لیکن بتاؤ! وہ پیسہ روپیہ آج کہاں ہے؟ عورت اپنے خاوند کی بنی رہے۔ افلاس میں تنگدستی و غربت میں اس کی شریک حال رہے شرافت اس کا نام ہے اور یہ درست ہے۔

چاہئے زران بتان سیم تن کے واسطے
یاں قلندر ہیں نہیں کوڑی کفن کیواسطے

بہرحال میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ اب تمہاری مرضی اور یہ اعتقادی چھیڑ چھاڑ اپنی قسمت کا رونا ہے خدا کرے اپنا حشر اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کے ساتھ ہو"

بیوی: ہاں ہاں! میں سمجھتی ہوں اور اب تو عرصہ ہوا ایسی باتوں سے میرا دماغ بھی پک گیا تم تو عِبَادَاللہِ الصَّالِحِیْنَ کی صف میں شام ہو جاؤ اور نوح ولوطؑ کی بیوی کیطرح مجھے فی النار و استقر داخل کرو۔

کیا میں ان رموز سے آشنا نہیں ہوں؟ لیکن یاد رکھنا' یہ جو میرے نازک دل پرچرکے لگائے جاتے ہیں فراموش کرنے کے قابل نہیں۔

محمود گھبرا کر اٹھا اور اپنا عصا ہاتھ میں لئے باہر کو نکلا دل جل رہا تھا اور کچھ خوف بھی طاری تھا کبھی تو اِنَّ کَیْدَ کُنَّ عَظِیْمٌ کا اثر اور کبھی قسما قسم توہمات مسلط۔

"ارے باہر نکل گئے؟ ادھر شام ہونے کو ہے کھانے پکانے کی فکر تو مجھ بدنصیب لونڈی کو ہی ہوگی توبہ توبہ!! میں تو گھر کی تباہی کے ڈر سے نصیحتیں کر رہی ہوں۔ اور یہ مغلوب الغضب مرد غصہ میں بھرا ہو باہر کی طرف بھاگتا ہے" بیوی نے کہا

"مجھے باہر بھاگنے کا شوق نہیں چرایا۔ بلکہ

تمہاری بدزبانی سے مجھے کیونکر نہ خوف آئے

مثل مشہور ہے صاحب دے برے سے سب ہی ڈرتے ہیں۔

آخر بی بی کی بدمزاجی کی تاب نہ لا کر چار و ناچار محمود کو نکل جانا پڑا۔

عصر کا وقت ہے عبداللہ بن زبیر (بادشاہ مکہ) سلطنت کے کاغذات پر دستخط کرتے کرتے آج غیر معمولی تکان محسوس کر رہے ہیں۔ وہ آرام کرنے کی فکر میں تھے کہ حاجب نے آکر عرض کیا جہاں پناہ! ایک عرب عورت باریاب ہونا چاہتی ہے۔

بادشاہ: ایں از کجا رسید دگر بار الغیاث! جاؤ میاں اسے واپس لوٹا دو۔ میری طبع زیادہ عرضداشتیں سننے کی تاب نہیں لا سکتی کہہ دو۔ صبح حاضر ہو۔

حضور کا منشا لیکن بہت زیادہ منت سماجت کرتی ہے آگے جو حضور کی مرضی۔ دربان نے کہا۔

بادشاہ: اچھا لاؤ پیش کرو، یہ مصیبت بھی گزر جائے۔

بولو بی بی! کیا کہنا چاہتی ہو؟

''حضور جہان پناہ! ایک شاہی مہمان جس کا نام میں نہیں جانتی اور نہ ہی وہ میری جان پہچان کا ہے کل ہمارے ہاں میرے خاوند کے ہمراہ آیا اس کے مناسب خاطر خواہ تواضع کی گئی۔ سرکار! وہ رافضی۔ میں ایک طرف چھپ کر اس کی تمام باتیں سنتی رہی۔ وہ اس حکومت خداداد کا تختہ الٹنا چاہتا ہے۔ ''آتش درونش'' اس نے ایسی ایسی خطرناک سازشی باتیں کہی ہیں کہ اگر انہیں عملی جامہ پہنایا گیا تو دنیا اس فتنہ کی تاب نہ لا سکے گی۔''

بادشاہ: کیا تیرا خاوند بھی اس سازش میں شامل ہے؟

مخبر عورت: جی ہاں! ہو کم بخت تو پیش از پیش اور سازش کا پورا علم بردار ہے۔

بادشاہ: واہ دلیر عورت! تو نے اپنے خاوند کی جان کی بھی پروا نہیں کی حیرت!!

عورت: حضور عالی! وہ تو خاوند ہے مجھے تو اولاد بلکہ اپنی جان سے بھی حکومت کی خیر خواہی زیادہ مطلوب ہے۔ میرا یہ ایمانی فرض تھا جو ادا کیا گیا۔ لہٰذا اب رخصت کی طالب ہوں۔ بادشاہ: کیا نام ہے تمہارے خاوند کا؟ حضور اسے محمو کہتے ہیں احمد میرا فرزند ہے جو بالغ اور نوجوان ہے۔ مخبر نے کہا۔

کیا تمہارا لڑکا بھی س سازش میں شامل ہے؟ ابن زبیر نے پوچھا۔

''حضور! وہ پاس بیٹھا سب کچھ سنتا رہا لیکن کوئی بات اس نے نہیں کی' عورت نے کہا۔

عبداللہ بن زبیر بہت سوچتا رہا لیکن اسے یہ یقین نہ ہو سکا کہ مختار سلطنت کے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے۔

رات گزر گئی' اگلے روز خلیفہ نے اس راز کو اعیان سلطنت کے سامنے ظاہر نہ کرنا مصلحت کے خلاف سمجھا کیونکہ معاملہ نازک تھا۔

وزیر مشاورت کو رات کے وقت خلوت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔

آج شب کو جب کہ خلیفہ ابن زبیر کے ہاں بالکل خلوت تھی وزیر نے اذبار یابی حاصل کر کے شرف مصاجت کے بعد عرض کی۔ جہاں پناہ کے حسب الحکم حاضر ہوا ہوں۔

خلیفہ: (متبسم ہوکر) آپ پر واضح ہونا چاہیے کہ محکمہ جاسوسی (سی آئی ڈی)تو شید ہی کوئی ٹوہ لگا سکے لیکن کل شام گل دیگر شگفت' کا تماشا ہم نے یہیں بیٹھے بٹھائے دیکھ لیا۔

وزیر: شہنشاہ با اقبال' بادشاہوں میں یہ تو کرامات ہوا کرتی ہے کیا یہ نمک خوار دولت پناہ سے عرض کر سکتا ہے؟ کہ وہ کیا معاملہ ہے؟

بادشاہ :ایک خوبصورت جوان عورت مگر بہت شوخ وطرار کل دربار میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئی کہ ایک شاہی مہمان میرے خاوند محمود (عربی) کے ساتھ مل کر حکومت کا تختہ الٹ دینا چاہتا ہے عورت کا بیان ہے کہ میں چھپ کر تمام باتیں سنتی رہی ہوں۔

وزیر: اگرچہ یہ ایک عجیب سی اطلاع ہے لیکن اسے نظر انداز کر دینا بھی مناسب نہیں ہے بہتر ہوگا۔ ؎

سرچشمہ شاید گرفتن بمیل

چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل

پہلے سے ہی اس کا تدارک کر لینا چاہیے اور اس کی تفتیش یوں بھی ہو سکتی ہے کہ مختار کے متعلق پتہ کر لیا جائے وہ مہمان خانہ شاہی میں ہے یا کسی دوسری جگہ۔

بادشاہ: مختار کا کہیں غائب رہنا یا نواح مکہ میں سیر وسیاحت یا گشت لگانا۔ اس لئے جرم نہیں رہا کہ مابدولت کی طرف سے مکمل آزادی عطا کر دی گئی ہے اور ویسے بھی اس

مرکو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے۔

وزیر: بے شک ایک عورت کے کلام کو اتنا اہم سمجھ کر اونٹ پر چڑھانا قرین مصلحت نہیں

بادشاہ: بھئی! عورت کی بات اکثر اوقات اونٹ پر چڑھ جاتی ہے (آہستہ سے) جنگ جمل یا نہیں؟ یہ کہہ کر ابن زبیر نے قہقہہ لگایا اور وزیر مشاورت نے رسمی تبسم کے بعد عرض کی۔

حضور بے فکر رہیں ایک خفیف سا شوشہ ہے اس کی تحقیقات کر لی جائے گی۔

اب یہ شاہی محفل برخاست ہوئی دوسرے دن ایک تفتیشی افسر کو بلوا کر وزیر نے حکم دیا۔ کہ اپنی حکمت عملی سے عرب جوان کے مکان سے معلوم کرے کہ وہاں مختار کے ساتھ ان لوگوں کی کیا گفتگو ہوئی؟ مگر تحقیقات کچھ ایسے پرائیویٹ طریقہ سے ہو کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو۔

افسر جاسوس یہ حکم پا کر چلا گیا۔ اس نے اس کو ہر ضروری کام پر مقدم سمجھا اور مصروف تحقیقات ہوا۔

ستائیسواں باب

عہد و اقرار اور حلف وفاداری

ابھی صبح کی سفیدی نمایاں نہ ہوئی تھی گویا صبح کاذب تھی کہ عرفات کی پہاڑیوں

پر۔

حیَّ عَلیٰ خَیْرِ الْعَمَلِ کی آواز گونجی' موذن نے اذان اس دردناک لہجہ میں کہی کہ مردوں کی پتھریلی آنکھیں بھی اشک فشاں ہو گئیں۔ اور بی وصی کی مجلس پاک اور پاک تعلیم۔ اللہ اللہ ؎

قبر میں بھی ہم نہ بھولے صحبت احباب کو
گوشہ خلوت میں لطف انجمن یاد آ گیا۔

رات کے جگرتہ کی وجہ سے مختار اب تک بستر خواب پر مدہوش تھا۔ اور اس کیلئے یہ ساعت کچھ نادر ساعت تھی۔ ایک سفید ریش بزرگ جس کے چہرہ اور جبیں مبارک پر آفتاب نورانیت و روحانیت کی تجلیاں آفتاب ہفتم تک کی فضا کو منور منجلی اور ضیا بار کر رہی تھیں۔ اس کی نورانی داڑھی سے خون کے قطرے موسلا دھار بارش برسا رہے تھے۔ گردن پر ایک چمکدار رومال لپیٹ رکھا ہے جسے تازہ خون نے سرخ و سیاہ بنا دیا ہے سبز عمامہ غبار سے اٹا ہوا اور عبا و قبا چاک درد چاک سامنے موجود اور غمناک آنکھیں۔ زبان سے یہ الفاظ جاری۔

يَا أُمِّيَ الزَّهْرَاءَ قُومِي عَنْ دِمِي
وَجَمِيعُ أَمْلَاكُ السَّمَاءَ الشُّهَّدِ

(اے اماں! فاطمۃ الزہرا! قبر سے اٹھو! اور میری مصیبتوں ار میرے تن اور دل کے زخموں

کا شمار تو کرو ہائے میرے مصائب و آلام کی گواہی آسمان کے فرشتے تمام دے رہے ہیں۔

یَاوَالِدِی السَّاقِیْ عَلِیَّ الْمُرْتَضیٰ

سَالَ الْعَدُوُّ مَاقَدْ مَهٰی

(اے باپ ساقیِ کوثر علیؑ مرتضیٰ! مجھے دشمنوں کے ہاتھ سے وہ آزار پہنچے ہیں کہ ان کا دفعیہ ممکن نہیں۔

اَلطَّیِّبُوْنَ بَنُوْكَ قَتْلٰی حَوْلَنَا

فَوْقَ الصَّعِیْدِ مُضَرَّجٌ وَّمُجَرَّدٌ

(یہ تمہاری پاک و پاکیزہ اولاد میرے اردگرد ذبح کی ہوئی ٹکڑے ٹکڑے بے کفن برہنہ پڑی ہوئی ہے۔

مختار! اٹھو! اور جلد اٹھو! دیر نہ کرو کہ اب اس سے زیادہ تاخیر اچھی نہیں۔ اس کے بعد دو دفعہ فرمایا حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ

جونہی مختار نے یہ ہیبت ناک نقشہ دیکھا فرشِ زمین پر چونک کر تڑپتا ہوا دور جا پڑا۔ اس نے دوبارہ ہائے حسینؑ! ہائے حسینؑ! کہا اور دھاڑیں مارتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت اس کی عجیب کیفیت تھی کہ کسی کو پہچانتا نہ تھا۔

آس پاس کے تمام نوجوانان عرب و عراق بیدار ہو گئے۔ رشید جو اس کے نزدیک ہی سویا پڑا تھا اٹھا اور زار زار رونے لگا۔

غار کے تمام سرفروش مجاہد جن میں سے کچھ تو ایک چٹان پر نماز کیلئے چلے گئے تھے حیرت زدہ ہو کر ماجرا پوچھنے لگے لیکن مختار روتا جاتا تھا۔ اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتا جاتا ؎

اے دل تو کس کی یاد میں دیوان بن گیا

اور شوق روئے یار میں پروانہ بن گیا

رشید نے ایک چیخ ماری اور کہا۔

"یارو! مختار سے کیا پوچھتے ہو ابھی مجھے ایک بی بی نے کہا ہے۔

اے محب آل محمدؐ کے کفش بردار مجھے اندر سے پیغام دے کر بھیجا گیا ہے بلکہ دراین رشید کے حق میں دعائے خیر و اثبات قدم فرماتی ہیں۔ اور تاکید کرتی ہیں کہ اپنے سر کو میرے بیٹے پر نثار کرے اور جناب ربّ العزۃ والجلال میں نذرانہ پیش کرنے کو تیار ہو جا۔ بیٹا! میں ہوں آستانہ مقام محمودی کی کنیز فضہ۔"

مختار و رشید کے مصفیر ہو کر سب کے سب زار و قطار رونے لگے۔

"اچھا اٹھئے! اور درز و فا انتقام میں سر جھکائیے! اور بوڑھے مجاہد نے بھی کہا اٹھو کہ آفتاب طلوع ہونے کو ہے۔

جسم میں رعشہ ہوا پیری میں گردن خم ہوئی
اب تو جھک سجدہ میں او سرکش خدا کے سامنے

غرض سب نے پتھروں کے چبوترے پر جا کر نماز فجر ادا کی اور نہایت خشوع و خضوع سے بصد تضرع گڑگڑا کر دربار مولا میں دعائیں کیں، کہ جس مقدس جہاد کا جذبہ لے کر اٹھ کھڑے ہونے کو کہا گیا ہے، ہم اس ابتلائے عظیم میں پورے اتریں اور دنیا بھر کیلئے ایک مثال بے مثال قائم کریں۔

اب یہ قافلہ پھر اپنی فرودگاہ پر آیا اور قہوہ کا دور شروع ہو گیا۔

"میدان کربلا میں دوستوں، دشمنوں کی فہرستیں تیار کرنے کا حکم دیا گیا یا نہ؟" رشید نے کہا

"حکم؟ وہ تو سر فرش قافلہ سے الگ ہو کر چپت بھی ہو گئے اور عنقریب ایسی تفصیل پیش کریں گے کہ آپ حیران رہ جائیں گے" سلیمان نے جواب دیا۔

"چائے نوشی سے فارغ ہو کر بہتر ہو گا کہ اب ہمیں اجازت مرحمت ہو تا کہ کسی

اور مقام کا معائنہ بھی کر سکیں' مختار نے کہا

یہ سن کر سلیمان بن صرد خزاعی نے کہا: '' آج کا دن اور رات آپ کو یہیں گزارنی ہو گی اس لئے کہ ابتدائی مراحل کا طے ہونا نہایت ضروری ہے یہاں پر جس قدر افراد قدم زن ہوں گے یقیناً دولت حق سے مالا مال اور زیور اخلا ؟ص سے مزین ہے

عشق کے دریا میں گزر کر کون نکلا ہے میاں
جس کو کہتے ہیں وہ دریا بے کنارہ عشق ہے

آپ کسی اور فرض منصبی پر تو فائز نہیں ہیں۔ کام ہے توبہ اور تلاش امور ہے تو یہاں موت وحیات کا اور مقصد کا یہیں پر تو فیصلہ ہونے والا ہے ایک زبردست حکومت کا تختہ الٹنا ہے اور اس کے لئے سارے کا سارا پروگرام اور انضباط وقت کا یہی موقع اور یہی مقام ہے۔

مختار: میں خود بھی تو یہی چاہتا ہوں' لیکن ہم ایک ایسی سرزمین میں ہیں کہ حقیقی امن وطمانیت نہیں' دشمن کی حکومت اور دشمن کا ملک اور آپ کی یہ پردیسیوں کی کٹیا بھی مون مصئون نہیں' ہم سے نہایت نازک دور سے گزر رہے ہیں۔

مجھے ڈر ہے کہ ہماری طویل غیر حاضری کہیں مکہ کے سارے حلقوں میں گڑبڑ پیدا نہ کرے۔

سلیمان: کیا خلیفہ نے تم سے یہ عہد نہیں کیا؟ کہ تم آزاد ہو۔

مختار: اجی جانے بھی دو۔ میں اس کے مافی الضمیر اور خیالات واقوال کو بہتر جانتا پہچانتا ہوں ہے

وعدۂ وصل تمہارے نہیں ہوتے سچے
ہاں غلط ہوگئے آپ کے اقرار کئی

بہر حال آپ کے ارشاد کے مطابق توقف بہت رہے توکلت علی اللہ آج کا دن یہیں ٹھہر جاتے ہیں۔ مختار کی قبول دعوت پر سلیمان کا دل مطمئن ہوا۔ اور اس نے پھر میدان

صاف کرنے کا حکم دے دیا۔

چنانچہ تناول طعام کے بعد آج جلسہ گاہ میں دوسری محفل قرار پائی' غرض وقت معین پر آناً فاناً عربی یمنی اور عراقی لباس میں سینکڑوں مزدوروں کا اجتماع ہو گیا۔

مختار نے سلیمان کو الگ لے جا کر اس کے کان میں یہ واضح کیا کہ یہ کوئی ایسی محفوظ جگہ نہیں جس میں ہم لوگ کوئی رازداری کا خاص اعلان کر سکیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حاضرین میں اپنے پرائے سب موجود ہوں۔ لہٰذا بہتر ہو گا کہ موجودہ حکومت کی جانب داری اور تعاون کا پہلو بھی قائم رہے۔ اور بنی امیہ کی سلطنت سے عبداللہ بن زبیر کو بھی بیر ہے لہٰذا ان کے خلا بولنا کوئی جرم نہ ہو گا۔ ذرا اس اشارہ کو نوٹ کر لیں۔ میں اس رمز سے خوب آگاہ ہوں' آپ بالکل بے فکر رہئے' سلیمان نے جوابدیا۔ اب دوپہر کا وقت ہے کہ مکہ معظمہ کی پہاڑیوں میں جلسہ کی کاروائی شروع ہو گئی۔ سلیمان بن صرد خزاعی نے کلام الٰہی کی تلاوت کے بعد کلمہ تشہد پڑھ کر بحیثیت قائد کے صدارتی تقریر فرمائی۔

"یَا ثَارَاتَ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ! واضح رہے کہ گو بعض امور کا ذکر گذشتہ شب کی مجلس میں کیا جا چکا ہے لیکن آج ہمارا پروگرام بنانے اور ایک دوسرے کا امتحان لینے کا وقت ہے' ضرورت اس امر کی ہے کہ بجائے میرے جس قدر بھی جانیں نثار کرنے اور راہ خدا میں قربان ہونے کا سوال ہے' بنفس نفیس اس چبوترے پر آ کر خود اظہار مافی الضمیر کرے ہمارے سامنے ایک زبردست دیوار کوہسار کی مانند استوار ہے۔ جسے ہم خلوص اور روحانیت کی طاقت سے منہدم کرنا چاہتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ اور جن جن ظالموں نے حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک کو گوسفندان قربانی کی طرح تشنہ و گرسنہ رکھ کر صحرائے عاق میں تڑپا تڑپا کر ذبح کیا ہے۔ ان کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیں۔ اور اپنے اس کردار سے ایک طرف تو روح رسول اللہ کو خوش کریں۔ اور دوسری طرف جناب

عبداللہ بن زبیر کی حکومت کی بنیادوں کو مضبوط کر دیں۔ امید ہے کہ موجودہ سلطنت مکہ اس امر میں ضرور ہماری مدد کرے گی۔ سلیمان اپنی صدارتی تقریر کے بعد بیٹھ گیا۔ اس کے مقام پر ایک خوبصورت نوجوان عبداللہ نامی کہ جس کی آنکھوں سے اشک خوناب جاری تھے۔ اور اس کی موٹی موٹی پرنم آنکھیں آنسوؤں کے ساتھ ساتھ آگ کے شعلے برسا رہی تھیں۔ تلوار ہاتھ میں لئے سر برہنہ آ کھڑا ہوا۔ اور بھرائی ہوئی پر جوش آواز میں بولا۔ ''حضرات! وہ زاویہ نگاہ جو جناب خزاعی نے اس مقدس مجلس میں تجویز فرمایا ہے ہم سب کی زندگی کا ماحصل ہے۔ ہمارے سینے ہیں کہ ان میں ایک دریائے شجاعت وشوق شہادت جوش ہے' دل ہیں کہ اسلام کے لب لباب کا ایک خزینہ بے بہا ان میں موجود ہے' ہمارے ضمیر ہیں کہ جہاد عظمٰی کا ایک مرقع ہماری زندگیاں نہیں بلکہ ذلیل موت سے بدتر ہیں۔ جب تک کہ ہماری یہ مجاہدانہ چمکتی ہوئی تلواریں ملاعنہ کے ناپاک خون سے آلودہ وغرق نہ ہوں۔ (تلوار کو عبداللہ نے جوش میں آ کر گھمایا) بخدا ہم میں کوئی ایک نفس بھی ایسا نہ ہوگا' جس کے دل میں یہ مقدس جذبہ موجود نہ ہو' کہ اسے جناب سیدہ فاطمۃ زہرا و جناب زینب وکلثوم کی رضامند حاصل ہو۔

یہ تقریر کیا تھی' ایک طوفان تھا' جو سب کے سب مجمع کو گرما گیا۔ اب ایک کے بعد دوسرا' اور دوسرے کے بعد تیسرا منبر پر آ کر تقریر کرنے لگا غرض یہ جلسہ' درحقیقت نام لیوایان آل محمدؐ کے عہد و اقرار و اظہار جذبات پر مشتمل تھا۔ جو عبداللہ بن زبیر زندہ باد کے نعروں پر بخیر وخوبی ختم ہوا۔

✪✪✪✪✪

اٹھائیسواں باب

سی آئی ڈی میں مومن

خاتمہ پر ایک خوبصورت عراقی لباس میں ملبوس نوجوان جلسہ سے اٹھ کر نہایت انکسار کے ساتھ مختار سے ملاقاتی ہوا اور بعد مصافحہ کے بولا۔

"میں نے جناب سے ایک پرائیویٹ گفتگو کرنی ہے اگر خلوت ہو تو بہتر ہے۔"

چنانچہ جناب سلیمان مع چند خواص کے فرودگاہ میں چلے گئے اور مختار مع اجنبی نوجوان کے الگ خلوت میں جا بیٹھے۔

"میں نے مومنین کی جوشیلی تقریریں سنیں۔ فدائیان آل محمدؑ کے ارادے معلوم ہوئے لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا کہ خطبہ صدارت میں عبداللہ بن زبیر کی وفا کا مظاہرہ چہ معنی دارد؟ ضرورت تو اس امر کی تھی کہ بلند آواز سے آل محمدؑ زندہ باد، اولاد علیؑ زندہ باد، نیز شہیدان کربلا زندہ باد پائندہ باشند کے نعرے لگائے جاتے نہ یہ کہ عبداللہ بن زبیر زندہ باد۔ اس کے علاوہ یہ امر دریافت طلب ہے کہ آیا آپ لوگوں نے امام برحق حضرت امام سید سجاد علی بن الحسین (زین العابدین علیہ السلام) سے جہاد کی اجازت بھی حاصل کی ہے یا نہ؟ نیز یہ امر نہایت ضروری پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ چند روز سے مکہ میں وارد ہیں کیا آپ نے جناب محمد بن حنفیہ سے بھی ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے یا نہیں؟ حالانکہ ان سب مومنین سے ان حضرت کی ملاقات ضروری اور مقدم تھی' عرب نے علیحدگی میں گفتگو کی۔

بھئی! تمہاری تقریر اور سوالات معقول ہیں لیکن یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ ہیں کون...؟ سر ان امور کی دریافت کا حق آپ کو کیا ہے' کم از کم اپنا تعارف تو کرائیے۔ مختار نے کہا۔

جناب میرا نام عامری ہے اور ہوں میں شہر مدینہ کے ہاشمی دروازے

کار بنے والا۔ ہمارے محلہ میں سب کے سب صحابی اور بڑے بڑے زاہد' متقی اور اللہ تعالےٰ کے نیک اور مقبول بندے سکونت پذیر تھے لیکن واقعہ حرہ میں ہمارا محلہ پھونک دیا گیا اور تمام صحابی قتل کر دیئے گئے۔ ہم صرف تین نوجوان اسی افراتفری میں راتوں رات مدینہ سے بھاگے اور یزید پلید کی فوجوں سے بچتے بچاتے سیدھے مکہ میں پہنچ گئے۔

اس خیال سے کہ آپ لوگ مولا مرتضیٰ کے صادق اور مخلص غلام ہیں بے تکلف عرض کئے دیتا ہوں کہ:

''میری ڈیوٹی محمد بن حنفیہ کے مکان پر لگی ہوئی ہے تا کہ کوئی مشتبہ آدمی ان سے ملاقات کرنے نہ پائے'' سرکار یہ تو ہے پیٹ کا دھندا اور اپنی حیات مستعار کی حفاظت' ورنہ یہ کمترین غلام ابن زبیر نہیں۔ بلکہ غلام غلامان اہلبیتؑ ہے''

مختار: اچھا تو کیا جناب محمد بن حنفیہ کو تمہارے خیالات کا علم ہے؟ کہ تم دوستدار اہلبیتؑ ہو۔

عامری: ''اے صاحب! میں اور وضاحت کیا کروں؟ ابن زبیر کو میرے تعلق یہ علم ہے کہ میں بنی ہاشم کا سخت مخالف ہوں' لیکن میری حقیقت محمد بن حنفیہ پر واضح اور ظاہر ہے۔''

مختار: پھر یہ بتلاؤ کہ ہماری یہاں کی موجودگی کا تمہیں علم کیسے ہو گیا؟''

عامری: جناب! آپ نے مکہ معظمہ سے باہر نکلتے وقت ایک عرب کے ہاں چائے پی اور مقام خلوت سمجھتے ہوئے اہل خانہ کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کیں۔ لیکن عرب کی بیوی بنی امیہ سے ہے۔ جو چھپ کر سنتی رہی۔ اور ملعونہ عورت نے ابن زبیر کے دربار میں خود حاضر ہو کر سارا بھانڈا پھوڑ دیا۔

کل سے سرکاری افسران اس تفتیش کر رہے ہیں کہ آیا مختار نے حکومت کے خلاف کوئی خطرناک قدم اٹھایا ہے۔ اسی دوران میں مجھے پتہ چل گیا ہے کہ آپ عرفات کی پہاڑیوں کی طرف چلے آئے ہیں۔ چنانچہ جس طرح بھی ہو سکا میں بھی یہاں پہنچ گیا ہوں۔

مختار: کیا ابن زبیر کو بھی اس مجمع کی خبر ہے؟

عامری: دربار شاہی میں کسی ہزار شیعوں کی فہرستیں موجود ہیں' اور ایسے شیعوں کی جو کسی خاص اشارہ سے کوفہ پر حملہ آور ہو سکتے ہیں' اور ابن زبیر کی مراد و مقصد بھی یہی ہے۔ اس مجمع کے علاوہ اور بھی جہاں جہاں پر مقامی یا غیر مقامی شیعہ مضافات بیت الحرام میں موجود ہیں سرکار کو ان کا علم ہے۔ میں یہ بھی عرض کر دوں کہ آپ لوگوں کی یہ تقریریں سننے کیلئے کئی سرکاری آدمی مجمع میں موجود تھے جنہیں کوئی شناخت نہ کر سکتا تھا۔

مختار: اے رفیق! پھر یہ سوال کرنا کہ ابن زبیر زندہ باد کے نعرے کیوں لگائے ؟ بے فائدہ ہوا۔ بلکہ ان نعروں کی وجہ سے بانیان جلسہ مستحق مبارک باد ہیں۔ اور دوسرے سوالات کا جواب زبان سے دینا فضول ہے کیونکہ عنقریب ہماری تلواروں کی زبانیں عجیب طرز و رنگ سے پیش کرنے والی ہیں۔ اور یہ رنگ افق جہان پر ہویدا ہونے والا ہے۔

رہا سوال جناب علی ابن الحسین ع کی ملاقات اور جازت جہاد کا سو بوجوہات ملاقات نہ ہو سکی۔ کوئی ہدیہ بھی موجود نہ تھا۔ جو آپ کی آنکھوں کے اشک خوناب کو خشک کر سکے۔ اور جناب کے سوختہ قلب و جگر میں ٹھنڈک پہنچا سکے۔ سو ہم اسی ہدیہ کے فراہم کرنے کی فکر میں ہیں۔

عامری! ابھی تجویزیں ہیں' تدبیریں ہیں' جونہی عزم بالجزم ہو گا کوئی تدبیر یہ بھی نکالی جاوے گی' میں محمد بن حنفیہ کی ملاقا کیلئے بے قرار ہوں لیکن سرزمین مکہ میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جائیگا جو محبان آل محمدؐ کیلئے مصیبت کا باعث ہو۔ ہاں اگر جناب موصوف مجھے شرف ملاقات بخشیں تو نہایت احتیاط کے ساتھ اور ان کی ملاقات کے بغیر کوئی کام بھی سرانجام ہو سکے گا۔ بالفعل میری طرف سے موصوف کی خدمت میں سلام و تحیہ عرض کرنا۔

عامری: تو کیا ان کی خدمت میں یہ عرض کر دوں؟ کہ آپ بہت جلد ان سے

ملاقات کرینگے۔

مختار: ''ہاں ہاں ضرور کہہ دینا' لیکن یہ پتہ ہونا چاہیے کہ عرب عورت کی شکایت کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟''

عامری: ''جناب نتیجہ تو بعد میں نکلے گا' بالفعل تفتیش شروع ہے اور افسر تحقیقات نہایت سرگرمی سے مگر خفیہ خفیہ کام کر رہے ہیں' بعد کی ملاقات میں عرض کروں گا کہ میں ان کی خفیہ کارروائیوں سے کس طرح واقف ہوں؟''

مختار: ''وقت کم ہے اور باتیں زیادہ' مناسب ہے کہ اب آپ تشریف لے جائیں ۔اور آج سے بعد اپنی حسن تدبیر سے میرا پتہ شاہی مہمان خانہ سے ہی کریں 'امید ہے کہ میں کل تک یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا''

عامری یہاں سے رخصت ہوا اور مختار فرودگاہ مومنین میں چلا آیا۔

''یہ صاحب کون تھے؟ جن سے اتنی دیر تک آپ نے خلوت فرمائی۔'' رشید نے کہا۔

''اجی ان سے کیا پوچھتے ہو؟ مجھ سے پوچھئے! یہ ہے سرکاری افسر اور خفیہ پولیس کا آدمی دیکھا کیا سادہ لوح اور بھولا بھالا معلوم ہوتا ہے لیکن ہے اول درجہ کا خرانٹ مدت ہوئی عبداللہ بن زبیر کے پاس ملازم ہے' میں اسے مدت سے جانتا ہوں جب یہ مدینہ میں رہا کرتا تھا میں نے اسے اس وقت بلانا مناسب نہ سمجھا۔ اس کا نام بھول گیا ہوں' ایک اعرابی نے کہا۔

رشید: ''اگر یہ معاملہ ہے تو جناب مختار کا اس سے طویل گفتگو کرنا اچھا نہ ہوا خدا خیر کرے کوئی برا نتیجہ نہ نکلے۔''

''ارے بھولے بھالے رشید! تم ابھی تک نہیں سمجھے' کہ فدائیان آل محمدؐ نے اپنے عزم و اثبات کے قدم کی بنیادیں نہایت محکم رکھی ہیں' بخدا میں سچ کہتا ہوں کہ کوفہ کے اسی فیصدی سرکاری ملازم ہمارے اپنے آدمی تھے' جیسا کہ میں نے معتبر آدمیوں کی زبانی

سنا ہے لیکن عراقی حکومت کو ان کا پتہ نہ چل سکا' شہر دمشق میں یزید پلید کے کئی حاشیہ نشین ہمارے اپنے تھے لیکن اس نا ہنجار و نابکار کی حکومت ان کا پتہ نہ کر سکی اور یہی حال مکہ کا سمجھ لیجیے!

جانے دو کہ یہ مدینہ کا رہنے والا کون اور کس خیال کا انسان ہے؟ لیکن اِدھر اُدھر سے دیکھ کر میں کہہ ہی دوں؟ ہے یہ بھی ہمارا ہی اپنا۔ اعرابی نے کہا۔

غرض آج کی رات مختار نے اسی مقام پر کاٹی اور صبح ایک ایک پیالہ قہوہ نوش کر کے یہ دونوں سلیمان سے رخصت ہوئے۔

مکہ میں داخل ہونے سے پہلے کئی اور مقامات کا معائنہ کیا۔ اب شاہی مہمان خانہ میں پہنچے' تو آزادانہ شہر و مضافات کی سیر و سیاحت ان کا معمول تھا۔ لیکن لطف یہ کہ کسی سوسائٹی میں دخل دینے سے قطعاً کنارہ کش رہے۔

ایک اور روز جب کہ نماز عشا سے فارغ ہو کر مختار اور رشید کھانے کے دستر خوان پر آئے' تو ایک مفلوک الحال اور مفلس سا آدمی غریب صورت بنائے مہمان خانہ میں آ داخل ہوا۔

"سلام علیکم' آغا خیریت باشد"

"علیکم السلام مزاج شریف کھانا حاضر ہے۔" رشید نے کہا

"آپ کی عین نوازش' واقعی مجھے کھانا درکار ہے میں آج تین دن سے فاقہ کش ہوں اور دربان سے خدا کا واسطہ دے کر اجازت حاصل کی ہے۔ میں کھانے کے علاوہ اور بھی چند ایک گذارشات کرنے والا ہوں۔" غریب نے عرض کیا۔

شاہی مہمانوں نے بن بلائے مہمان کو کھانا کھلایا اور حال دریافت کیا تو اس نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "میرے پڑوس میں ایک شریف آدمی پر مقدمہ بغاوت چل گیا ہے اور میں بھی اس میں ملزم ٹھہرایا گیا ہوں معلوم ہوا ہے کہ آپ شاہی مہمان کی حیثیت رکھتے ہیں

اگر ہو سکے تو میری سفارش فرما کر اس مصیبت سے رہائی دلوایئے۔

مختار: ''مقدمہ کی نوعیت کیا ہے؟''

''صاحب! نوعیت کیا بیان کروں حکومت کے خلاف سازش ایک زن مکارہ کی رپورٹ پر افسران ہم ایسے غریبوں کو مشتبہ قرار دے کر پھانس رہے ہیں'' گذارش کی گئی۔

رشید: لَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا قرآن میں ہے۔ اگر مقدمہ بغاوت سچا ہے تو ہم کسی خائن وغادر کی امداد وحمایت کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ یہ حرکت احکام خداوندی کے خلاف ہے۔

مختار: ''عبداللہ بن زبیر کی حکومت کے خلاف اگر کسی شخص نے ایک لفظ بھی کہ تو اس کی زبان کاٹ لی جائے گی۔''

رشید! نے اس مہمان سے پانی کا گلاس نے کو کہ وہ چلا گیا تو مختار کو اشارہ کی اور آہستہ سے کہہ دیا کہ: ''خبردار: یہ گربہ مسکین ہے اس کی عرصداشت نہیں بلکہ دل میں کالا ہے ہوشیار رہئے۔ رشید نے پانی پیا اور مختار نے اس مفلس کو پانی پی پی کر کوسنا شروع کر دیا۔

''کم بخت لوگو! بیت اللہ الحرم میں ایک مستقل حکومت اسلامی کے خلاف سازشیں کرتے ہو تمہیں نہ شرم ہے نہ خوف خدا کیا مکہ کو بھی مدینہ بنانا چاہیے ہو؟''

اب یہ شخص آدھی رات کے قریب اٹھ کر چلا گیا۔

انتیسواں باب

شاہی مشاورت اور راز کی باتیں

صبح معہ اپنے ساتھی رشید کے مہمان خانہ سے اٹھے۔ اور دن بھر نواح مکہ میں گشت کرتے رہے اور حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ مختار کو کئی دن گزر گئے کہ ایک دن ظہر کے وقت فرودگاہ مختار پر کسی شخص نے تحریری پیغام پیش کیا' مختار نے رقعہ کھولا اس میں لکھا تھا۔

"صاحب آلِ اطہار سید الابرار' جناب مختار سلمہ اللہ الغفار' سلام علیکم' آپ کو تو یہاں سے تشریف لے گئے' ایک عرصہ گزر گیا ہے۔ لیکن دوبارہ قدم رنجہ فرمانے کی زحمت گوارا نہ فرمائی' حالانکہ یہاں کے امور معلومہ کی اہمیت نظر انداز کرنے کے قابل نہ تھی' وقت کی نزاکت کے پیش نظر جناب کا سکوت اور غیر حاضری بھی بجائے۔ بہر حال آپ کا اپنے حالات سے مطلع کرنا ازحد لازم تھا۔

تازہ اطلاع یہ ہے کہ ہمارے دو سفیروں میں سے ایک فرستادہ عراق آج رات واپس آ گیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اس وقت نواح کوفہ کی زمین ہمارے لئے ہموار اور حالات سازگار ہیں۔ اندریں صورت کمر بستگان کی تاخیر و غفلت اچھی نہیں۔ معلوم نہیں کل کی فضا سازگار رہو یا بدل جائے۔ دشمنانِ آلِ محمدؐ و قاتلانِ خاندانِ رسالتؐ کی فہرست مکمل ہو چکی ہے جو نہایت ہی جانفشانی اور احتیاط سے تیار کی گئی ہے۔ اور ہمارے مقدمہ کا سارا دارومدار اس فہرست پر ہے۔ دوسرا آدمی جو فہرست تیار کر رہا ہے آئندہ ہفتہ تک جبلِ عرفات میں پہنچ رہا ہے۔ عراق کے حاکم اور فرمانروا آج کل بے پروائی کے عالم میں متکبرانہ روش اختیار کئے ہوئے اتراتے پھرتے ہیں۔ اب آپ پر ضروری ہے کہ جس

طرح بھی ہو سکے ربیع الثانی کے آئندہ پہلے ہفتہ میں تشریف لا کر ہمیں اس قابل بنا دیں کہ ان پہاڑیوں سے صدا بلند ہو۔ ؎

جرس فریاد مے دارد کہ بربندید محملہا

والسلام

سلیمان عفی عنہ

مختار نے کاغذ قلم و دوات لے کر اسی وقت جوابی رقعہ لکھا۔

''بندہ مستقبول صحابی رسولؐ سلیمان سلمہ اللہ المنان' سلام علیکم' آپ کا رقعہ ملا' جناب نے اس تاخیر کو غالباً میری بے نیازی یا غفلت شعاری پر محمول فرمایا ہے۔ حالانکہ ؎

سو پری خانے میرے دشت جنوں کے صدقے
تخت پریوں کا اڑا لائی ہے وحشت میری

برادرم میرا ایک لحہ ایک ساعت بھی عبث و بیکار نہیں۔ یہاں پر ایک ملعونہ عورت کی مخبری نے اندر ہی اندر افراتفری اور حالات میں تغیر پیدا کر رکھا ہے۔ اور ہم لوگ نہایت باریک نگاہوں اور عمیق نظروں سے وقت و واقعات کا جائزہ لے رہے ہیں اور شب و روز بارگاہ رب العزۃ والجلال میں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ روحانی راہداری کا پروانہ جلد سے جلد حاصل ہو۔ ؎

ہر وقت انتظار طلب میں ہیں مستعد
رہتا ہے ایک پاؤں ہمارا رکاب میں

افسوس! کہ آج تک محمد بن حنفیہ کی ملاقات نصیب نہ ہو سکی' اور نہ ہی ایسا موقع میسر آیا بے شک! آل محمدؐ کے دشمن گرد و پیش سے بے نیاز ہو کر متکبر ہو گئے ہیں' لیکن بھائی سلیمان! ؎

دیکھنا! کیسی برابر کی پڑیں گی چوٹیں
یار کا آئنہ خانہ میں گزر ہوئے دو

تاخیر وانتظار کا زمانہ گزر گیا ہے اب منزلِ عشق بہت نزدیک ہے۔ ان دنوں مجھے کئی غیبی اشارات ہو چکے ہیں کہ فدائیانِ آلِ رسولؐ اللہ ساحلِ کامرانی پر پہنچ کر سندِ فوز مبین حاصل کرنے والے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے عرض کرتا ہوں کہ میں ایک آن کیلئے بھی غافل نہیں ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ ہفتہ کے اندر اندر آپ کی خدمت میں پہنچ رہا ہوں' میں جب سے آیا ہوں بارِ خلافت میں نہیں پہنچا۔ اللہ تعالےٰ کی مصلحت ہے لیکن آپ کو یہ بشرت دیتا ہوں کہ کئی ہزار جانباز آپ کے ہمصفیر وہم آہنگ بن چکے ہیں۔ صرف حکم کی دیرے۔ اور ہو سب کے سب جاں فروش علی الاعلان کہہ رہے ہیں ۔

منزلِ گور سے دم لے کے بڑھیں گے آگے
ہم مسافر ہیں بڑی دور کے رہنے والے

والسلام مختار ثقفی از شہر مکہ معظمہ

یہ رقعہ جانے پہچانے قاصد کے حوالے کیا اور اسے معذرت کے بعد جلدی لوٹا دیا گیا کیوں کہ یہ کسی خاطر و مدارت کا موقع نہ تھا۔ خدا کی قدرت ! اِدھر قاصد رخصت ہوا۔ اُدھر ایک سرکاری سپاہی وردی پہنے مہمان خانہ میں داخل ہوا' اس نے مختار کے آگے ایک پروانہ رکھ دیا جس میں مرقوم تھا۔

"مختار ثقفی کو فی پر واضح ہو کہ آج شم کے بعد خلیفہ رسولؐ کی خدمت میں تن تنہا خلوت میں حاضر ہوا۔ مابدولت کی ملاقات سے مشرف ہونا آج ہی شب کو اس پر ازبس ضروری ہے۔" (مہر خلافت)

مختار نے اس اطلاعانامہ پر دستخط کئے سپاہی رخصت ہوا' اور رشید نے حیرت زدہ ہو کر کہا: "خدا خیر کرے رات کے وقت سرکاری خصوصی طلبی کیا معنیٰ رکھتی ہے۔؟"

"میاں ! اب خدائے عزوجل کی قدرت کے نشانات کے ظاہر ہونے کا وقت قریب ہے۔ اُدھر عراق کے پیغامات اِدھر سلیمان کی طلب ! اور آج خلافت کی طرف سے

پروانہ لیکن رشید یاد رہے ۔

ہاں مشو نومید چوں واقف از سر غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

آج خلاف معمول شام ہی شام کھانے سے فارغ ہوئے اور نماز مغربین ادا کر کے خداوند عالم کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر دعائیں مانگیں۔ اور اپنی قوت ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے حالانکہ مختار ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ مَثَلُ اَهْلِبَیْتِی کَمَثَلِ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ کا تصور کر کے باآواز بلند کہا ۔

کشتی نوح سے بھی کود پڑو طوفاں میں
دیں سہارا جو مجھے پار اترنے والے

سلام و زیارت سے فراغت پائی تھی کہ دو سرکاری پیادے آدھمکے "چلئے صاحب! حضور نے یاد فرمایا ہے" مختار نے رشید کو مہمان خانہ میں رہنے دیا اور خود عبداللہ بن زبیر کی خاص نشست گاہ میں پہنچ گیا۔ اطلاع کرنے کے بعد بادشاہ سلامت نے مختار کو اندر بلایا۔

"مختار ثقفی! بہت غور و خوض کے بعد میں نے تمہیں پرائیویٹ طور پر اس لئے بلایا ہے کہ آج تمہارے ساتھ خاص مشورہ کروں اور کلام شروع کرنے سے قبل یہ معلوم کروں کہ آج کل محمود کا کیا حال ہے۔

"مختار: عالیجاہ' محمود کے ساتھ میری خاص صاحب سلامت تو نہیں۔ البتہ ایک روز اس کے مکان پر ایک دو گھڑی کیلئے جانے کا اتفاق ہوا' اور وہ لے بھی گیا تھا خود بخود۔ بے چارہ نیک بخت' شریف اور متقی آدمی ہے' لیکن زیادہ دیر اس کے ہاں ٹھیرنے کا موقع نہ مل سکا' چائے پی اور رخصت ہو گئے۔

خلیفہ مگر وہاں کوئی بات چیت بھی ہوئی یا نہ؟ آخر کچھ تو گفت و کلام ہوئی ہو گی؟

مختار: رفیع منزلت! وہ غریب تو اپنی عورت کی شکایتیں کرتا رہا۔ اس کی بیوی ہے

خاندان بن امیہ سے، اور ہماری موجودہ سلطنت خداداد کی بھی سخت دشمن، محمود تیار تھا کہ اسے طلاق دے کر گھر سے نکال دے۔ چنانچہ میں نے بھی اسے یہی مشورہ دیا تھا۔

خلیفہ: کیا تم نے عورت کی موجودگی میں یہ مشورہ دینے کی جرات کیسے کی؟

مختار: معاذ اللہ، اگر وہ موجود ہوتی تو اس کا خاوند بھی باب شکایات نہ کھول سکتا۔

اس تحقیق کے بعد خلیفہ نے دوسرا سوال کیا: کیا تم سلیمان بن صرد خزاعی سے بھی ملے؟

"حضور! میں تو اس کے پاس دو روز رہا ہوں، بلکہ ایک روز تو ان کے ہاں زبردست جلسہ بھی ہوا۔ بادشاہ سلامت! وہاں تو ہزارہا جنگلی نوجوان ایسے موجود ہیں کہ ایک ہی یلغار میں بنی امیہ کی سلطنت کا تختہ الٹ سکتے ہیں۔" (مختار نے جواب دیا)

خلیفہ: کیا وہ سب کے سب شیعیان علی ع سے ہیں یا دوسرے بھی ان کے ساتھ ہم خیال ہیں اور ہماری حکومت کے متعلق ان کے جذبات کیا ہیں؟

مختار: "حضور عالی! مقصد وحید تو یہ ہے کہ خاص و عام کو حکومت بنی امیہ کے خلاف اکسایا جائے اور جس طرح بھی ہو سکے، اپنی اس سلطنت کو وسیع کیا جائے۔

ان لوگوں میں زیادہ تر شیعیان علیؓ ہیں۔ لیکن کیا عرض کروں؟ حضور کے نام پر فدا ہیں واللہ میں تو ان کے جذبات پر اس وقت خوش ہوا۔ جب انہوں نے عبداللہ بن زبیر زندہ باد کے نعرے لگائے۔

خلیفہ: محمد بن حنفیہ سے بھی ملاقات ہوئی یا نہیں؟ ان سے بھی ملنا تھا۔

مختار: بادشاہ سلامت! ان لوگوں کے ضمیر سے میں واقف ہوں میں نے ان سے ملاقات کرنا پسند ہی نہیں کیا۔ محمد بن حنفیہ تو کیا میں کئی روز مدینہ میں سکونت پذیر ہونے کے باوجود علی بن الحسین (زین العابدینؑ) سے بھی نہیں ملا۔

حضور! ایک تو یہ لوگ (بنی ہاشم) زخم خوردہ ہیں۔ دوسرے ان کے خیالات عام طور سے انقلابی ہیں۔ اس تقریر سے ابن زبیر بہت خوش ہوا۔ اور سو جان سے مختار کا شیفتہ ہو گیا۔

''مختار! سلطنت یزید نے جو کچھ آل رسولؐ کے ساتھ سلوک کیا۔ فراموش اور نظر انداز ہونے کے قابل نہیں' بلکہ وہ مظالم جو یزید کے باپ معاویہ نے شیعوں پر روا رکھے۔ ایک سچا مسلمان ان کے سننے کی بھی تاب نہیں لاسکتا۔ اور یہ تو روش ہے کہ بنی ہاشم کا پرانا دشمن مروان ہمیشہ اس ظلم وجور کا محرک اور موید رہا ہے۔

میری رائے تو یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو جن کے دلوں میں آتش انتقام بھڑک رہی ہے۔ ہماری حکومت کا ڈر ہو۔ تو انہیں ایسے غلط وہم سے آگاہ کیا جائے۔ اور اگر ضرورت ہو تو ان کی مناسب امداد کی جائے۔ بشرطیکہ وہ عراق پر حملہ کرنے کو تیار ہوں۔ (ابن زبیر نے کہا)

مختار: ''حضور! سوال تو اس وقت قیادت کا ہے' اگر یہاں کی گورنمنٹ تو وان کرے تو سب کام آسان ہو سکتے ہیں۔''

خلیفہ: ''دیکھئے! ہم خود جارحانہ قدم نہیں اٹھانا چاہتے۔ آپ محمد بن حنفیہ سے اپنے طور ملیں اور سردست پہلی یلغار کیلئے سلیمان بن صرد خزاعی کو فوج کی کمان دے دیں۔

ہمیں تمہاری ایک خاص امر کیلئے ضرورت ہے جو بعد میں بیان ہوگی ورنہ تمہیں کوفہ پر حملہ کرنے کی صلاح دی جاتی'' ''حضور نصب العین اپنی حکومت کا وسیع کرنا اور سلطنت عراق وشام میں افراتفری پیدا کر کے انہیں کمزور بنانا ہے' لہٰذا اس مقصد کیلئے جو بھی طرز عمل اختیار کیا جائے درست ہوگا۔ بادشاہ سلامت کا یہ مشورہ بھی صحیح ہے کہ میں محمد بن حنفیہ سے ملاقات کروں گو میرا دل نہیں مانتا اور نہ ہی یہ لوگ اپنی حکومت کیلئے صاحب اعتماد ہو سکتے ہیں۔ مختار نے کہا۔

تیسواں باب

امیر مختار کی محمد بن حنفیہ سے ملاقات

عبداللہ بن زبیر نے مختار کو آج دوسری دفعہ مکمل آزادی عطا فرمائی اور مزید روز اس پر دیا کہ محمد بن حنفیہ سے ضرور ملاقات کرے۔ اور اس کے اندرونی خیالات کی ٹوہ لگاوے۔

''میں حکم کی تعمیل کروں گا' ورنہ مجھے ان لوگوں کی ملاقات سے ایک گونہ کراہت ہے۔ کیونکہ ہر ایک انقلابی خاندان ہے۔'' مختار نے کہا

''خیر کچھ بھی ہو' ہمیں ان لوگوں سے غافل اور بے پروا نہیں رہنا چاہیے'' ابن زبیر نے کہ کر مختار کو بہت رات گئے پر رخصت کیا۔ اور چلتی دفعہ یہ کہہ دیا کہ۔

مختار! میں تم کو اپنا وزیر اعظم اور مشیر سمجھتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ مکہ معظمہ کی سلطنت تمہاری وجہ سے اور بھی مضبوط و مستحکم ہو جائیگی۔

مختار کو ایک سرکاری سپاہی مہمان خانہ شاہی میں چھوڑ گیا' رشید انتظار میں تھا اسکے ساتھ دیر تک بات چیت ہوتی رہی' اور مختار نے خلیفہ کی ملاقات کی تمام رام کہانی بیان کی رات بہت زیادہ گزر گئی تھی' آرام کیا اور سو گئے' صبح سویرے ابھی نماز سے ہی فارغ ہوئے تھے اور چائے بھی نوش نہ کی تھی کہ ایک شخص خدمت مختار میں حاضر ہوا۔

''جناب! آپ کو محمد بن حنفیہ یاد فرما رہے ہیں' ان کا حکم ہے کہ چائے میرے غریب خانہ پر نوش فرماویں۔'' یہ سنا اور مختار مع رشید سیدھے محمد کے ہاں پہنچے' اور اجازت حاصل کر کے اندر داخل ہوئے محمد بن حنفیہ جلدی سے اٹھے اور مختار سے بغلگیر ہو کر بہت روئے اور فرمایا۔

"مختار! کیا ابن علیؑ اور ان کے کبیر و صغیر فرزندوں کا آخری استغاثہ یاد نہیں رہا؟ کیا نعرہ هَل مِن مُغِيثٍ هَل نَاصِرٍ يَنصُرُنَا آج تک فضا میں نہیں گونج رہا؟ افسوس! ؎

آخری وقت بھی پورا نہ کیا وعدہ وصل
آپ آتے ہی رہے مر گئے مرنے والے

مختار! اب تو عرصہ ہو گیا تم کب تک عراق و حجاز اور نجد کی صحرا نوردی کرو گے؟ مجھے تمہارے قدم قدم کی اطلاع مل رہی ہے۔ آج میں نے تم کو خود طلب کیا' اس لئے کہ حضور مولی المومنین علی (علیہ الصلوۃ والسلام) نے عالم رویا میں مجھے اطلاع فرمائی کہ تمہاری ملاقات میں جو کانٹے تھے۔ مختار کی راہ سے دور کر دیئے گئے ہیں۔

مختار! دراصل تم طول طویل تدابیر اور غور و خوض میں پڑ گئے ہو' اور اس خیال میں محو و منہمک ہو کہ ابن زبیر تمہاری سرکاری طور پر امداد کرے بھئی! دیکھ! میں ابن زبیر کی حقیقت کو تم سب سے زیادہ اور بہتر جانتا ہوں اس کی ولادت 2 ہجری میں ہوئی' یہ مروان سے چار ماہ بڑا ہے' حضرت ابوبکر کا نواسہ اور ان کی بڑی صاحبزادی اسماء کا بیٹا ہے۔ حضرت عائشہ نے اسے پالا اور متبنّٰی بنایا ہوا تھا۔ عثمان خلیفہ ثالث کے قتل کے بعد اس کی اور اس کی خالہ جان کی تمنا یہ تھی کہ ابن زبیر تخت خلافت پر متمکن ہو لیکن حضرت علیؑ آڑے آئے' عبداللہ بن زبیر نے ہی اس غرض کے پیش نظر جناب عائشہ کو جنگ جمل لڑنے کیلئے اکسایا تھا۔ معاویہ کی موجودگی میں اس کا بس نہ چلا لیکن اس کے مرنے کے بعد یہ مکہ مکرمہ میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے عائذ بالبیت کا لقب اختیار کر رکھا ہے۔ نیز اس کا زہد فی الدنیا در حقیقت خلافت ہی کا ایک ذریعہ ہے۔ بے حد ممسک ہے اور بنی ہاشم کا پرلے درجے کا مخالف' چنانچہ اس نے ایک دفعہ ابن عباس سے صاف کہہ دیا تھا کہ میں چالیس برس سے بنی ہاشم کا دشمن ہوں۔ اس نے چالیس روز تک خطبہ میں

دورود شریف کو ترک کر دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اس درود کے پڑھنے سے بنی ہاشم بہت اتراتے ہیں۔ لہذا میں دل میں پڑھ لیتا ہوں۔

مختار یاد رکھنا نہ اس کے جال میں پھنسنا اور نہ اس کی چال میں آنا' اس کے سامنے محبت اہلبیتؑ کا دم بھرنا' بنی امیہ کی دشمنی صرف ان کے ملک پر قبضہ کرنے کی غرض سے ہے' اگر ہو سکے تو اس کی بیعت بلا کراہت کر لیجئے' اور یہ بیعت نہ ہو گی بلکہ اس کی رفتار کا جواب ہو گا' اور اگر یہ معلوم ہو جائے' کہ یہ تمہاری کسی طرح مدد کرنے کو تیار نہیں تو ؎

منت قاتل نہ احسان کمان و تیر کھینچ
ہاتھ سے اپنے گلے پر خنجر و شمشیر کھینچ

مختار: میں درود بھیجتا ہوں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر' میری جان فدا ہو امام المتقین مولی المومنینؑ پر حضرت نے مکہ کے ایک ایک آدمی کے خیالات کا جائزہ لیا۔ لیکن سوائے پردیسی شیعوں کے کسی نے بھی لبیک نہ کہی' آہ! ؎

نہ سنی گورغریباں میں کسی نے فریاد
کتنے بے درد ہیں اس شہر کے رہنے والے

میں خلافت کی تمام پیچیدگیوں کو جانتا ہوں' ادھر آپ کے دربار مقدس میں روحانی طور پر طلبی ہو رہی ہے' ادھر مجھے وزیر اعظم کے خطاب سے نوازا اور جناب کی طرف حکماً روانہ کیا جاتا ہے۔ صلی علی محمد و آلہ' میں ہر مقام پر پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوں سنئے! ایک طرف کثیر ہمدانی عراق میں کام کر رہا ہے دوسری طرف جناب سلیمان بن صرد خزاعی ایک زبردست فوج جرار تیار کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ قاتلان اہلبیت رسولؐ کی مکمل فہرستیں بھی تیار ہو چکی ہیں۔ عراق تک کے پیغامات آ چکے ہیں۔ البتہ ایک سخت رکاوٹ ہے کہ اس جہاد عظمیٰ میں جو خوارج' نواصب اور منافقین سے ہو گا۔ اجازہ امام کی سخت ضرورت ہے ورنہ اسی گورکھ دھندے میں ؎

تھک چکے پر ہے سرِ بیابان اب تک
وہی کانٹے وہی گوشہ داماں اب تک

محمد بن حنفیہ: آفریں مختار! مرحبا صد مرحبا' مجھے کشفی طور پر معلوم ہوا ہے کہ تم ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ میری اہم ملاقات کرو گے' اور آج تو میں جناب امام علی بن الحسینؑ (زین العابدین) کی طرف سے نیابۃً "اجازہ جہاد" دیتا ہوں۔ یہ زبانی پیغام سلیمان بن صرد خزاعی کو بھی پہنچا دیں۔

اور پہلے ایک لشکر جرار سلیمان کی کمان و قیادت میں کوفہ کی طرف بھیج دو' اگر تم سے ہو سکے اور اس پر قادر ہو سکو تو اس محفل مومنین میں مجھے بھی شریک کرو' جس میں قاتلان امام و آل رسول علیہم الصلوٰۃ السلام کی فہرستیں پیش ہوں گی' میں نہایت بے چینی سے اس کی تفصیل کا انتظار کروں گا' اور یہ نہایت ضروری ہے میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگی ہے' کہ خاندانِ مصطفیٰ صلعم کے شہیدوں اور ان پر قربان ہونے والوں کی فہرست تو ہم سنا دیں۔ اور پھر ان کے دشمنوں کی فہرست لوگوں سے سنیں' افسوس یہ میں مکہ میں اسیر و نظر بند ہوں۔ حالانکہ ؎

شیشے پکارتے ہیں کہ رندان بادہ نوش
آئے تباہ کر کے میرا گھر چلے گئے

رشید دیوار سے لگ کر کونے میں زار زار رو رہا تھا اب فرزند علیؑ کے ملازم نے چائے پیش کی اور بنی ہاشم کے ہاں سے تبرک متبرک کے بعد جب کہ میزبان کی زبان فیض رساں سے یہ الفاظ سنے گئے۔ بس اب مزید وقت ملاقات اچھا نہیں ہے فِی اَمَانِ اللّٰہِ مختار و رشید یہاں سے رخصت ہوئے۔

رشید: (راہ میں) اب اس کے بعد کیا پروگرام ہے۔

مختار: عقل و تدبیر کی روشنی میں اب مناسب ہوگا کہ فوراً در خلافت میں پہنچ

کرمحمد بن حنفیہ کی ملاقات کی اطلاع دی جائے۔

رشید: دربار بادشاہی بہت دور ہے آپ کو بھی تکلیف ہوگی رات کا جگر تو بھی ہے ؎

اب کہاں جاؤ گے ! ختانے میں چل کر سو رہو
دھوپ پڑتی ہے غضب کی دوپہر کا وقت ہے

مختار: واہ رے مجاہد واہ رے جانباز محب اہلبیتؑ ! حیدری سرفروش اور آرام طلبی؟

ایک دم مجھ زار کو فرصت تڑپنے کی نہیں
دردِ دل کے بعد ہی دردِ جگر کا وقت ہے

اس پیچ دار منزل میں ابھی بہت سے سبق حاصل کرنے ہوں گے' اللہ تعالیٰ ہم کو ابدی راحت بخشے اور دنیا کا آرام چاہتے ہیں۔ غلطی پر ہیں کیونکہ ؎

ہوتی ہے گربت میں ثروت پر بڑی ایذا کے بعد
رنج اٹھائے کس قدر یوسف نے کنعان چھوڑ کر

بہرحال یہ دونوں دوپہر کے بعد دربار خلافت میں پہنچ گئے' اندر اطلاع بھیجی گئی' ابن زبیر بھی ضروری کاغذات کے معائنے سے فارغ ہوا تھا۔ اور آرام کرنا چاہتا تھا کہ مختار حاضر ہو گیا۔

کہئے مختار! محمد بن حنفیہ کی آج کی ملاقات کیسے رہی ؟ معلوم ہوا کہ بہت رو رو کر ملا۔'' ابن زبیر نے کہا۔

حضور! میں نے تو یہ مژدہ سنانے میں بخیال خود سبقت کی تھی' لیکن حضور کو پہلے ہی اطلاع ہوئی بیشک جناب کا خاندان ماں باپ دونوں کی طرف سے کشف و کرامات کا خزانہ ہے۔ سبحان اللہ مختار فوراً تاڑ گیا کہ خفیہ محکمہ نے اسے رپورٹ دے دی ہے۔

میں نے آج پہلی ملاقات میں محمد حنفیہ کے دل کی حقیقت معلوم کرنی چاہی' وہ عراق پر حملہ کرنے کے خلاف ہے اور آں خلافت مآب کی درازی عمر کی دعائیں کرتا ہے۔

مختار نے کہا۔

ابن زبیر: مگر تمہیں اس کی باتوں کا یقین ہوگیا؟ کہیں تقیہ ہی نہ کرتا ہو۔

مختار: تبارک اللہ اس خاکسار کو بھی یہی شبہ ہے لیکن اگر حضور عالی جاہ کی طرف سے منظوری ہو جائے تو کل پرسوں تک کیوں نہ اسے سلیمان بن صرد خزاعی کی محفل میں لے جایا جائے۔ وہاں سب کے سب تقریباً شیعہ ہی ہونگے جہاں تقیہ وقیہ کا پول بھی کھل جائے گا۔ اور مجھ سے اس کا تکلف برطرف ہو جائے گا۔

چار ہی دن میں وہ بت دیکھئے کیا چل نکلا
کیسی قینچی سی زباں چلنے لگی باتوں میں

ابن زبیر: واہ رے مرد ثقفی! تم نے بھی کیا غضب کا دماغ پایا ہے یہ تدبیر نہایت اچھی ہے اسے کسی جوشیلی اور اس کے ہمخیال احباب کی مجلس میں لے جاؤ تاکہ اس کی حقیقت کا انکشاف ہو جائے"

اب اس کے بعد یہ دونوں خلافت مآب سے رخصت ہوئے اور سیدھے مہمان خانہ میں چلے آئے۔

اکتیسواں باب

محمد بن حنفیہ کی طلبی

آج مختار کو بہت تکان ہوگئی' آ کر غسل کیا ور وضو کر کے نماز ظہرین ادا کی اور بے وقت کھانا طلب کیا باورچ نے روٹیاں اور کچھ قیمہ حاضر کیا' مختار نے ہنس کر کہا ۔

کوفتہ پر سفرہ من گومباش   کوفتہ را نان تہی کوفتہ است

دونوں نے تناول کے بعد خداوند کریم کا شکر ادا کیا' جناب مختار! آج تو آپ نے سیاسی کتاب کھول کر مجھے بھی حیران کر دیا۔ رشید نے کہا۔

''بھئی! ان سیاسیات میں حق بیانی اور صداقت کا کہاں دخل! حکومت ہمیں بیوقوف بنانا چاہتی ہے اور ہم اسے احمق بنائیں گے۔

الحمد للہ! کہ ہماری نیت مبنی بر اخلاص ہے' مختار نے جواب دیا۔

ابھی دو دن ہی گزرے تھے کہ دوپہر کے وقت سلیمان بن صرد کا پیغام آ گیا۔ پیغام یہ تھا:

''فدائے آل اطہار جناب مختار! سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ہمارا دوسرا سفیر بھی بخیر و عافیت جبل عرفات میں پہنچ گیا ہے۔ اس مجاہد اعظم نے اپنے اس سفر میں وہ کار نمایاں کیا ہے جس کی جزا سوائے حضرت رب العزۃ والجلال کے اور کہیں نہیں دے سکتا۔ آپ متحیر ہوں گے کہ اس آل محمدؐ کے نام لیوا نے کس طرح کی جانفشانی سے ان لوگوں کی فہرست تیار کی ہے۔ جن پر عدالت حسینی کی طرف سے فرد قرارداد جرم عاید ہو چکی ہے۔ مہربانی کر کے کل شام تک یا اس سے بھی پہلے اس عظیم الشان مجمع میں تشریف لا دیں۔ والسلام

'تابعدار سلیمان عفی عنہ

اس پیغام پر مختار کی باچھیں کھل گئیں۔ چنانچہ اس وقت رشید کو حکم دیا کہ ابھی

اٹھو اور سرکار محمد بن حنفیہ کو یہ فوری اطلاع دو۔

رشید نے تعمیل حکم میں بہت جلدی کی' اور شام سے پہلے ہی مقام مقصود پر پہنچ گیا۔ اجازت لے کر اندر داخل ہوا۔ آپ ابھی وضو کر کے مصلے پر ہی بیٹھے تھے' کہ رشید نے بصد ادب گزارش کی:

''حضرت مختصر پیغام ہے کہ ہر حال میں کل شام سے پہلے جناب کا جبل عرفات میں پہنچ جانا نہایت ضروری ہے''

ارے میں اور گھر سے آزادانہ باہر نکل کر کسی ایسے مجمع میں شامل ہوں' جو سیاسیات کی گتھیوں کا خطرناک پلندہ ہو۔'' محمد بن حنفیہ نے کہا ''مختصر جواب آپ کے ارشاد کا یہ ہے کہ دربار خلافت میں یہ سب امور طے ہو چکے ہیں۔ گویا آپ سرکاری حکم اور سرکاری منظوری بلکہ سرکاری اجازت سے تشریف فرما ہوں گے۔ نیز جناب مختار کی اشارہ تاکید ہے کہ ہر حال میں احتیاط کو مدنظر رکھیں۔'' رشید نے کہا'' مقام کا خاص پتہ: پہاڑیوں کے راستے بہت پیچیدہ ہیں'' محمدؓ نے دریافت کیا۔

''اس میں کوئی الجھن نہ ہوگی سینکڑوں کا مجمع ہوا اور ہزاروں مومنین کی آنکھیں آپ کیلئے روبراہ ہوں گی' آپ جونہی میدان عرفات کے نزدیک پہنچیں گے۔ تو ہم آپ کو وہیں مل جاویں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

رشید یہ پیغام دے کر اجازت حاصل کر کے واپس شاہی مہمان خانہ میں پہنچ گیا شام ہو گئی تھی۔

بتیسواں باب

وفاداران امام حسینؑ کی فہرست

قصہ مختصر رات گزری اور صبح کے ناشتہ سے فارغ ہو کر جبکہ دھوپ تیز تر ہو گئی تھی۔ اور کوچہ و بازار میں انسانوں کی آمدورفت بہت کم تھی' مختار و رشید دونوں نکلے اور نماز ظہرین کے وقت منزل مقصود پر جا پہنچے' اس وقت خلاف معمول سینکڑوں کا مجمع تھا۔ سلیمانؓ نے اٹھ کر بے تپاک استقبال کیا' مصافحہ اور بغلگیر ہونے کے بعد مسند پر بیٹھ گئے اور معاد و مجاہدین پیش کیے گئے۔

سرکار! یہ ہے حنیف بن اکثم' جو سفر عراق سے ہو کر پہلے آ گیا' اور یہ ہے عامر بن اشجع اوسی کہ جس نے تمام فہرستیں تیار کر کے تفحص و تلاش امور میں کمال کر دکھایا ہے۔ مختار نے آفرین و احسنت کہا اور دعائیں دیں' اس کے بعد چند آدمیوں کو مامور کیا گیا۔ کہ پہاڑیوں سے باہر نکل جائیں اور شہر کی شاہراہ سے محمد بن حنفیہ کو اپنے ہمراہ لے آئیں۔ چنانچہ شام سے پہلے ہی چند انصار سمیت آپ بھی تشریف لے آئے۔

آج کا مجمع دمبدم زیادہ ہو رہا ہے تناول و نماز مغربین کے بعد باقاعدہ جلسہ کی صورت دیتے ہوئے محمد بن حنفیہ کو تخت صدارت پر متمکن وفائز کیا گیا۔ چنانچہ آپ بعد حمد و نعت اور فصیح خطبہ کے تقریر دل پذیر کا آغاز فرمایا۔

''حضرات! میں چاہتا ہوں کہ حجاز کی حکومت عبداللہ بن زبیر کے سایہ میں مزید مستحکم ہو جائے۔ اگرچہ بظاہر امن معلوم ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت اطمینان کے آثار نظر نہیں آتے' عراق و شام کی سلطنت کسی وقت خاص کی منتظر ہے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ جنگ و جدال کے سیاہ بادل جو عرصہ سے گرج رہے ہیں۔ برسنے لگیں' ہمارا یہ مشن ہے کہ جس

طرح ہو سکے حکومت شام سے اولادِ رسولؐ کے خون کا بدلہ لیں اور اسے اس قابل ہی نہ رہنے دیں کہ وہ دوبارہ مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوں' ابن نمیر وغیرہ نے بیشتر ازیں بیت الحرم پر یورش کر کے اسلام اور شعائر اللہ پر کافی ضرب پہنچائی ہے۔ میں اپنے اس بیان میں آپ لوگوں کے ایمان وجذبات کے تازہ کرنے کی خاطر اس شجرہ ملعونہ کی وہ کارگزاری پیش کرتا ہوں جس نے الی یوم الحشر مسلمانان عالم کو کفار کی آنکھوں میں ذلیل وخوار کر دیا۔

میدان کربلا میں شاید آپ لوگوں میں سے بعض کو معلوم نہ ہو مسلم نما کفار اور انسان نما وحوش نے کن لوگوں کے خون سے ارض عراق کو رنگین کیا۔ سنئے! (یہ کہہ کر محمد بن حنفیہؓ نے ایک بڑا کاغذ جیب سے نکالا)

اولادِ علیؓ بن ابی طالبؓ' عباس علمبردار' ابوبکر' عثمانؓ' جعفر' عبداللہ اکبر' جعفر اکبر' عبداللہ ثانی' عمر' عون' محمد' فضل۔

اولادِ حسنؓ' قاسم' ابوبکر' عبداللہ اکبر' احمد' حسن مثنیٰ

اولادِ حسینؓ' علی اکبر' علی اصغر۔

اولادِ جعفر طیار۔ فرزندانِ زینبؓ' عون بن عبداللہ' محمد بن عبداللہ

اولادِ جناب عقیلؓ' عبداللہ بن مسلم' عبدالرحمن' عبداللہ اکبر' عبداللہ اصغر' جعفر' محمد بن ابوسعید' محمد بن مسلم' احمد بن محمد' علی۔

یہ ہیں بزم امامت کے چراغ یہ ہیں فدائیان اسلام جنہیں فرزند رسولؐ کے سامنے تشنہ ذبح کیا گیا۔ اب میں ان مخلص جانثاران اہلبیت رسالتؐ کی فہرست پیش کرتا ہوں۔ جن کے شہید ہو جانے پر کہتے تھے شباب وطن جانا نہ ہو مجھے نصیب میرے بدلے مجمع اہل وطن ٹکڑے ہوا

انسؓ بن حارث صحابی رسول' حنیم بن عجلان انصاری' عمر بن قرظہ انصاری' حر ریاحی' مصعب برادر حر۔ علی بن حر' حبیب ابن مظاہر' بریر ہمدانی' زہیر بن قین' ابوثمامہ' ابو جانہ' مسلم بن

عوسجہ نافع بن ہلال بجلی اسد ہلال بن نافع بجلی وہب کلبی عبیداللہ بن عمیر کلبی سالم بن مدینہ کلبی مالک بن انس کاہلی محمد بن انس بن ابودجانہ پسر مسلم بن عوسجہ بارہ سالہ قرہ بن ابی قرہ غفاری عبدالرحمن بن عروہ غفاری عبداللہ بن عروہ غفاری جریح فہمی ابوعمر نہشلی شیث نہشلی ابوعمارہ جریر بن مالک ظہیر بن سلیم زہیر بن بشر قاسط بن زہیر ظہیر بن حسان اسدی مرقع بن قمامہ اسدی اسلم بن کثیر اسدی انس بن کاہل اسدی حباب بن عمر خولانی ابراہیم بن حصین اسدی حلاسی عمار بن حسان طائی قیس بن مسہر صیداوی کنانہ بن عتیق وقاص بن مالک ہلال بن حجاج مالک بن عبداللہ سریع عمار بن ابی سلامی ہمدانی یزید بن حصین ہمدانی سوار بن ابی عمیر ہمدانی عمر بن صیداوی قیس بن منبہ کرش بن ظہیر محمد بن بشر خضری عمر بن احدوث خضری بشر بن عمر خضری یحییٰ بن سلیم مازنی نعمان بن عمر راسبی مسعود بن حجاج یزید بن زیاد بن مظاہر کندی زیاد بن مہاجر کندی ہاشم بن عتبہ قعنب بن عمیر نمیری مرحث مسلم بن کثیر محمد بن مقداد قیس بن ربیع مجمع بن عبداللہ عمار بن ابی سلامی قاسم بن جیب ازدی عمر بن جنادہ حماد بن انس عبیدالہ بن عبداللہ جعفی حجاج بن مسروق جعفی بدر بن معقل جعفی عمر بن مطاع جعفی عمر بن ضبیعہ عمر بن عبداللہ جندعی سوید بن عمر مطاعی عمر بن شیعہ نمیر بن عبداللہ عمران بن کعب حارث ضرغامہ بن مالک عابس بن شیب شاکری عامر بن مسلم عبدالرحمن بن عبداللہ یزنی عبدالرحمن ارحبی عبداللہ یزید بن ثبیت زیاد بن شعبان زید بن ثبیت سعد بن حنظلہ سعید بن عبداللہ سیف بن ابی حرث شیب بن حارث بن سریع اشعث بن سعید شریح بن عبداللہ تمیمی ضحاک بن عبداللہ مسرقی حجاج بن زید سعدی منطیمہ بن وہاذ خالد بن عمر بن خالد حنظلہ بن اسعد شامی حیان بن حارث ازدی انس بن معقل اصبحی پسر مسعود بن حجاج جبلہ بن علی شیبانی خبادہ بن حارث۔

حضرات! یہ ہے ان وفادارانِ آلِ محمدؐ کی فہرست جنہوں نے جیتے جی اپنے

آقا اور ان کی اولاد میں سے کسی ایک کو بھی میدان میں جانے نہ دیا۔ (محمد بن حنفیہ تقریر کر رہے تھے کہ ایک نوجوان نے مجمع سے اٹھ کر سوال کیا)

حضرت! یہ تو فرمایئے! کہ جناب امام پاک کے غلامانِ خاص سے بھی کوئی قربان ہوا یا نہ؟ اس پر نہایت خوش کے ساتھ جناب محمد حنفیہؒ نے فرمایا

''جناب امیر علیہ السلام کا غلام سعد نامی شہید ہو۔ امام حسنؑ کا غلام فیروزان بھی شہید ہو گیا' امام حسینؑ کے تین غلام سلیمان' قارب ترکی اور منجح اپنے آقا پر قربان ہوئے۔

حضرت ابوذر غفاری کا آزاد کردہ غلام ''جون'' اور جناب حر کا غلام قرہ اور عمر بن خالد کا غلام سعید اور عمر بن خالد کے فرزند کا غلام زاہر اور عامر بن مسلم کا غلام سالم اور عابس شاکری کا غلام شوذب نثار ہوئے۔ نیز امام حسینؑ کی بی بی جناب رباب کا غلام عقبہ بھی فائز شہادت ہوا۔

دوستانِ آلِ اطہارؑ میں نے از راہ برکت ان مقدس اسماء کا آپ کے سامنے تذکرہ کیا ہے کیونکہ ان سب کی روحیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں ع ثبت است بر جیدہ عالم دوام ما آخر میں میری دعا ہے کہ آپ سب لوگ انہی مقدس لوگوں کی متابعت میں فوز مبین کے درجہ پر فائز ہوں' حضرات اگر آپ مخلص کلمہ گو ہیں تو سمجھ لیں کہ ان سب کی شہادت حسینؑ کی شہادت ہے اور حسینؑ کی شہادت رسول اللہ کی شہادت فَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'

اس کے بعد آپ منبر سے اتر آئے' اس حال میں ان کی آنکھیں اشک ریز تھیں اور فرمایا:

''اب میں مناسب سمجھتا ہوں' کہ عامر بن اشجع اٹھیں' اور ذریت رسولؐ کے قاتلوں کی مکمل فہرست پیش کریں۔ تاکہ نصب العین کے مطابق معلوم ہو سکے کہ خدائے تعالیٰ نے کن کن

ملاعنہ کو سزا کا مستوجب ٹھہرایا ہے؟"

یہ سن کر عامر مجمع عام میں کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور منبر پر آنا چاہتا تھا کہ سلیمانؓ نے اٹھ کر مجمع کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ حاضرین پر رقت طاری تھی اور سلیمان کی طرف سب کی نظر التفات ہو گئی۔

"برادران! جلسہ برخاست ہونے پر حسب معمول سامعین منتشر ہو جاتے ہیں اس لئے میں آپ پر اختتام جلسہ سے پہلے ہی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ آج اور صرف آج کا دن ہمارا لئے فیصلہ کا دن ہو گا عامر کا عراق میں جا کر دشمنان اہلبیتؑ اطہار کی فہرستیں مہیا کرنا محض اتمام حجۃ کیلئے تھا' مناسب ہو گا کہ آج اپنی ابدی زندگی کا پروگرام بنا کر انھیں اور آئندہ کس بتاخیر کو روانہ رکھیں"

سلیمان یہ کہہ کر بیٹھ گیا اور اس جملہ معترضہ کے ختم ہوتے ہی عامرؔ نے اپنی تقریر کا آغاز کر دیا: "جناب سرکار محمد بن حنفیہ نے اسلام کی مقدس قربانیوں کے نام گنوائے ۔اس کا بے حد شکریہ لیکن میں صرف نام ہی شمار نہ کروں گا' بلکہ ساتھ ساتھ' تفصیل بھی بیان کرتا جاؤں گا' انشاءاللہ تعالیٰ"

تیتیسواں باب

قاتلانِ آلِ رسولؐ کی فہرستیں اور فردِ قراردادِ جرم

حضرات حاضرین! میری تحقیقات میں تو یہ آیا ہے کہ خاندان رسالت کی تباہی وبربادی کیلئے حکومت یزید نے پورا پورا اہتمام کیا۔ میدان کربلا میں کم از کم بیس رسالے افواج موجود کی گئیں۔ جو سب کی سب حسینؑ مظلوم کے مقابلہ پر ڈٹ گئیں (۱) سپہ سالار ابوقدار باہی' نو ہزار جوان (۲) سپہ سالار عامر بن حریث 6 ہزار جوان' (۳) سپہ سالار 'ابن انس نخلی' 4 ہزار جوان (۴) بکر بن کعب سپہ سالار 3 ہزار جوان (۵) مضائر بن نمیر سپہ سالار 3 ہزار جوان (۶) تمیم سپہ سالار کے ماتحت 3 ہزار جوان (۷) عروہ بن قیس سپہ سالار کے ماتحت 2 ہزار جوان (۸) نصر بن حرشہ کے ماتحت 2 ہزار جوان (۹) یزید بن رکاب کے ماتحت 2 ہزار جوان (۱۰) ابن اشعب کے ماتحت ایک ہزار جوان تھے۔ علاوہ ازیں نہر فرات کی حفاظت کیلئے۔ (۱۱) شیث بن ربعی سپہ سالار کے ماتحت 4 ہزار (۱۲) اسحاق بن جشوہ سپہ سالار کے ماتحت 2 ہزار (۱۳) حجر سپہ سالار کے ماتحت 4 ہزار (۱۴) عمر بن حجاج سپہ سالار کے ماتحت 5 سو (۱۵) ارزق کے ماتحت چار سو جوان تھے۔ اور حسین علیہ السلام کو ذوالجناح سے گرانے کیلئے خولی اصبحی سپہ سالار کے ہمراہ تین ہزار سوار تھے۔ اور علی اکبر علیہ السلام کے مقابلہ کیلئے:

(۱۷) حصین بن نمیر سپہ سالار کے ماتحت 8 ہزار اور (۱۸) حکم بن طفیل سپہ سالار کے ہمراہ 2 ہزار' اور (۹۱) ابن نوفل کے ماتحت ایک ہزار سوار تھے۔ (۲۰) اور دیگر سپہ سالاروں کی حفاظت کیلئے عمر بن سعد کے ماتحت چار ہزار جوان موجود رہے۔

مذکورہ بالا فہرست عامر نے پیش کی اس دوران میں کہ ہزاروں مجاہدین چیخیں

مار مار کر رو رہے تھے کہ ایک شخص نے بھرائی ہوئی آواز سے اٹھ کر کہا:

"عامر! کچھ اور تفصیل اگر معلوم کی ہو تو بیان کرو" ہاں ہاں بھائی! اسی پر اکتفا نہ کروں گا بلکہ مجھ پر یہ بھی ثابت کرایا گیا کہ:

ابجر بن کعب نے امام مظلوم کا بعد شہادت پاجامہ اتار لیا' اور جابر بن یزید بودی نے حضور کا جامہ زیریں اتارا' اخنس بن مرثد نے امام کا عمامہ لے لیا' جو قاتلوں نے آپ کا سر جدا کرتے وقت نعش اطہر کے قریب ہی پھینک دیا تھا۔ (چیخیں!) اور عبداللہ بن اسد آپ کی کلاہ لے کر بھاگ گیا اور اسود بن مالک فرزند رسولؐ کی نعلین مبارک لے بھاگا اور بجدل بن سلیم انگوٹھی اتارنے لگا جب ذرا دیر ہوئی اور خوف آیا تو جلدی سے انگشت مبارک تلوار سے کاٹ ڈالی انگوٹھی تو لے گیا' اور انگشت بریدہ گھوڑوں کے پاؤں میں پامال ہوگئی (کہرام مچ گیا) اور قیس بن اشعث نے سرکار کی عبا وقبا لوٹ لی' رقاد بن مالک 'عبداللہ بن قیس' عبدالرحمن بجلی اور عمر بن خالد کے متعلق معلوم ہوا کہ ان چاروں نے نعش کی جیب تلاشی کی یا ور نسر بن قندی آپ کی زرہ لے گیا' نیز اسود بن حنظلہ' جمیع بن خلق' قلافش نہشلی ان چاروں نے تلواریں لوٹ لیں۔

حاضرین! اور سنئے! شہادت کے بعد جن ملعونوں نے فرزند رسولؐ اور دیگر شہداء کی نعشوں کو گھوڑوں پر سوار ہو کر پامال کیا' میں نے ان کا بھی کھوج لگا لیا' (۱) اخنس بن مرثد (۲) عمر بن صبیح (۳) حکیم بن طفیل (۴) رضی بن منقذ (۵) سالم بن خثیمہ (۶) صالح بن وہب جعفی (۷) ہان بن شیت (۸) اسید بن مالک (۹) اسحٰق بن جویرہ (۱۰) واخط بن ناغم (۱۱) اسماء بن خارجہ' حضرات! ان ملاعنہ کے علاوہ کچھ اور ملزم بھی ہیں مثلاً:۔

(۱) حصین بن مالک' زبانی طعن و تشنیع کرنے والا (۲) عمرو طہوی' اس نے امام مظلوم کو اس وقت نیزہ مارا جب آپ خطبہ سنا رہے تھے (۳) ورعہ بن شریک' اس نے آپ کے کاندھوں پر تلوار ماری (۴) نصر بن حرشہ اور (۵) بحیر بن کعب' یہ دونوں حضور کے بیہوش

ہو جانے پر بھی تلواریں مارتے رہے (۶) مالک بن نصیر کند نے سر پر زور سے تلوار ماری اور (۷) صالح بن وہب یزن یاور (۸) انس بن مالک نے نیزے مارے (۹) ابوایوب غنوی نے آپ کی گردن کو زخمی کیا' (۱۰) ہلال بن نافع گردن قطع کرنے لگا۔ مگر خوف زدہ ہو کر واپس لوٹ آیا' (۱۱) شمر بن ذی الجوشن (۱۲) سنان بن انس (۱۳) خولی اصبحی (۱۴) نوفل بن طفیل سر جدا کرنے میں شریک تھے۔

مجاہدین ! سنو! میں نے ان کا بھی سراغ لگایا جو شہداء کے سروں کو نیزوں پر چڑھا کر شام تک لے گئے۔ (۱) عبداللہ محضر بن ثعلبہ (۲) حر بن قیس (۳) ابو بردہ بن عوف (۴) بشر بن مالک (۵) طارق بن ابی طیبان' اور چھٹا آدمی حمید بن مسلم تھا۔ یہ سرکاری نامہ نگار یا پرچہ نویس کی حیثیت سے کربلا سے دمشق تک ہمراہ قافلہ رہا یہ ہے میری کارگذاری۔

"مگر قبول افتد زہے عز و شرف" عامر نے کہا

اس پر آفرین آفرین' احسنت احسنت اور صد مرحبا کی صدائیں۔ جناب محمد بن حنفیہ نے اٹھ کر اپنی اشک افشاں آنکھوں کو پونچھتے ہوئے عامر کے سر کو بوسہ دیا اور دعائے خیر کہی۔

اس کے بعد قاتلان امام و آل سید الانام علیہ السلام کے جرم پر مہر صداقت ثبت کی گئی' اور بالاتفاق فرد قرارداد جرم عائد کر کے اعلان کیا گیا' کہ از روئے شریعت اسلام ان سب کا قتل واجب ہے۔

مجمع میں بے حد جوش تھا' مجاہدین چاہتے تھے کہ اپنے سپہ سالار کے حکم کے ماتحت ابھی ہو جائیں' اور جذبہ انتقام کا مظاہرہ کرتے ہوئے ختم ہو کر خانہ نبوت سے سرخروئی کی سندیں حاصل کریں۔ اس وقت ہر ایک کی زبان پر یہ فقرہ جاری تھا۔

يَا لَيْتَنَا إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا آج کا جلسہ جو اس مقام

پر آخری جلسہ تھا۔ نہایت ہی جوشِ عمل کا عالم تھا' رات زیادہ گزر گئی' تاہم کسی شخص کی آنکھوں میں نیند کا نام و نشان نہ تھا۔ محمد بن حنفیہؒ اور عامر بن اشجع کی تقریروں میں وقت زیادہ ہو گیا اس لئے سلیمان بن مرد کی تجویز پر جلسہ کو ختم کر دیا گیا اور ہاتھ اٹھا کر کامیابی کیلئے رو رو کر دعائیں کی گئیں اور اپنی اپنی فرودگاہ پر کچھ وقت آرام کرنے کی رخصت دی گئی۔

''حضرات! یہ ہے ہماری ابتدائی اور انتہائی منزل' ابتدا اس اس لئے کہ زندگی کے فیصلہ کا پروگرام یہیں سے شروع ہوگا۔ اور آخری اس لئے کہ اب سے بعد کی مزید غور و خوض کا موقع نہ دیا جاوے گا۔ پس مناسب ہے کہ جلسہ کو صرف رات کے باقی حصہ کیلئے عارضی طور پر برخاست کیا جائے' اور صبح سویرے نماز فجر کے بعد قطعی وقت کا تصفیہ کر لیا جائے مجھے اتنا عرض کرنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ بعض حضرات سابق کی طرح اپنے آپ کو فارغ نہ تصور کر لیں' رشید نے کہا۔

اس پر مجمع نے لبیک کہی اور نعرہ تکبیر کے بعد اپنے اپنے ٹھانوں پر اقامت گزیں ہو گئے چونکہ وقت بہت ہو گیا تھا۔ لہٰذا نیند بھر کر سونا نصیب نہ ہو سکا کہ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کی ندا بلند ہوئی۔

چونتیسواں باب

ابنِ زبیر کی حکومت کا اجازت نامہ

صبح صادق سے قبل ہی سرفروشان اسلام نے نماز فجر باجماعت ادا کی اوردعاوزیارت کے بعد یہ ہزاروں بہادروں کی جماعت پھر جلسہ گاہ میں جمع ہوگئی اور مختار ایک سٹیج پر کھڑے ہوگئے حمد خداونعت رسولؐ کے بعد مجمع سے مخاطب ہوئے ۔

دل پُر آرزو کہتا ہے چل کر خضر سے پوچھو
سفینے قلزم اُمید کے کس گھاٹ اترتے ہیں

بلنداور جوشیلی آواز سے کہا:

جوانانِ اسلام! اگر آپ حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہما السلام کے واقعی شیعہ ہیں تو پھر انہی سرکار والا تبار کا ارشاد سنئے فرمایا ۔

اُشْدُدْ حَیَازِیْمَكَ لِلْمَوْتِ فَاِنَّ الْمَوْتَ لَاقِیْكَا
وَلَا تَجْزَعْ مِنَ الْمَوْتِ اِذَا حَلَّ بِوَادِیْكَا

جناب امیرؑ نے یہ الفاظ اس وقت انشاء فرمائے تھے جب شہید ہونے کیلئے صبح سویرے دارالامارۃ سے نکل کرابدی دارالاقامۃ کو مسجد کی طرف جارہے تھے۔ (اپنے سینہ کو موت کیلئے سخت کرلے پس تحقیق موت نے تجھ سے ملاقات کرنا ہے اگر تو نے تیاری کرلی تو تجھے ہرگز ہرگز خوف نہ آئے گا جب تیرے پاس آئے گی) اپنے دلوں پر سوال کرو اور جواب لو آپ جس ہستی کے اتباع میں رخت سفر باندھ رہے ہو۔اس نے اس ارض مقدس سے چلتے وقت اعلان فرمادیا تھا۔کہ جس نے سر کٹانا ہو میرے ساتھ چلے اور جسے موت کا خوف ہو وہ رہ جائے مختار کے فقرے ابھی ختم نہ ہوئے تھے کہ ایک نوجوان جوش میں

آ کر کھڑا ہو گیا' اور بولا ۔

بڑے رستم ہیں تیری چشم وابرو دیکھنے والے
نہ خنجر سے جھجکتے ہیں نہ وہ قاتل سی ڈرتے ہیں

مرحبا ! کہہ کرا سے بٹھایا گیا' اور تقریر شروع کر دی پس ہم نے فیصلہ کرنا ہے کہ مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ میں سے ہم کون سے گروہ کے ساتھ ہیں' آیا ہم لوگ شیعیان اہل دنیا میں سے ہیں؟ یا شیعیان اہل دین و عقبیٰ میں سے۔

کوئی جبر وا کراہ نہیں صرف دعوت حق ہے کہ مرضات اللہ و مرضات الرسولؐ کی خاطر مخلصانہ لباس میں آنے والے لبیک کہیں۔ اور بس

''ہمیں اس راہ میں سر کٹانا اور حضرت سیدۃ نساء العالمین کے زخم جگر پر اپنے خون سے مرہم کا پھاہا لگانا مطلوب ہے'' سلیمان نے کہا۔

''یہ درست ہے کہ بقیہ بنی ہاشم' یادگار رسید المرسلین صلعم جناب زین العابدین ع کیلئے مسرت و شگفتگی کے دروازے آسمان حوادث نے بند کر رکھے ہیں پس ہمارا وہ عمل باعث نجات و مستحق جام کوثر و سلسبیل ہوگا' کہ جو سید سجادؑ کو خوش کر سکے'' عامر نے کہا

غرض ہزارہا مومنین مخلصین نے جناب مختار کے ہاتھ پر سر دینے کا عہد کیا' اور سب سے پہلے سلیمان بن صرد خزاعی صحابی رسولؐ نے اقرار کیا کہ ''خون حسینؑ'' کے نام پر خون بہانا ہمارا ایمان ہے اور جب تک ہم اس مقصد وحید کے حامل ہیں' میدان سے بغیر مقصد حل کئے واپس آنا ہمارا لئے کفر ہوگا۔

غرض دوپہر سے پہلے آج کی جوشیلی تقریریں بھی ختم ہوئیں' مجاہدین کا مجمع اس جلسہ کو ختم کرنے والا ہی تھا کہ ناگاہ ایک شتر سوار بوڑھی عورت کہ جس نے منہ پر نقاب اوڑھا ہوا تھا نمودار ہوئی۔

''ٹھہرو ٹھہرو!! کہاں ہے میرا رشید؟ کیا وہ ابھی تک اس دارفانی میں زندہ

موجود ہے؟ کیا اس نے اپنے امام کے نام پر راہِ خدا میں سر پیش نہیں کیا؟

ان الفاظ کے سنتے ہی مجمع میں ایک سناٹا چھا گیا' اور رشید نے دوڑ کر اونٹ کے پاؤں پکڑ لئے' اماں! میرے جذبات مخلصانہ تا حال سینہ میں مضمر ہیں میری خطا نہیں' صرف حکم کی دیر ہے میں ایک مجاہدانہ تنظیم سے باہر نہیں جا سکتا' (رشید نے روتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز سے کہا)

"آپ اونٹ سے اتریں اور آرام فرمائیں" ایک عرب بولا۔

نہیں نہیں' میں یہاں نہ ٹھہروں گی' اور نہ ہی میرے توقف کا یہ مقام ہے' اے آلِ رسولؐ کی محبت کا دم بھرنے والے مجاہدو! سنو! میں ایک ناتواں کمزور اور نحیف عورت ہوں' میں نے اپنے رشید کو اس نوجوان کی خدمت میں عاریتاً دیا جو حسینؓ ابن علیؓ کی راہ میں مارا مارا پھرتا ہے چند یوم کے بعد مجھے صرف اتنا اشارہ ہوا کہ رشید کو راہِ امام میں نثار کرو' اور اسے بھول جاؤ' چنانچہ میں بھول چکی لیکن آج آدھی رات کے قریب ایک برقعہ پوش بی بی نے میری جھونپڑی میں داخل ہو کر مجھے خواب سے بیدار کیا اور حکم دے دیا کہ اٹھ اپنا اونٹ لے اور اس پر سوار ہو چل تجھے تیرے رشید کے پاس پہنچایا جائے گیا تو اپنے ایک بچے کے فراق میں بے چین ہو رہی ہے؟ لیکن افسوس تجھے میری بے چینی' بے تابی اور اضطراب کا اندازہ ہی نہیں' اٹھ اور اٹھ کر اپنے رشید کو تیار کر کہ ہمارا کنبہ اسے اور اس کے ہمراہیوں کے انتظار میں ہے۔

بیٹا! میں تو اس مقام اور یہاں کے پیچیدہ راہوں اور گھاٹیوں کے نشیب وفراز سے واقف نہ تھی اس برقعہ پوش کی نشان دہی پر چلی اور اس وقت یہاں پہنچ گئی ہوں ۔مادر رشید نے یہ تقریر کی۔

یہ سن کر مختار و سلیمان نے زار و قطار روتے ہوئے اٹھ کر اس کی تعظیم کی اور دریافت کیا۔ کہ وہ آپ کے رہنما برقعہ پوش کہاں ہیں؟

بیٹا! مجھے کیا معلوم ؟ کبھی اس نے ظہور کیا اور کبھی غائب حتی کہ مجھے یہاں پر پہنچادیا گیا' میں نے اس کی مقدس صورت نہیں دیکھی البتہ کبھی راہ میں نوحہ جات سنے۔تمام لوگ تصویر حیرت بن کر تقریر سن رہے تھے' کہ تکبیر کی پانچ آوازیں کانوں میں گونجیں اور یکا یک غبار اٹھا اور شتر سوار غائب' رشید غش کھا کر زمین پر گرا' اور مجاہدین میں جوش تازہ کی بجلیاں کوندنے لگیں۔

''جلسہ کی آخری نشست اور آخری نظارہ بھی ختم پروگرام ہماری طرف سے یہ ہوگا: مختار دارالخلافہ میں جا کر خلیفہ سے اذن طلب ہوگا۔ اور اس کے ساتھ مناسب بات چیت کریگا۔ سلیمان ابن صرد اس مجاہد فوج کی کمان کرے اور مکہ سے فوج کے ہمراہ نکل کر سرزمین عراق میں داخل ہو۔ اور میں آپ سے رخصت لے کر: بنی قیام گاہ پر جا رہا ہوں' والسلام'' محمد بن حنفیہ نے کہا۔ یہ ہزاروں رضا کار اگرچہ پا بر کاب ہیں۔ لیکن تنظیم کے ماتحت اپنے اپنے کیمپوں میں طعام و تناول کی فکر میں لگ گئے۔ اور رشید کو اسی کیمپ میں چھوڑ کر مختار حضرت محمد بن حنفیہؓ کے ہمراہ شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ آج مختار نے صبح سے ناشتہ تک نہیں کیا لیکن وہ تو اپنی ہی دھن میں ہے۔ محمدؓ کو ان کی جائے رہائش کی طرف رخصت کیا۔ اور خود بغیر رشید کے دارالخلافہ میں پہنچا۔ اس نے زیادہ کوشش نہ کی کہ ابن زبیر سے ملاقات کرے جب کہ وہ امور سلطنت میں مصروف و منہمک تھا کیونکہ۔

حرا حاش بود نعمت پادساہ
کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ

جب اس نے معلوم کیا کہ ملاقات نہ کر سکے گا تو سیدھا شاہی مہمان خانہ کو چلا گیا' جہاں مختار نے غسل کیا اور قوت لایموت سے فراغت پا کر کچھ دیر آرام چاہا۔

ادھر ابن زبیر کو اطلاع ہوگئی' کہ مختار آ کر چلا گیا اس لئے اس نے کام ختم کئے بغیر دربار برخاست کیا اور اپنے محل کے ایوان عام میں چلا آیا سپاہی کو بھیج

کر مختار کو بلایا۔ عصر کا وقت ہے کہ مختار خلیفہ وقت کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور تبادلہ خیالات میں منہمک ہے۔ "لیجئے حضور! سلطنت عراق پر شیعیان علیؓ کی چڑھائی ہو چکی" مختار نے کہا۔

"ارے اتنی جلدی؟ یہ تو کمال جوانمردی ہے کہئے! کتنی فوج ہے؟" ابن زبیر نے کہا۔ اندازہ ہے کہ کم از کم دس ہزار مرد دلاور صرف مکہ سے ہی روانہ ہونے والے ہیں' اور وہ افواج جو راہ سے شامل ہونے ولی ہے مل ملا کر بیس ہزار نفری سے کم نہ ہوگی۔ مختار نے کہا

"مگر یہ تو معلوم ہو کہ اتنی جلدی فوج کشی کا سامان کیسے ہو گیا؟ کیا حکومت مکہ سے کسی امداد و عانت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی؟ مثلاً سامان خوراک' آلات حرب وضرب وغیرہ" ابن زبیر نے کہا۔

عالیجاہا! آپ کے اشارہ کے مطابق محمد بن حنفیہ کو ہمراہ لے گیا تھا' نیز ایک دو اعلانات کے ماتحت جبل عرفات کے میدان میں ہزار ہا نفوس کا مجمع ہو گیا۔ محمد بن حنفیہ کی شمولیت کا اثر ان شیعیان علیؓ پر خاطر خواہ ہوا۔ سر دست ان لوگوں کو کسی قسم کی امداد کی ضرورت نہیں بلکہ سلیمان بن صرد خزاعی کی رائے ہے کہ حسب ضرورت حکومت کو اس کے متعلق تکلیف دی جا سکتی ہے۔

سو خلافت مآب کو بالفعل اپنی حکومت کا دامن حملہ عراق کے الزام سے قطعاً پاک رکھنا چاہیے مختار نے عرض کی

"محمد بن حنفیہؒ نے ہماری وفاداری پر بھی کچھ زور دیا ہوگا؟ (یہ ڈائری پہلے ہی پہنچ گئی تھی) خیر اب دیر کیا ہے؟ محمد بن حنفیہؒ اپنے مقام پر پہنچ گئے ہوں گے (یہ اطلاع بھی ہو چکی تھی) خلیفہ نے کہا" سرکار! جہاں تک میری تحقیق نے کام کیا ہے محمد بن حنفیہؒ آپ کے خیر خواہ معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کی ضمیر کی خبر علام الغیوب کو ہے میں ان کے دلی حالات سے واقف نہیں ہوں"۔

سرفروش مجاہدین کی فوجیں تیار ہیں۔ احتیاطاً حضور سے اجازت طلب ہیں۔ کہ اگر کوئی خاص ہدایت منظور ہو تو ارشاد فرمائی جاوے۔ رضا کار مجاہدین سردست حضور کی خاص ہدایات کے منتظر ہیں۔ مختار نے کہا یہ سُن کر ابن زبیر کچھ دیر کیلئے گردن جھکا کر سوچتا رہا۔ پھر سر اٹھا کر بولا:

''محمد بن حنفیہؓ اور اس کے بعض اعوان و انصار کے متعلق خیال ہے کہ فاتح ہونے کی حالت میں حکومت مکہ و حجاز کیلئے وبال جان نہ بن جائیں۔ اور یہ امر خاص احتیاط کے قابل ہے''۔

''معاذ اللہ! ایسا کبھی نہ ہوگا' حضور! یہ سراسر توہمات ہیں ان کو دل میں کبھی جگہ نہ دیجئے گا' بلکہ شرح صدر سے مناسب ہدایات فرمادیں'' مختار نے کہا

''جزاك الله مختار! مجھے تم پر ایسی امید تھی' اور کسی لمبی چوڑی ہدایت کی تو ضرورت نہیں' البتہ ان مجاہدین پر لازم ہے کہ راستہ میں یا سرزمین عراق میں علیؓ یا حسینؓ کے نام پر نعرے نہ لگائیں انہیں فہمائش کرنی چاہیے کہ ایسا کرنے میں ان کا نقصان ہے'' ابن زبیر نے کہا

''بیشک' بیشک!! مجھے پہلے سے ہی اس کا خیال ہے بلکہ سلیمان نے تو یہ بھی کہا تھا کہ اگر بنی ہاشم کے نعروں اور ان کے علم تک کا مظاہرہ کیا گیا تو بعد میں مشکلات کا سامنا ہوگا۔ ممکن ہے کہ انہیں مزید کمک کی ضرورت در پیش ہو' مختار نے کہا

''ہاں ہاں' فوجی ضروریات کے متعلق ہماری حکومت ہر طرح کا تعاون کرنے کو تیار ہے وہ بالکل مطمئن رہیں'' ابن زبیر نے کہا یہ کہہ کر خلیفہ کے گردن جھکا کر پھر کچھ سوچنا شروع کیا اور دیر کے بعد ارشاد فرمایا:۔

''مختار! یہ بھی سلیمان کو سمجھا دینا چاہیے کہ وہ مجاہدین کو سرزمین عراق میں داخل ہوتے وقت نینوا کی طرف نہ لے جائیں۔ اور سیدھا کوفہ کے دارالامارہ پر حملہ بول دیں''

یہ سن کر نہایت ادب واحترام سے مختار نے عرض کیا:

یہ سب فوجی پوزیشنیں ہیں جن سے ہمارا سلیمان نہایت واقف ہے۔ وہ پرانا جنگ آزما جرنیل ہے اس نے رسالتؐ کے زمانہ میں بھی بڑے بڑے کارہائے نمایاں کئے ان امور میں اسے مزید ہدایات کی ضرورت نہ ہوگی۔ البتہ یہ درست ہے کہ وہ جابجا جنگی نعروں میں مزید احتیاط سے کام لیں گے انشاء اللہ تعالیٰ'' اس کے بعد ''خدا حافظ'' فی امان اللہ کہا اور اتمام حجت کے بعد مختار نے خلافت مآب سے رخصت حاصل کی۔

پینتیسواں باب

لشکر مجاہدین کی عراق کو تیاری

اب یہاں سے بجائے جبل عرفات کو جانے کے مختار سیدھا محمد بن حنفیہؓ کے مکان پر پہنچا اور اذن لے کر موصوف سے ملاقاتی ہوا۔

''حضرت سلامت! خلیفہ کی آنکھوں میں غبار جھونک آیا ہوں۔ ہماری فوجیں گویا ابن زبیر کی فوجیں ہیں سلطنت حجاز کی طرف ہمیں کوئی کھٹکا باقی نہیں رہا' ابن زبیر کا خیال ہے کہ یہ فوجیں سیدھی کربلا کو نہ جائیں اور نہ ہی بنی ہاشم کا نعرہ لگائیں'' مختار نے گذارش کی۔

''یہ بھی اس کی نادانی ہے' اگر ایسا کیا گیا تو حکومت شام وعراق کا الزام ابن زبیر پر عائد ہوگا تم ابھی جاؤ اور میری طرف سے بھی سلیمان کو ابھی کوچ کی اجازت دے دو۔ یاد رکھنا! یہ میدان ہرگز ہرگز سر نہ ہوگا جب تک سرفروش نعرہ حیدری بلند نہ کریں گے۔ اور ہر مقام پر جا بجا نعرہ یا ثارات الحسینؑ نہ گونجے گا۔ اور جب ارض نینوا میں داخل ہو کر پہلے ساحل فرات کے بسنے والوں سے اذن طلب نہ ہوں گے فتح نصیب نہ ہوگی اور زیادہ مشاورت نہیں' سلیمان ان سب امور سے آگاہ ہے''

اس آخری اذن کے بعد مختار محمد بن حنفیہؓ سے رخصت ہوا' اور سیدھا مجاہدین کے کیمپ میں پہنچ گیا۔

دن غروب ہونے کو تھا' آج مختار نے بہت سفر کیا تکان سے چور چور ہو رہا تھا۔ سلیمان بھی موجود تھا قہوہ گرم کیا۔ اور ذرا اسی سکون کے بعد سلیمان کو خلیفہ کی ملاقات اور گفت وکلام نیز محمد بن حنفیہؓ کے ارشادات کا تذکرہ گوش گزار کیا۔ اور صبح سویرے نقارہ

الوداع کا پروگرام مکمل کیا گیا۔صبح سویرے حَیَّ عَلیٰ خَیْرِ الْعَمَلِ کی صدا بلند ہوئی ۔نماز فجر کے بعد بصد خشوع وخضوع فتح ونصرت کی دعائیں درگاہ رب العزۃ والجلال میں کی گئیں۔

جب عرفات میں طلوع آفتاب سے پہلے ہی انبوہ در انبوہ ہجوم جمع ہو گئے معلوم ہوتا تھا۔کہ فَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا کی عملی تفسیر ہو رہی ہے۔یہ انسانوں کا ہجوم۔یا آسمان سے فرشتگانِ خدا نازل ہو گئے' کہ ستاروں کی طرح شمار میں نہیں آسکتے آل رسولؐ کے نام پر نثار ہو جائے اور عین اخلاص کا سچا مظاہرہ کرنے والے سبحان اللہ علیؑ مرتضیٰ کے اصل وحقیقی شیعہ کہ مجاز وریا کا کہیں نام تک نہیں۔اللہ اللہ!! خلوص واخوت کی روحانی زنجیر نے ان ہزار ہا انسانوں کو ایک قوۃ برقیہ سے متحد و منسلک کر دیا ہے۔

یہ عجیب ساعت تھی کہ حسین سید الشہداء کے انصار واعوان کی تنظیم یکجہتی وہم آہنگی کا نقشہ پھر ایک دفعہ سلیمان کی آنکھوں میں پھر گیا' اس وقت کہنے کو تو صد ہا مرداں راہ خدا کے قالب نظر آرہے ہیں۔مگر جذبہ روحانیت نے ان سب کی جان ایک اور صرف ایک کر دی ہے۔غرض یہ بے انتہا وانداز مجمع دربار مرتضویؑ میں اپنے طرز و اطوار اور ایمان اور ایقان سے ثابت کر رہا ہے کہ:"یوں ہوتے ہیں سرکار پر مٹنے والے" یکایک سامنے صدر سے اونچے مقام پر آواز بلند ہوئی قُوْمُوْا اِلیٰ سَبِیْلِ اللّٰہِ کہ آناً فاناً صفیں آراستہ ہو گئیں' کوچ رحلت بن گیا۔عربی نفیری کی دردناک اور جوشیلی آواز پہاڑیوں میں گونجنے لگی۔

مختار نے پہاڑی پر کھڑے ہو کر سلیمان کے سر پر اپنے ہاتھ سے پٹکا باندھا۔ ادھر ہزار ہا تیغ شرربار سلیمان کے اشارہ پر سے بلند ہوئی۔گویا چھوٹے بڑے جرنیل نے فوج سے سلامی لی۔آفتاب تک آیا تگی چمک دار تلواروں کے پرجوش مظاہرہ نے طوفان صاعقہ بار کا ہیبت ناک سماں باندھا۔یَالثاراتُ الْحُسَیْن کی ایک گونج اٹھی۔اب مختار تن کھڑا ہے اور کسی رضا کار کا یہاں نام ونشان نہیں۔البتہ تھوڑی دیر بعد کئی سوار ونٹ گونا گوں

سامان سے لدے ہوئے شتربانوں کے ہمراہ پہاڑوں کے درے اور پیچیدہ راستوں سے گذرتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ع

"جرش فریاد میدارد کہ بربندید محملہا"

آج مختار تنہا ہے۔ رشید نے جو اس کے ہمراہ سایہ کی طرح رہتا تھا۔ فدائیان حق سے تخلف کرنا جائز نہ سمجھا۔ اور قافلہ سالار قوم کے ہمراہ لوداع کہی۔

✻✻✻✻✻

چھتیسواں باب

خوفناک کشفی نظارہ اور حکومت شام

مختار نے ایک اور بلند پہاڑ پر چڑھ کر افواج حسینؑ کی الوداع مکہ کا آخری نظارہ کرنا چاہا لیکن اسے تلواروں کی معمولی جھلک کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ اس کی آنکھیں اشک خوناب بہا رہی تھیں اور اس کی پریشانی اور دل کی بیکلی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ پہاڑ سے نیچے اترا اور عالم تشویش میں راستہ بھول گیا۔ غشی کے عالم میں تھا۔ کہ ایک غیر معروف پگڈنڈی سے ہو کر گویا کسی اور مہیب پہاڑ کی وسیع مگر کالی گھپ غار میں داخل ہو گیا۔ تقریباً بیس پچیس عجیب الخلقت سیاہ رنگ کے ننگے دھڑنگے انسان جن کے بے ترتیب لمبے لمبے دانت اور لال سرخ آنکھیں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔ ان کے گلوں میں ناف شکم تک انسانی ہڈیوں کے ہار اور سروں پر نامعلوم چیز کی بنی ہوئی تاج نما ٹوپیاں پہنے بیٹھے ہیں۔ بعض کے ننگے سروں پر سیاہ سفید پریشان مگر گھنگروالے بال کمر تک لٹکے ہوئے ہیں کبھی ہنستے ہیں اور کبھی چیختے چلاتے ہیں۔

غار میں سخت اندھیرا تھا مگر ایک طرف سے ہلکی سی روشنی چھنتی تھی وہ ان کی آنکھوں کی چمک دمک کے ساتھ مل کر ان کے چہروں کو عریاں کرتی جاتی تھی۔ مختار ایک پتھر کی اوٹ میں پتھر ہو کر بیٹھ گیا۔ ان لوگوں کے آگے دف اور جھانج پڑے تھے۔ اور درمیان میں انسانی کھوپریوں کا ایک بڑا ڈھیر تھا۔ مٹی کے ایک بڑے مٹکے سے کوئی پینے والی چیز کھوپریوں کے آبخوروں اور پیالوں سے نکال نکال کر نوش کرتے چلے جاتے اور ساتھ ساتھ دف اور جھانجیں بجاتے گاتے اور ناچتے تھے۔ لیکن بے سری مہیب اور وحشت ناک آواز کے سوا ان کے فقرات سمجھ میں نہ آتے تھے۔ اب ان سب نے گویا نشہ شراب میں

بے خود ہو کر زیادہ ناچنا اور چیخنا چلانا شروع کر دیا۔

یہ کوئی جشن ہے یا تماشہ یہ مخلوق کیا ہے؟ مختار کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ البتہ اتنا معلوم ہوا کہ مٹکے میں خون بھرا ہے جو پیتے وقت ان کے موٹے موٹے ہونٹوں سے بہتا جاتا اور گرتا جاتا ہے۔

اب تو ان ناچنے والوں نے اِدھر اُدھر دیکھنا اور سونگھنا شروع کر دیا۔ حتی کہ دو تین بغیر دیکھے مختار کی طرف لپکے اور اتنی زور سے چیخ ماری کہ مختار بے ہوش ہو گیا۔

جب کچھ دیر کے بعد اسے کچھ افاقہ ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ جبل عرفات کے دوسرے سرے پر پڑا ہے مختار نے نہایت پامردی سے اپنا آپ سنبھالا اور ذرا سی سوچ کے بعد چلنا شروع کر دیا۔ بارے خدا خدا کر کے اسے راستہ مل گیا۔ جو اسے سیدھا جبل عرفات کے اسی میدان میں لے جائے بہر کیف یہ بھولا بھٹکا مسافر بڑی مشکل سے اسی مقام جلسہ پر پہنچ گیا۔

جلسہ گاہ بھی سنسان پڑی تھی اور اونٹوں' گھوڑوں اور گدھوں کی لید یا سرد چولہوں کی خاکستر کے بغیر کچھ نہ تھا۔

مختار کا دل سینہ میں مرغ بسمل کی طرح پھڑک رہا تھا۔ اور جگر فگار ہونے کو تیار۔ اس نے اپنی روایتی جرات وشجاعت سے کام لیتے ہوئے قلب وجگر کو تھاما۔ اور نادعلی کا ورد کرتے ہوئے مکہ معظمہ کی راہ لی۔

مختار پر فریب تخیل کا بہت برا اثر تھا اس نے شہر میں پہنچ کر دربار خلافت میں حاضر ہونے کی بجائے پہلے مہمان خانہ میں جانا مناسب سمجھا۔ چنانچہ یہاں داخل ہوتے ہیں پہلے تو لمبا غسل کیا۔ اور ناشتہ کے بعد قہوہ کی کئی پیالیاں نوش کیں اور نماز ظہرین پڑھی پھر کچھ وقت نیند بھی کی حتی کہ دل ودماغ اور قلب وجگر میں سکون حاصل ہوا۔

اس دوران میں مہمان خانہ کے دربان نے اندر آ کر سلام

کیا اور کہا۔ ''دو معزز حضرات آپ کو باہر بلاتے ہیں'' مختار نے باہر آ کر دیکھا کہ نہایت ہی پاکیزہ صورت خوش پوش سفید ریش دو بزرگ کھڑے ہیں انہوں نے مختار سے مصافحہ کیا۔ اور اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔

''آپ ذرا اندر چلیں' تشریف رکھیں' توقف فرمائیں اور اپنا تعارف فرمائیں 'میں آج صبح سے بخدا چور چور ہو رہا ہوں'' مختار نے کہا

''نہیں بیٹا! بیٹھنے کا وقت نہیں' سر دست تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ عرصہ قلیل کیلئے ہمارے ہمراہ چل پڑو''

اتنا سنا اور بغیر مزید سول و جواب کے چل کھڑا ہوا یہ دونوں نا آشنا حضرات آگے آگے تھے اور مختار ان کے پیچھے۔ حتیٰ کہ سیدھے بیت الحرم میں داخل ہوئے اور حرم مقدس کی ایک دیوار کیساتھ بیٹھ گئے۔

''بیٹا! دیکھو' تین کٹھن منزلیں ہیں۔ ایک تو آج طے ہو چکی' دو باقی ہیں جو ایک سے ایک بھاری عنقریب وہ بھی ختم ہو جائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ' حتی الامکان مشورہ میں خیانت نہ کرنا خواہ دشمن ہو۔ اگر وہ مشورہ طلب ہو تو اسے سلامتی کی صلاح دینا کیونکہ تیرے اور اس کے درمیان اللہ عزوجل ضامن ہو گا۔ ابن زبیر کو اسی بیت اللہ الحرم کا مشورہ رہائش دینا۔ محمد بن حنیفہ کی سلامتی کی فکر میں رہنا گو خلیفہ کو آخر کار یہاں پر بھی امان نہ ہو گی لیکن اس وقت پورا پورا وفادار رہنا۔ جب تک کہ خود ابن زبیر ناقص عہد نہ کرے۔

اور مختار خلق سید الشہداء کا مزار باجبروت و وقار تمہارے انتظار میں ہے۔ اس مقام پر ایک رنگ پنہاں ہے جو سرزمین عراق میں کھلنے والے ہیں۔

مسیب بن نخبہ' عبداللہ بن وائل' شداد بن ارقم اور عبداللہ بن نفیل اور کثیر بن عامر تم کو سلام کہتے ہیں۔ والسلام' ان پند و نصائح کا باب ختم ہوا تو مختار کی آنکھوں کے سامنے ایک غبار سا اٹھا جو آناً فاناً بیٹھ گیا' دیکھا تو یہ دونوں بزرگ غائب تھے۔

آج مختار کی طبع دوسری دفعہ خائف و مشوش ہوئی لیکن اس خیال سے کہ وہ ہر قدم پر مقرب بارگاہ ہورہا ہے سنبھل گیا' اس نے حضرت باری عزاسمہ میں شکریہ ادا کیا اور دو رکعت نماز زیب اللہ شریف میں ادا کی اور واپس ہوا۔ مختار ابھی راستہ ہی میں تھا' کہ دربار خلافت کے دو سپاہی مل گئے انہوں نے سرکاری پیغام دیا کہ خلافت مآب آپ کو ظہر کے وقت سے یاد فرمارہے ہیں ۔اب مختار کو عبداللہ بن زبیر کے پاس جانا پڑا' یاد رہے کہ اگر یہ بلاوانہ بھی آتا تو بھی خلیفہ کی ملاقات آج رات سے قبل از حد ضروری تھی۔

اذن لیکر اندر داخل ہوا' ابن زبیر نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کہئے مختار! حملہ آوروں کی فوج روانہ ہوگئی؟ حضور اگر وہ حملہ آور ہیں تو اقدام کا الزام ہماری سلطنت پر عائد ہوتا ہے' مختار نے کہا

''خیر یہ لفظی موشگافیاں ہیں انہیں رہنے دو۔ اور کام کی بات کرو آپ کی فوج نے ہماری تاکید کے باوجود نعرہ تارات الحسینؑ لگایا'' خلیفہ نے گلہ کیا

سرکار! یہ سب میری چال ہے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہی نہیں کہ سلطنت مکہ پر حکومت شام کا کوئی الزام آسکے اور ہمسایہ حکومت کو جو پہلے ہی عذر تراش رہی ہے کسی بہانہ کو موقع ہاتھ آجائے۔ مختار نے کہا

''مجاہدوں کو رخصت کر کے مہمان خانہ میں بڑی دیر سے پہنچے اور ہاں وہ دو سفید ریش بزرگ کون تھے؟ جو تمہیں بیت اللہ الحرم میں لے گئے۔ خلیفہ نے کہا

عالیجاہ! اکثر امور اپنے اندر اس قدر اجمال رکھتے ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہوتی ہے اگر اجازت ہو تو ایک خاص دن مقرر کر کے وزرائے عظام کی موجودگی میں نشیب و فراز پر بحث کی جاوے' بلکہ یہ کہنے سے گریز نہ کرنا چاہیے کہ عنقریب وہ حملہ جو عراق پر بولا جائے گا اس کا اثر مکہ کی حکومت پر یقینی ہے اس لئے حفظ ماتقدم کے طور پر تمام

امور جلدی طے کر لینے چاہیں" مختار نے عرض کیا۔

"جزاک اللہ خیرا الجزاء اس وقت مناسب یہ ہے کہ تم اپنی فرودگاہ پر جا کر آرام کرو اور اسکے بعد خود بخود چلے آنے کی ضرورت نہیں' عندالطلب حاضر ہو جائیے گا۔ اور تمہارے اس مشورہ کو جامہ عمل پہنانے کی واقعی اشد ضرورت ہے" خلیفہ ابن زبیر نے یہ کہہ کر مختار کو رخصت کیا' جو کالی شام کے وقت واپس اپنے جائے رہائش پر پہنچ گیا۔

مختار نے غسل کیا اور مغربین کی نمازیں ادا کیں مختصر تناول کے بعد لیٹ گیا لیکن اس کی آنکھوں میں نیند کا نام ونشان نہیں اس کے سامنے کوفہ کا میدان ہے اور حیدر کرارؑ کے ایک لشکر جرار کی یلغار بہر حال وہ انہی خوفناک اور پر خطر خیالات کی دنیا میں محو منہمک رہا کہ ستارے گنتے رات بسر ہو گئی۔

اب ہم اپنی عنان تحریر مکہ معظمہ کے حالات سے دوسری طرف پھیرتے ہیں کیونکہ رضا کاران حسینیؑ کے مکہ سے رخصت ہو جانے پر انقلاب عظیم کا ایک اور نیا دور آنے والا ہے۔

عبداللہ ابنِ زبیر آج نصف شب تک ہزار ہا غم و تفکرات میں پڑا رہا کیونکہ مختار کا یہ اشارہ اس کے دل و دماغ میں پورا اثر کر گیا۔

آج کی صحبت میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حکومت شام کے حالات سے باخبر کیا جائے تا کہ ایک طرف اس داستان کا ربط قائم رہے دوسری طرف تسلسل کا لحاظ رکھتے ہوئے سامعین کی طبائع کو الجھن سے محفوظ رکھا جائے۔ مکہ معظمہ سے ہزاروں شیعوں کی یلغار اور بے شمار فوج جذبۂ انتقام کے ماتحت عراق کی طرف روانہ ہو چکی' عبداللہ ابن زبیر کی حکومت اور مختار کی حکمت عملی نے جو کام کیا یہ اس کا نتیجہ تھا۔ کہ ثارات الحسین علیہ السلام نے یہ پہلا جارحانہ قدم اٹھایا جسے ہم حقیقتاً دفاعی یا منتقمانہ اقدام کہیں گے تو اح مکہ میں اس ریلے کا یہ اثر ہوا کہ اندر ہی اندر لوگوں میں ایک کھلبلی اور افراتفری کے سامان

پیدا ہونے لگے۔

اُدھر عراق میں بھی یہ آگ سلگتے ایک شعلہ جوالہ کی صورت اختیار کرنے والی تھی اور مدینہ منورہ جو واقعہ حرا کے بعد سنسان و ویران ہو چکا تھا۔ ایک نئی تحریک کا مرکز بنتا چلا جا رہا تھا۔ عبداللہ بن عمر اگرچہ یزید کی موت اور واقعہ حرا کے بعد بظاہر گوشہ نشین تھا لیکن اپنے طرفداروں کے بل بوتے پر کروٹیں بدلنے کی فکر میں منہمک تھا۔

ناممکن تھا کہ ان سیاہ بادلوں کی گرج ملک شام کے ہیڈ کوارٹر یعنی دارالخلافہ دمشق میں سنائی دیتی ہو کیونکہ ہزارہا پریشانیوں کے باوجود یہاں کی حکومت ایسی غافل اور بیوقوف تو تھی نہیں۔

مروان بن الحکم جو ابولیلیٰ (معاویہ) پسر یزید کے بعد میدان خالی پا کر خود مختار بادشاہ بن بیٹھا تھا جس کی کیفیت یہ ہے کہ واقعہ حرا کے بعد جب ابن نمیر کی کمان میں یزیدی فوجوں نے بیت اللہ الحرم پر زبردست حملہ کیا' اور شہر مکہ کا چاروں طرف محاصرہ ہو گیا۔ نیز مکہ پر منجنیق نے اندھا دھند گولے برسانے شروع کئے تو تو ابن نمیر سپہ سالار سے بھی پہلے عبداللہ بن زبیر کو یزید کے مرنے کی اطلاع ہو گئی' چنانچہ اس نے ابن نمیر کو بلوا کر کہا کہ تمہارا 'طاغی' یا ''طاغوت'' تو مر چکا ہے اب یہ جنگ کس لئے کر رہے ہو؟ یہ سن کر ابن نمیر نے فوراً جنگ بند کر دی اور ابن زبیر سے کہا۔

''میں مکہ کا محاصرہ اٹھا لیا جنگ بند کر دی لیجئے! میں اس خلوت خانہ میں تمہاری بیعت کرتا ہوں' بہتر ہو گا کہ آپ میرے ہمراہ شام میں تشریف لے چلیں میدان صاف ہے لیکن عبداللہ نے ابن نمیر پر اعتماد نہ کرتے ہوئے اس کے ہمراہ جانے سے انکار کر دیا۔

اس پر ابن نمیر نے اسے سخت سست کہ اور فوج کے ہمراہ مدینہ اور وہاں سے دمشق چلا آیا۔ اس وقت اہل اردن کے سوا تمام اہل شام نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لی تھی' چنانچہ اس نے ضحاک بن قیس کو ملک شام کا گورنر بھی بنا دیا۔

چرخ نیلوفری کی کج رفتاریاں ملاحظہ ہوں۔ اگرچہ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں بند ہونے سے پیشتر ہی لگاتار کوششیں ہوتی رہیں کہ جس طرح بھی ہو سکے خاندان رسالت میں خلافت یا امامت تسلیم نہ کی جائے۔ چنانچہ ایک مدت کے بعد حضرت علیؑ مسند خلافت ظاہری پر متمکن ہوئے تو ارض روم وشام وحجاز کے مسلمانوں نے سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت آسمان سر پر اٹھالیا' اور ویرانی سکیموں کو خاک میں ملتے دیکھ کر خاک اڑانی شروع کر دی کہ کیوں بنی ہاشم برسر اقتدار آگئے۔

آخرکار اس مزاحمت بے وفائی اور زبردست غداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ یزید ایسا شخص دشمن اسلام ودین مسلمانوں پر مسلط ہوگیا۔ اور جب وہ کیفر کردار' دار القرار کو پہنچا تو اس کے فرزند ابو لیلیٰ (معاویہ) نے پہلے روز ہی خطبہ میں اظہار کر دیا اس پر بدقسمت بدنصیب مسلمانوں نے اسے زندہ درگور کر کے چھوڑا۔ بعض کا خیال ہے کہ مروان نے کو کمین گاہ خلافت کی تاک میں تھا اسے زہر سے ہلاک کر دیا۔ بہر حال ہمچو قسم سرکشیوں اور غداریوں کا صلہ یہی ہونا چاہیے تھا۔ کہ خدائے علیم وخبیر کا عذاب مسلمانوں پر بصورت مروان ابن الحکم مسلط ہوا۔ یہ وہی مروان تو نہیں؟ جس کی صورت دیکھنے اور نام سننے تک سے پیغمبر صلعم نفرت فرماتے تھے' جی ہاں' یہ وہی راندہ دربار نبویؐ ہے کہ آج مسلمانوں کی قسمت اس سے وابستہ ہو رہی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اہل شام ودمشق نے چاہا تھا کہ ابو لیلیٰ معاویہ ویزید کے مرجانے پر جس طرح بھی ہوسکے معاویہ ویزید وغیرہ خاندان بنی امیہ کے سب سے بڑے ہمدرد خیرخواہ اور سچے طرفدار عبداللہ بن عمر کی بیعت کر کے تخت خلافت انہیں تفویض کیا جائے۔ وہ اس وقت صفیہ بنت ابوعبیدہ ثقفی کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں بظاہر گوشہ نشین ہو رہا تھا لیکن بنی ہاشم کا بدترین دشمن عبیداللہ بن زیاد وقت کی نزاکت کو سمجھ کر سیدھا دمشق پہنچا' اور رات کے وقت مروان سے خلوت کے دوران ملاقات میں مروان سے کہا۔

"اے ابن حکم! تجھے کیا ہو گیا؟ کیا تو نے نہیں سنا؟ شام کے شہروں میں کیا غل غپاڑہ مچ رہا ہے؟ اور دنیا کیا چاہتی ہے؟ اور یہاں پر کیا کیا تدبیریں ہو رہی ہیں؟ اور میں کوفہ سے کیوں آیا ہوں؟"

بھائی! مجھے تو کسی بات کا علم نہیں۔ ابو لیلیٰ کی موت کو میری زہر خورانی کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے اور جا بجا پریشانی کی تیز و تند ہوائیں چل رہی ہیں۔ اور سردست اس افراتفری کے عالم میں کچھ بھی سوجھائی نہیں دیتا۔ مروان نے کہا

"اے جناب! دنیائے اسلام اتفاق کر چکی ہے کہ خلافت و امامت کا عہد آپ کے سپرد کیا جاوے اور شہنشاہ شام تسلیم کریں لیکن بعض بعض سرداران عبداللہ بن عمر کے سر پر تاج سلطنت رکھنے کے حامی نظر آتے ہیں" ابن زیاد نے کہ (یہ سن کر مروان کی باچھیں کھل گئیں اور کہنے لگا)

عبیداللہ! اس وقت خزانہ میرے قبضے میں نہیں۔ اور بغیر روپیہ خرچ کے سردست کامیابی ناممکن ہے "اچھا اسے تو رہنے دیجئے! اور صرف ہاں کیجئے یہ تمام امور پہلے ہی میرے پیش نظر تھے میں جس قدر مال و دولت کوفہ سے لایا ہوں۔ آپ کی نذر ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اولادِ ابوتراب کے قتل کے بعد عراق اور اس کے گردونواح میں شیعوں نے بہت سر اٹھا رکھا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ان لوگوں میں اندر ایک زبردست جہادی تحریک پرورش پا رہی ہے۔ بلکہ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ یہ شرارت مکہ و مدینہ تک اٹھائی جا رہی ہے بہت ممکن ہے کہ اس میں عبداللہ بن زبیر کا بھی ہاتھ ہو۔ اور کل کو یہ طوفان عظیم بن کر ہمارے لئے کسی نئی مصیبت کا سامنا ہو جائے۔ عبداللہ بن عمر کے متعلق بھی شبہ بلکہ یقین ہے کہ وہ ہمارے زبردست باغی دشمن مختار ثقفی کے عروج و اقتدار کا طرفدار اور معاون ثابت ہو۔ یہ چیز ہے جو ابوترابوں یا خانوادہ بنی ہاشم کے وقار تازہ کی تمہید ہو جائے۔

پس آپ وعدہ کریں کہ کامیابی کے بعد مجھے گورنری کی بجائے افواج ک سپہ

سالاری سونپ دیں گے اسکے بعد میں تمام پیش آمدہ مشکلات سے نپٹ کر عہدہ برآ ہو سکوں گا۔ ابن زیاد نے کہا

''میں ہاں کر چکا عبید اللہ! تم اپنا پروگرام مکمل کرو۔ اور بہت جلد کام شروع کردو''۔ مروان نے کہا

''اے جناب! میرا پہلا کام یہ ہوگا کہ آپ کو تخت خلافت پر متمکن کروں اس کے بعد شیعیان کوفہ و بصرہ کا مکمل طور پر خاتمہ کردوں پھر عراق سے خراسان تک آپ کے نام کا خطبہ پڑھاؤں اور صوبہ خراسان سے لے کر ماوراء النہر تک کا علاقہ حکومت شام میں ملا دوں۔ پھر فارس' کرمان' غزنی' اور ہندوستان کو قبضہ میں لاؤں''

ابن زیاد نے لاف وگزاف سے مروان کو اپنا ہمنوا بنا لیا۔ اور وعدہ سپہ سالاری لے کر معمولی دوڑ دھوپ کی بالآخر مروان کی خلافت تسلیم کر لی گئی۔

مروان نے اہلکاران مملکت سے مشورہ کرنے کے بعد حکومت حجاز کی طرف التفات کیا اور عبداللہ بن زبیر کے گورنر ضحاک پر تیرہ ہزار فوج کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اُدھر مقام قنسرین سے زفر بن حارث اور حمص سے نعمان بن بشیر نے ضحاک کی امداد کی لیکن باوجود ساٹھ ہزار فوج کے مرج راہط پر ضحاک کو شکست ہوئی اور مارا گیا' ضحاک کے مارے جانے پر عبداللہ بن زبیر کا زور علاقہ شام سے زائل ہو گیا اور سارے ملک میں سلطنت مروان کا پرچم بلند ہو گیا۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد مروان نے عبیداللہ بن زیاد کی مشاورت سے اپنے چچازاد بھائی عمرو بن سعید اور شام کے حمیری سرداروں کو بہت کچھ دے دلا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اس تدبیر سے مروان علاقہ اردن میں خلیفہ مان لیا گیا۔ اور عبداللہ بن زبیر کا گورنر عبدالرحمن قرشی وہاں سے بھاگ گیا اور مروان نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو مصر کا گورنر بنا دیا۔ اب ایک طرف مصر و شام میں مروان کی حکومت ہے اور دوسری طرف حجاز' یمن' خراسان میں عبداللہ بن زبیر کی سلطنت۔

مروان کا دست راست اور قوت باز و عبداللہ بن زیاد دمشق میں اور عبداللہ بن زبیر کا مشیر مختار ثقفی مکہ معظمہ میں۔ اور عراق میں اگرچہ شام کی حکومت ہے لیکن شیعیان علیؑ کے انتقامی جوش نے اسے برائے نام حکومت کا نام دے رکھا ہے۔

ابن زیاد کی شقاوت وعداوت جو شیعوں کے متعلق تھی اسی واقع سے ظاہر ہے کہ اس نے مروان بن الحکم کو خلیفہ منوانے کی سرتوڑ کوشش کی اور خود سپہ سالار بن کر شیعیان علیؑ کا استیصال چاہا۔ وہ اپنے فہم وفراست کی وجہ سے جانتا تھا کہ طرفداران بنی ہاشم ضرور باضرور میدان میں نکلیں گے اس لئے اس نے کوفہ کی سکونت ترک کرکے مرکز کو زیادہ مستحکم بنانا چاہا۔ اِدھر مرکز میں مروان کی سلطنت وسیع ہونے کے علاوہ دن بدن مضبوط ہو رہی ہے۔ اگرچہ تاحال شیعوں کی یلغار کی اطلاع شام میں نہیں ہوسکی لیکن نہ تو مروان ان سے غافل ہے نہ اس کا مدارالمہام ابن زیاد بہرحال دونوں طرف کی پوزیشن ناظرین کے سامنے ہے اب اس نقشہ کے پیش نظر اگلے واقعہ کا سمجھنا آسان ہوگیا ہے۔ دمشق ومضافات کے امور کی تمام پیچیدگیوں سے فارغ ہوکر ایک روز ابن زیاد نے خصوصی طور پر مروان سے ملاقات کی۔

سینتیسواں باب

ابنِ زیاد کا لشکر عظیم عراق کو

اسوقت خلوت ہے اور کوئی دوسرا آدمی مروان کے پاس نہیں ۔ ابنِ زیاد نے حاجب تک کیلئے دروازے بند کر دیئے اور کہا۔

''شہر اور نواح دمشق میں امن ہے کوئی کسی قسم کی کھلبلی نہیں' آپ کی حکومت بھی اب مستقل ہو چکی ہے اور آپ کے منہ سے بے ساختہ نکل رہا ہے ۔

مارا بجہاں خوشتر از یں یک دم نیست کز نیک و بد اندیشہ و از کس غم نیست

نیز حسب وعدہ مجھے افواج مملکت کا باقاعدہ سپہ سالار بھی مقرر کیا جا چکا ہے لیکن میں یہ سمجھ نہیں سکا کہ آپ آئندہ پروگرام کے متعلق خاموش کیوں ہیں؟ کیا اسے تغافل شاہی پر محمول کیا جائے یا اسے آپ کی بددلی یا کوئی اور مآل اندیشی تصور کریں''

''حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہر ایک امر کو تمہاری مرضی پر انحصار رکھا ہے چونکہ ملک میں باقاعدہ امن کا دور دورہ نظر آتا ہے ۔ اور کوئی ابوترابی یا دشمن ملک عنصر نظر نہیں آتا ۔ لہذا لمبے چوڑے پروگرام بنانے کی ضرورت نہیں ۔ مزید براں ملک کے داخلی امور سے ہی آج تک تم کو فرصت نہ مل سکی ۔'' مروان نے کہا

''یہ سب کچھ درست لیکن میری نگاہ دوربین میں ہر گھڑی ایک طوفان بدتمیزی کا غبار فتن آثار نظر آتا ہے ۔ کہ خدا نہ کرے وہ ہماری دیرینہ آرزوں کے خرمن کو اڑا نہ لے جائے ۔ عبداللہ بن زبیر کی تدبیروں سے غافل ہو جانا ۔ اور شیعیان عراق و حجاز کی طرف توجہ نہ دینا ۔ استقلال حکومت کے سراسر منافی ہے'' ابنِ زیاد نے کہا۔

مروان اس عبارت پر جسارت پر گردن جھکا کر بہت دیر تک

سوچتا رہا۔ اور غور و تامل کے بعد بولا۔

''عبیداللہ! یہ ہے تو سچ لیکن اس انتظام کیلئے میں نے تجھے منع بھی نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان سب امور کے ذمہ دار تم خود ہو جیسے مناسب سمجھو۔ ان کو جامہ عمل پہناؤ۔ یہ خزانہ موجود ہے اور تمہاری ہی جمع و فراہم کردہ ہے۔ اسے مناسب خرچ کرو۔ اکثر سرداران شام پر مجھے اعتماد کلی نہیں ہے جو در پردہ عبداللہ بن عمر کی حکومت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ محلات شاہی میں بھی مخالف عنصر موجود ہے' میں سمجھتا ہوں کہ ابھی اور عام رشوتوں کے بغیر کام نہ چلے گا۔''

ابنِ زیاد: حضور کا فرمانا بجا۔ اگر کھلے بندوں عام رشوتیں نہ دی جاتیں' تو ان اکڑے ہوئے شامیوں کی گردنیں کبھی خم نہ ہوتیں۔ اگر اور بھی ضرورت محسوس ہوگی تو دریغ نہ کیا جائے گا۔ خیر یہ تو ہوئے داخلی سوا لیکن امور خارجہ سے غفلت درست نہیں اور میں اس پر زیادہ زور اس لئے دے رہا ہوں کہ شیعیان ابوتراب کا طوطا چشم رویہ ابھی ابھی اپنی ان آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں۔ ممکن ہے کہ اس وقفہ کے بعد وہ ہم سے آنکھیں بھی نہ ملائیں۔ ''اچھا تو صبح سے ہی انضباط اوقات مرتب کرو' اتنا کہا اور ابنِ زیاد کو رخصت کیا۔

آج دربار شاہی میں خاص اجلاس منعقد ہو رہا ہے انتظام سلطنت کیلئے مختلف دماغوں کے جوہر بروئے کار آ رہے ہیں۔ کہ ایک ہرکارہ نے حاضر ہونے کا اذن طلب کیا اور اندر آ کر ایک سربمہر لفافہ بادشاہ شام کے آگے رکھ دیا۔ اور تین کورنشات بجالا کر دست بستہ پیچھے ہٹ گیا۔ پیشکار نے شاہی اشارہ سے لفافہ کھولا' جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

''از مکہ مکرمہ 17 جمادی الاول

نہایت ادب و احترام کے ساتھ بادشاہ وقت اور خلیفہ برحق' سرکار ذوالاقتدار و الاوقار مروان ابن الحکم کی خدمت عالی واقدس میں واضح ہو کہ چند یوم

ہوئے یہاں مکہ معظمہ سے کئی ہزار کی ایک فوج جرار شیعیان حیدر کرار کی بہاجب عراق زیر ہدایت مختار مارا مار ایلغار کر چکی ہے اور اس میں عبداللہ بن زبیر کا مشورہ و تحریک شامل ہے ۔خیفہ ابن زبیر نے فی الحال مختار کو اپنا مدار المہام و مختار بنا رکھا ہے۔اور مسلح فوج مع سامان حرب وضرب سینکڑوں اونٹوں سمیت سلیمان بن صرد خزاعی کی زیر کمان بھیجی گئی ہے۔اگرچہ اس کا صحیح پروگرام معلوم نہیں ہو سکا' لیکن یہ درست ہے کہ ان کا ارادہ عراق پر حملہ کرنے کا۔اطلاعاً عرض کیا گیا' اور آئندہ کے حالات سے وقتاً فوقتاً مطلع کر کے حق نمک ادا کیا جاتا رہے گا۔ والسلام (ابن الصباغ حری) جب یہ خط پڑھا گیا' تو مروان کے چھکے چھوٹ گئے اور بحر سکوت میں غرق ہو گیا۔

عبیداللہ ابن زیاد بھی موجود تھا اچھل کر بولا ؎

''شام ہی سے لوٹتا ہے مجھ کو انگاروں پہ آج

اس لئے میں نے الگ تہ کر کے بستر رکھ دیا''

کیوں جناب! ہے نا پیشگوئی؟ اور وہی بات ہوئی ناں؟ جو کئی روز سے عرض کر رہا ہوں' اب فرمائیے! اع چیست یاران طریقت بعدہ' تدبیر ما؟ اب تو اراکین سلطنت کو پسو پڑ گئے اور لگے اپنی اپنی تدھیروں کے گھوڑے دوڑانے' آخر کار بالاتفاق یہ تجویز پاس پائی' کہ۔

سپہ سالار اعظم یعنی عبیداللہ ابن زیاد کو بہت جلد دفاع عراق کیلئے روانہ کیا جاوے اور دوسرے کمانڈر کو ایک فوج جرار کے ساتھ مکہ معظمہ پر ہلہ بول دینے کی ہدایت کی جائے ۔تا کہ ان دونوں طوفان کے تنوروں کو بند کر کے حکومت شام کے استحکام و امن کی داغ بیل ڈالی جا سکے۔چنانچہ اس تجویز کے ماتحت عبیداللہ بن زیاد کو چالیس ہزار فوج کے ہمراہ عازم عراق ہونیکا حکم دیا گیا۔اور خراسان' کرمان' فارس' اصفہان' اور کہستان' طبرستان' وسیستان تک خطوط لکھے گئے' اور حجاز و عراق کو مستثنیٰ رکھا گیا۔کہ یہاں پر شیعیان علی سکونت پذیر تھے۔ بہر حال چالیس ہزار نیزہ و تلوار اور خود و زرہ سے مسلح فوج دمشق سے باہر ایک وسیع میدان میں

کھڑی کی گئی، جس نے باقاعدہ خلیفہ وقت و بادشاہ مروان کو سلامی دی اور کوچ کے نقارے بجنے لگے۔ اس کے بعد ابنِ زیاد کو جو با ادب ہاتھ باندھے مروان کے حضور میں کھڑا تھا حسب ذیل نصیحت کی گئی:

"یہ چالیس ہزار مردان جنگ آزما کی فوج کثیر تمہارے ہمراہ کی جاتی ہے پس تم کو حکومت کی طرف سے باختیار خود نصیحت کرتا ہوں کہ سرزمین عراق میں اپنی شجاعت، تیغ آزمائی اور جوانمردی کے جوہر پھر دکھانا جو مسلم بن عقیل سفیر حسینؑ کے داخلہ کوفہ کے وقت دکھائے تھے۔ اور واپس نہ ہونا جب تک کہ ایک ایک شیعہ نام لیوائے علیؑ فاطمہؑ وغیرہ کا سر قلم نہ ہو جائے۔ تاکہ سر اُٹھانے والے سرکش باغیوں کا جلد از جلد خاتمہ کیا جائے اور جہاں جہاں پر "نام حسینؑ" یا "خون حسینؑ" کا لفظ سنا جائے وہاں پر قتل عام کرنا تمہاری خاص اسلامی خدمت متصور ہو گئی، اگر سرزمین عراق میں ایک آدھ بھی اہلبیتؑ کا نام لینے والا باقی رہا گی تو خلافت حقہ کی بنیادیں ہرگز ہرگز مستحکم نہ ہو سکیں۔گی اور الفاظ کو از بر کر لینا اور ان پر عملدر آمد تمہارے ایمان وایقان اور فرض منصبی میں داخل ہونا چاہیے۔"

ابنِ زیاد نے مع مجمع عساکر کے مروان بن الحکم کی نصائح کو نہایت غور سے سنا اور جھک کر تین سلام کئے اور حسب اجازت جوابی تقریر کی، "خلیفہ اسلام، جانشین رسولِ انام کے فرمان واجب الاحترام پر جان حاضر ہے اس میں کچھ شک نہیں، کہ ملک حجاز و شام و جملہ اہل اسلام کے خلیفہ برحق جناب معاویہ نے ابوتراب اور اس کے اصحاب واحباب کو قتل وقتال اور غارت واستیصال میں بے حد مردانگی اور دوراندیشی سے کام لیا، لیکن آنحضور (معاویہ) کی وفات حسرت آیات کے بعد ان کے فرزند ارجمند رشید وسعادت مند سرکار والا جاہ امامت پناہ وخلافت دستگار حضرت یزید نے اس منبع ومآخذ کے غارت کرنے میں وہ عزم بالجزم کیا کہ دنیا وآخرت میں ان سرکاروں کی یادگار ابدی قائم ہو گئی۔

مسلم وابن نمیر نے مدینہ ومکہ میں ہواں کے بدبختیوں، باغیوں اور خلافت کے

منکروں کے بالمقابل وہ دادِ شجاعت و تیغ جہاد پیش کی کہ ان ممالک میں دشمنان آل سفیان کا نام و نشان تک باقی نہ چھوڑا لیکن اسلام و اہل اسلام کی بدقسمتی سے حضرت یزید نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا اور آل زبیر کی سرکشی کا نخل اور آل ابوطالب ؓ کا بستان جڑوں سے نہ اکھڑ سکا آج اس فدائی کا ستارہ اوج تقدیر آسمانی نے افق ثریا سے زیادہ بلند کر کے یہ زریں موقع عطا کیا کہ ان تمام فروگذاشتوں کی حتی الامکان تلافی کی جائے اور قوت بازو اور تدابیر مجربہ پر یوں بھروسہ کیا جائے کہ دنیائے اسلام میں تادم حشر خلافت اموری و مروانی کا کوئی مخالف زندہ نظر نہ آئے۔ ؎

رہ وہ سر ہے کہ جو دلدار کے در تک پہنچے
دل وہ آئینہ ہے جو اس کی نظر تک پہنچے

مروان نے ابن زیاد کی اس تقریر کا شکریہ ادا کیا اور ظہر کے وقت یہ شامی فوج ایک سیاہ طوفان کی طرح ابن زیاد کی ماتحتی میں دمشق (دارالخلافہ شام) سے رخصت ہوئی۔

ابن زیاد نے چلتی دفعہ یا آل سفیان کا نعرہ لگایا اور چھاتی پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

حشر کو اُن کا میرا اس دھوم سے ہوگا ملاپ
اہل محشر کو کٹے گا دن مبارک باد میں

خلیفہ مروان کے دل میں آج آدھا چین ہے مگر وہ ابن زبیر کی طرف سے مطمئن نہیں چونکہ یہ تجویز بھی طے ہو چکی تھی کہ جلد از جلد مکہ کے موجودہ حالات کے پیش نظر قدم اٹھایا جاوے کیونکہ باب رقابت ہے تو خلافت ابن زبیر اور مروان کی اگرچہ شام کی حکومت کا نیا دور ہے لیکن جاہ و جلال و شوکت و قوت میں کسی طرح ابن زبیر کی سلطنت سے کم نہیں۔

❁❁❁❁❁

اٹھتیسواں باب

ابن نمیر کا لشکر دوبارہ بیت الحرم کو

دوسرا قدم: جسے فیصلہ کن کہنا چاہیے' خاص مکہ معظمہ پر حملہ ہے لیکن اس کیلئے ذرا سوچ سمجھ کی ضرورت تھی' اس لئے آج رات پھر مروان کی غور و خوض میں کٹی۔

ناظرین پر یہ واضح رہنا چاہیے کہ یزید ملعون کے مرجانے پر عبیداللہ ابن زیاد عراق کا خلیفہ بن گیا تھا لیکن اہل کوفہ نے اپنے جذبہ کے ماتحت اس سے یہاں تک سرکشی کی کہ اسے پتھر مار مار کر وہاں سے بھگا دیا تھا اور وہ کوفیوں کے خلاف ایک زبردست مہم تیار کرنے کیلئے بھاگ کر دمشق چلا آیا تھا جس میں اسے یہاں تک کامیابی ہوئی کہ اِدھر خلافت (مروانی) کو مستحکم کیا اُدھر سپہ سالار اعظم کی حیثیت سے کوفیوں کی سرکوبی کا پورا پورا سامان بھی اسے دستیاب ہو گیا۔

ابن زیاد کی غیر موجودگی میں اہل کوفہ نے عامر بن مسعود بن امیہ بن خلف کو اپنا خلیفہ بنایا اور بصرہ کے لوگوں نے معاویہ کے خواہرزادہ عبداللہ بن حارث کو اپنا حاکم مقرر کیا لیکن ابھی چار مہینے ہی گذرے تھے کہ اہل کوفہ' عراق' وموصل نے بھی عبداللہ بن زبیر کی حکومت تسلیم کرتے ہوئے اس کی بیعت کر لی اور اسی طوائف الملوکی میں نعمان بن بشیر والی حمص اور مصری سردار ضحاک بن قیس نے بھی ابن زبیر کی بیعت کر کے تمام شام پر اپنا تسلط جما لیا' حتیٰ کہ اہل مصر بھی اس کی بیعت سے مشرف ہو گئے اب خلافت ابن زبیر و خلافت مروان کا مقابلہ ہے ایک طرف عراق' موصل' شمالی شام' حجاز وغیرہ ممالک ہیں اور دوسری طرف حجاز' مصر اردن وغیرہ وغیرہ۔

خلیفہ مروان نے ابن زیاد کو عراق کی طرف براستہ موصل روانہ کیا۔ یا جیسا کہ ہم

اوپر بیان کر آئے ہیں بنابریں عبید اللہ کو عراق سے پہلے موصل کی افواج کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ بہر حال مروان موصل و عراق کی طرف سے مطمئن ہو چکا تو اگلی شب ابن نمیر کو اپنے خاص خلوت خانہ میں طلب کیا' جو حاضر ہو کر حسب اجازت خلیفہ کے دائیں ہاتھ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

مروان نے اس کی طرف مخاطب ہو کر حسب ذیل گوہر فشانی شروع کی:

''دیکھو ابن نمیر! سچ کہنا' اہل مدینہ کی بغاوت کے فرو کرنے کا سہرا مسلم (مسرف) کے سر پر نہیں بندھا؟ اس کے کارہائے نمایاں جو تین شبانہ روز کی جرات و مردانگی سے سرانجام دیئے گئے قابل فراموش کہے جا سکتے ہیں؟ ے

جس یار کی ہو یاد میں گھر بار فراموش
ہوتا ہے کوئی دل سے وہ دلدار فراموش

اگرچہ آج بعض حلقوں میں کہا جاتا ہوگا' غالباً یہ کہ واقعہ حرا میں شرابیں پی گئیں قتل عام ہوا سرکاری فوجوں نے یہ کیا' وہ کیا' وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اگر خلافت پناہ (یزید) نے اس کی عام اجازت نہ دی ہوتی اور پوری پوری سختی سے اہل مدینہ کی بغاوت کو فرو نہ کیا ہوتا تو آج ہم تم لوگوں کا کیا حشر ہوتا؟ مسلم کو شجاعانہ زندگی اتنی ہی تھی اس کے بعد مشرق و مغرب کی افواج میں سے تمہیں شجاعت کا پتلہ اور تہوار کا مجسمہ منتخب کیا گیا۔ لیکن افسوس! کہ مسلمانوں کی بدقسمتی سے خلیفہ برحق (یزید) کی ذات بلند صفات اعلیٰ علیین کو رحلت فرما ہوگئی اور تم مسلم کے جانشین ہو کر مدینہ کی طرح مکہ میں کما حقہ داد شجاعت نہ دے سکے' خلافت کو گمان تھا کہ تمہاری تیغ برّان و حسام خون آشام کی زبان سے یہ آواز نکلے گی ے

داغ جبیں پہ اپنے تو نازاں ہے زاہد
شاید ہمارے دشت کا دیکھا نہیں پلنگ

لیکن افسوس! تمہارا کام بالکل ادھورا ہی رہ گیا بیت الحرم کی چھت کا جل

جانا' یا تبرکات محمدی وابراہیمیؑ اور کتب کا نذر آتش ہونا کوئی بڑا کام نہیں' مزہ تو جب تھا کہ جس طرح مدینہ وہ مدینہ نہ رہا' اور خلافت کے خلاف آواز اٹھنے کا اس سرزمین میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے امکان باقی نہ رہ گیا بلکہ بحکم خلافت ارض یثرب پر وہ ہل چلایا گیا کہ آج دیکھنے والے اُسے مدینۃ النبیؐ کہہ ہی نہیں سکتے اس طرح بلکہ بدر جہابڑھ کر ارض حرم میں تم نے داد شجاعت دی ہوتی اے کاش یزید کو پنجۂ اجل سے کچھ اور مہلت مل جاتی۔

دیکھو ابن نمیر! خوب سوچ لو میں اس وقت سخت پریشانی اور عجیب مصیبت میں مبتلا ہوں' یا تو اس خلافت کو جو خداداد نعمت عظمیٰ ہے بالکل ترک کر دیا جائے یا اس کے استحکام کا پورا پورا اہتمام ہو۔ گذشتہ خلافت کا قوت بازو ابن زیاد تھا جس کی سرکردگی میں ابوترابیوں کا فتنہ بالکل فرو ہو چکا اور وہ ہمارا وفادار جرنیل تا ہنوز انہی کے استیصال میں مشغول ومنہمک ہے۔

موصل وعراق کی طرف سے میں اس لئے مطمئن ہوں کہ عبیداللہ ایسا جری' شجاع' اور کار آزمودہ جرنیل بحیثیت سپہ سالار مع عظیم فوج جرار کے اُدھر رخصت ہو چکا ہے لیکن مکہ کی سرزمین اس وقت دنیا بھر کے فتنہ وفساد کا منبع اور بدامنی کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ اگر تم اپنے فن سپہ گری کے جوہر اور شجاعت مردانہ کے حربہ سے کام لے کر وہاں پر خلافت حقہ کا پرچم بلند کرسکو تو پھر دیکھو' حکومت کا خزینہ دفینہ کس خوبی سے تمہارا ہر مراد معمور کرتا ہے! اور میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ عبداللہ بن زبیر کے فتنہ کی آگ کو ہمیشہ کیلئے ٹھنڈا کرنے میں تامل نہ کرو' اور اس باب میں جو تدبیر تمہارے خیال وذہن میں آئے۔ پیش آمدہ حالات کی ماتحت کام میں لاؤ' حتیٰ کہ سرکش' باغی' اور حسرد دنیا واقعہ حرہ کو قطعاً بھول جائے اور سرزمین مکہ اور اس کے بسیار قیامت تک یزید ومروان کی تیغ بران کا لوہا تسلیم کرتے رہیں۔

ابن نمیر: خلافت' عالی بارگاہ میں نے خلافت گذشتہ کے حکم کے ماتحت جو کام مکہ میں منجنیق لگا کر سرانجام دیا' مسلم کے باپ سے بھی نہ ہوسکتا تھا۔ اور نہ ہی مدینہ میں اس سے ہوسکا' لیکن حضور خلافت مآب (یزید) کی وفات حسرت آیات کسی کے بس کا روگ نہ

ہوگا۔ اگر مرحوم ومغفور خلیفہ کو مرگ ناگہانی نے ایک ہفتہ بھر بھی اور مہلت دی ہوتی تو آج ابن زبیر کے فتنہ کا نام کسی زبان پر نہ آتا' سرکار خلافت مآب کے حکم کی تعمیل فدوی پر عین فرض ہے میں حضور اولی الامر کے ارشاد کے مطابق کوشش کروں گا' کہ مکہ کی پرفتن بغاوت کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے اور ملک اس خباثت سے پاک ہوجائے۔

اس مشورہ کے بعد مروان نے ابن نمیر کو رخصت کیا اور خود دوسرے کمرہ میں جاکر لیٹ گیا' رات زیادہ گزر گئی تھی' مروان لیٹتے ہی سو گیا کیا دیکھتا ہے کہ وہ کسی بلند پہاڑ کی ایک گہری غار میں کھڑا ہے اس کے تمام اراکین سلطنت سامنے دست بستہ موجود ہیں کہ یکا یک سرخ رنگ کا بگولا نہایت تیزی سے مہیب آوازیں بلند کرتا ہوا اندر داخل ہوا اور ایک دم غبار چھٹ گیا اور اوپر سے پہاڑ پھٹنا شروع ہوگیا۔

اس سرخ غبار سے دو چار تو کیا سینکڑوں سیہ فام انسان نما بلائیں نمودار ہوگئیں ان کے لمبے لمبے اور سفید دانتوں سے خون ٹپک رہا ہے اور ان کے ہاتھوں میں انسانی کھوپڑیوں کے ہار ہیں جو آگے بڑھ کر مروان اور اس کے اراکین کے گلوں میں ڈال دیئے گئے۔ اس کے بعد انہوں نے چیلوں کی طرح انہیں نوچنا اور زمین پر گھسیٹنا شروع کردیا۔ حتیٰ کہ ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی دور تک غار کے اندر لے گئیں۔ جہاں ایک طوفانی تنور روشن ہے اندھیرے میں کچھ سجھائی دکھائی نہیں دیتا البتہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کو زندہ بھون بھون کر کھایا جارہا ہے انہوں نے انہیں بھی جلتے ہوئے تنور میں پھینکنا شروع کردیا اور اس زور شور سے چیخیں بلند ہوئی کہ مروان چلاتا پکارتا کمرہ سے باہر نکل آیا اس نے سودائیوں کی طرح محلات کے وسیع صحن میں بھاگنا شروع کردیا۔ ام ہاشم (زن یزید) مع کنیزوں کے جاگ اٹھی ان سب نے باہر آکر خلیفہ کے حال پریشان کو دیکھا تو گھبرا گئیں۔ ایک طرف شاہی طبیب کو بلوا بھیجا اور دوسری طرف نوجوان لونڈیوں نے خلیفہ کو بستر پر لٹا کر آہستہ آہستہ دبایا' تو بقول ۔

جب دیا اس نے دلاسا شب کو وقت اضطراب
دل کی وہ بے تابیاں سب راحت جان ہو گئیں

بہرحال طبیب کے آنے سے پہلے خلیفہ کی طبع سنبھل گئی' یہ خواب متوحش کا اثر تھا' جو عرصہ قلیل کے بعد زائل ہو گیا۔ پُر سرور شربت کے چند جرعات نے نیند کے غالب کیا' اور خلافت مآب خراٹے بھرنے لگے

صبح سویرے سرکاری طور پر ایک لشکر جرار کو تیار ہونے کا حکم دے دیا گیا۔ اور خلیفہ بذات خود اپنے وجود میں گذشتہ شب کے خواب پریشان کا اثر وکسل نہایت سختی سے پاتا تھا۔ دن جیسے بھی ہوا کٹ گیا' اور رات کو شاہی اطباء کے مشورہ سے معاجین وغیرہ استعمال کرائی گئیں۔ اور رات خیریت سے گزر گئی۔

آج دوپہر کا وقت ہے۔ دربار خلافت کچھ وقت کیلئے برخاست ہو رہا ہے کہ ایک فوجی افسر باوردی زرہ خود پہنے ننگی تلوار لٹکائے حاضر ہوا اسلام وکورنشات بجالانے کے بعد:

''حضور والا' حسب الحکم بیس ہزار فوج بالکل تیار ہے جسے بادشاہ عالی جاہ کے اشارہ ابرو کا انتظار ہے اور وہ شہنشاہ باقبال کی عظمت وجلال کے نام پر کٹ مرنے پر آمادہ وایستادہ ہے۔ جناب ابن نمیر کا پیغام بمنزلہ عقیدت فرجام ہے کہ حضور اپنے قدم میمنت لزوم سے اس میدان عظیم الشان کو مشرف فرما دیں۔ والسلام

مروان مع دیگر ارکان عالی شان مکان سے نکلا' اور شاہی سواری سے فوجی گراؤنڈ میں داخل ہوا۔ اس وقت بیت اللہ الحرم پر حملہ کرنے والی ہیبناک فوج صف بستہ کھڑی ہے مروان کے پہنچتے ہیں کوچ کا نقارہ سلامی کے بعد نہایت جوش سے بجایا گیا۔ اور حسب قاعدہ مروان نے شاہی لب ولہجہ سے بصد طمطراق تقریر کی: ''میرا خیال ہی نہیں' بلکہ حکومت کو اپنے وفادار فوجیوں اور عقیدت مند سرداروں پر پورا پورا اعتماد اور بھروسا ہے۔ کہ مکہ میں داخل ہو کر فدائیان خلافت شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک

ابن زبیر اور اس کے تمام مدار المہام ایک دم ہلاک پامال خاک نہ کر دیئے جائیں نہ خلافت مطمئن ہو سکتی۔ نہ ملک میں امن قائم ہو سکے گا۔ اور یہی ایک نکتہ ہے جو سمجھنے کے قابل ہے"

اس مختصر تقریر کے بعد ابن نمیر نے سلامی دی۔ اور شکریہ ادا کرنے کے بعد رجز خوانی کرتے ہوئے ایسی ایسی باتیں کہہ گیا۔ جن سے مروان کا دل پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔

اب فوج دمشق سے رخصت ہوئی اور مروان مع اراکین دربار خلافت میں چلے آئے۔

خلیفہ کو ایک گونہ اطمینان حاصل ہوا کہ ملک کے دفاع و استحکام کی تدبیر بروے کار آئی۔ اِدھر عبداللہ بن زبیر کی زجر د گوشمالی کا انتظام کیا گیا۔ اُدھر شیعیان آل رسولؐ کے خاتمہ کی بکرر بنا ڈال دی گئی۔

✪✪✪✪✪

انتالیسواں باب

داستان گو مسافر اور قتل مالک رضؓ کا قصہ

اب ہم سلیمان بن صرد خزاعی کی فوج ظفر موج کی حقیقت بیان کرتے ہیں:

ثارات الحسین علیہ السلام کی فوج کو سیدھا کوفہ پہنچنا تھا' لیکن ان دنوں کی صاف اور سیدھی سڑک مکہ معظمہ سے عراق تک آنے والی نہ تھی' بلکہ پہاڑیوں اور ریگستانوں کی نہایت ہی دشوار گزار رہ تھی۔ صحرائے عرب کی لو گرد و غبار' بگول' اور کئی کئی میل تک سنگلاخ اور پیچیدہ پگڈنڈیوں' غرض انہی کٹھن راستوں اور کھڈوں میں سے سلیمان کی فوج کو چلنا پڑا۔ جو امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے نکلتے وقت اختیار فرمائے تھے' لیکن اس خدائی فوج اور اس فدائی فوج میں بہت بڑا فرق ہیں۔ سلیمان بن صرد کا لشکر ہزار ہا نوجوان مجاہدین پر مشتمل تھا۔ لیکن فرزند رسول اللہ کے ہمراہ چھوٹے چھوٹے شیر خوار اور نابالغ بچے اور پردہ دار باعصمت خواتین' اور وہ شہزادیاں کہ جنہوں نے اپنے بقعہ انوار کے صحن سے باہر کبھی قدم نہ رکھا تھا۔ کچھ بیمار بچے بچیاں' بعض خمیدہ کمر بوڑھے اور ضعیف ساتھی گویا ایک شہنشاہی ڈیرا لیکن بہر کیف وہ بھی اپنی منزل کو پہنچ گئے' اور یہ بھی بقول ۔

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید

ہیچ راہے نیست کو رانیست پایاں غم مخور

مکہ معظمہ سے سلیمان کا لشکر تقریباً چار فرسنگ نکل گیا تھا۔ اور جوش کا یہ عالم کہ روز روشن کا رنگ پیلا پڑ گیا اور آفتاب عالم تاب بھی پہاڑیوں' ریت کے ٹیلوں اور کھجوروں کے جھنڈوں میں تاک جھانک کرتا ہوا منہ چھپانے لگا اور دیکھتے دیکھتے ۔

قرص خورشید درسیاہی شد
یونسؑ اندر دہان ماہی شد

کہ ثارات الامامؑ نے نبیں ڈیرے ڈال دیئے یہ کوئی خاص مقام نہ تھا بلکہ صحرائے عرب میں ہموار اور لشکر کے اترنے کیلئے موزوں جگہ تھی' سفر مینا' ایا راشن برداروں کی یہ خصوصیت کہ پاپیادہ فوج کے ساتھ ساتھ ہی شتر سوار مع سامان رسد پہنچ گئے۔

چالیسواں باب

مسافرانِ راہ خدا کی رات

آج رات اسی میدان میں کٹے گی' ابھی آفتاب پورے طور پر سیاہ پوش نہ ہوا تھا کہ فوج کیلئے کھانا تیار ہونے لگا تناول سے فارغ ہو کر مجاہدین نے نماز مغربین ادا کی' اور تمام سرفروش فدائیوں نے دن کبھس تکان دور کرنے کا سامان مہیا کا۔ جا بجا قہوے گرم ہو رہے تھے۔ اور مجاہدین شوق شہادت میں جھوم جھوم کر سریلی آوازوں سے ہدی خوانی کرتے جاتے کوئی رقص کناں ہو کر کہتا تھا۔

لو لگی ہے تیغ قاتل سے شہادت کا ہے شوق
خوں ہے زخموں کی طرح آنکھوں سے جاری ان دنوں

اور یہ سنتے ہی دوسرا بولا ؂

تیغ ابرو سے ہے شوق زخم کاری ان دنوں
نیم بسمل کی طرح ہے بے قراری ان دنوں

"ہمارے دن ہماری راتیں' غرض ایک ایک لمحہ اور ایک ایک ساعت منزل آخرت کی طرف قدم زن ہے بھائیوں راہ خدا میں بزدلی ایک پھٹکار ہے جو ہمیشہ ان لوگوں کے حصہ میں آئی جو ایمان سے زیادہ نفاق کے دلدادہ رہے اور جرات و مردانگی ایک انعام پروردگا ہے۔ جو اہل ایمان و وفا کے نام پر وقف ہے' اچھا تو کوئی فوجی داستان سنایئے؟" سلیم تمیمی نے کہا

"گویا تمہارا مطلب یہ ہے کہ اس داستان میں نفریں بھی ہو اور آفرین بھی لاحول ولا قوۃ۔" قہقہہ (سلیمان نے کہا)

''نہیں جناب! سلیم کا مطلب یہ ہے کہ کسی شجاع کا تذکرہ ہوتا کہ حرارت خون میں می واقع نہ ہو'' ''ہاں ہاں ضرورت ہے کہ کوئی صاحب جرات بھری کہانی سنائیں تا کہ دل بہلے اور رات کٹ جائے'' سلیم نے کہا

''مختار نے بھی کہا تھا' اور سننے میں آیا ہے کہ اے رشید! تم پورے داستان گو ہو' اچھا ہے' تم کوئی فوجی اور جرات کا قصہ بیان کرو مگر ہو بھی سچا (سلیمان بن صرد خزاعی نے کہا)

رشید: ''بسرو چشم !اجازت ہوتو آپ کے سامنے ایسے شجاع اور بہادر کا سچا سچا واقعہ بیان کروں جس کا سارے عرب میں شہرہ ہے۔ وہ بہادر ہستی خالد سیف اللہ ہے''

احنف: ''ارے یہ کون؟ اور کس کا فرزند ہے''

رشید: ''بھئی! یہ تھا ناں کیا نام (سوچ کر) ہاں ہاں یاد آ گیا۔ ولید کا بیٹا۔''

عامر: ''ارے وہی ولید جس کے حق میں خیر سے سورۂ نون نازل ہوا اور اٹھارہ سال کی عمر میں بالغ ہو کر اپنی ولدیت سے آگاہ کئے گئے۔ انہیں کون نہیں جانتا؟ شہرہ آفاق قبیلہ ہے' آپ کہانی شروع کریں''

رشید: کرنا خدا کا 10 ہجری کا واقعہ ہے کہ ہمارے رسول پاکؐ آخری حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے یکم محرم کو آپؐ نے مختلف علاقوں اور قبیلوں میں اپنے معتبر آدمی صدقات وزکوۃ وصول کرنے کیلئے روانہ کئے اور بنی یربوع پر جناب جفول کو بھیجا۔

سعد (بات کاٹ کر) یہ جفول کون؟

رشید: ''بھائی! بات سنتے جائیے! میں ساتھ ساتھ لوگوں کے شجرے سناتا جاؤں ؟ یہ تو مشکل ہے دیکھئے! جفول لقب ہے نام تھا' مال رسول اللہ کا صحابی اور شجرہ اس کے یہ ہے مالک بن نویر بن حمزہ بن شداد بن عبید بن ثعلبیہ یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن

تمیم تمیمی یربوع" سن لیا؟ اچھا تو میں کہہ رہا تھا کہ اس جنھول نے ایک پاکباز مومن صحابی کی حیثیت سے تعمیل حکم کی' کرنا چے صاحب کا کہ جب رسول اللہ صلعم کی وفات ہو گئی تو ابو بکر بن ابی قحافہ کو بادشاہ بنا دیا گیا۔ (وہ کیسے؟ وصیت سے یا کیا؟) آپ پھر ٹوک دیتے ہیں چلو جس طرح بھی ہوا وقعۃً اچانک یا بے سوچے سمجھے' بہر حال بن جو گئے لیکن بہت سے لوگوں نے انہیں خلیفہ حق تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ گویا وہ ایک قائم شدہ حکومت سے باغی ہو گئے۔"

عامر: ذرا ٹھہر جایئے! کیا ابو بکر رسول اللہ نے خلیفہ مقرر کیا تھا؟ اگر نہیں تو ان کی خلافت سے انکار کرنا "بغاوت" کیسے ہوا؟

رشید: "آپ خواہ مخواہ ٹوک دیتے ہیں اس وقت خلافت شرعی کا مسئلہ نہیں بیان کر رہا' بادشاہی بن گئی۔ اب جو بھی اسے نہ مانے گا۔ باغی اور واجب القتل قرار دیا جائیگا۔ اور آج ہم لوگ بھی اسی مسئلہ میں گرفتار ہیں ناں حبیب! تم تو اونگھ رہے ہو جو نیند کا غلبہ ہے کیا؟ کہو تو داستان کا سنانا بند کر دوں؟ (نہیں صاحب) میں سب سویا؟ آپ اپنا بیان جاری رکھیں۔

ہاں تو کرنا خدا کا یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر نے سرکاری طور پر اسی خالد بن ولید کو ایک لشکر جرار خواہ مخواہ دے کر قبیلہ بنی یربوع کی طرف بھیج دیا۔ اور حکم دیا کہ ان سب مانعین زکوٰۃ کو تہ تیغ کر دو۔ زخمی ہو یا بھگوڑا۔ کسی ایک [illegible] نہ چھوڑو۔ غرض خالد وہاں پہنچا اور بنی عدانہ اور ثعلبہ کی اولاد کا تو صفن صفایا کر دیا اور وہ تے رہے کہ ہم نماز کے پابند' اذان دینے والے' روزہ دار وغیرہ مگر اس ملٹری کے افسر اعلےٰ نے کسی کی نہ سنی' بنی تیہان جو بنی یربوع کے مددگار تھے سب کے سب قتل کیے گئے آخر مالک بن نویرہ پر تیر چلایا جو اس کی بیوی کی پنڈلی پر لگا اور وہ زخمی ہو گئی۔

احنف: (بات کاٹ کر) "ارے مالک کی بیوی کون تھی؟"

رشید: بات سنتے جایئے! تو کہتے کیوں ہیں؟ سنان بن ربیعہ بن حنظلہ کی لڑکی ام لیلیٰ۔ یہ اس قدر خوبصورت اور حسین تھی کہ سارے عرب میں ایسی حسینہ جمیلہ عورت دوسری

نہ تھی۔ خیر میں کر رہا تھے۔ ام لیلیٰ کے تیر لگتے ہیں مالک نے ہتھیار پھینک لئے خالد نے فوراً خدا اور رسول کی ضمانت دے کر دوستانہ طور پر اس کا ہاتھ پکڑا اور جونہی اس پر قابو پایا اسے کہہ دیا کہ بس اب تم قتل کئے جاؤ گے۔

مالک: تو کیا تیرے صاحب (ابوبکر) کا اس باب میں یہی حکم ہے؟

خالد: (آگ بگولہ ہوکر) "اچھا تو تُو ابوبکر کو اپنا صاحب (خلیفہ) تسلیم نہیں کرتا؟ لے سنبھل جا۔ تجھے ابھی موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے۔"

مالک: "ہم مسلمان ہیں' نماز پڑھتے ہیں' اذان دیتے ہیں' لیکن پھر بھی گردن زنی؟"

خالد: "زکوۃ و صلوۃ ایک حکم میں ہیں' بہر حال تم مرتد ہو۔ اور قتل کا حکم ہے۔ اے اور ضرار! کیا کھڑے دیکھتا ہے؟ اس مرتد کی گردن اُڑا دے"

یہ سنا تو ام لیلیٰ بنت سنان ملک کی بیوی ننگے منہ اور ننگے سر پریشان ہوکر بے ساختہ اپنے خاوند پر گر پڑی' اور اس پر مالک نے کہا پرے ہٹ جا میری محبوب اور وفادار بیوی' تو اور تیرا حسن و جمال ہی تو میرے قتل کا باعث ہوا۔ حالانکہ میں رسول اللہ صلعم کا صحابی ہوں۔

مالک کے فقرات ختم نہ ہونے پائے تھے کہ ام لیلیٰ کو پرے ہٹایا گیا اور ضرار بن ازور اسدی نے مالک کا سر تلوار سے الگ کر دیا۔ اور ام لیلیٰ معروف ام میم بے ہوش ہوکر چلائی اور غش کھا کر گر گئی۔

اس صحابی کو بال بڑھانے اور سنوارنے کا بہت شوق تھا۔ اس کے گھنگروالے بال عرب میں مشہور تھے۔ خالد بن ولید بہادر نے حکم دیا کہ مالک کے سر کا چولہا بنا کر اس پر کھانا پکایا جاوے' میاں کیا کاینہ ہوا اسی شب کو ام متمم پر تصرف بھی کر لیا گیا۔

نہ بنی ثعلبہ بچے نہ بنی حدانہ بنی تیہان اور خالد بہادر نے بنی طلیحہ میں جا کر فوجی حکم دے دیا کہ جو شخص کھانا پکائے یا پانی گرم کرے۔ وہ ضرور کسی نہ کسی کے سر کا چولہا

بنائے۔ پھر بڑے بڑے گہرے گڑھے کھودنے کا حکم دیا۔ ان میں آگ جلائی گئی۔ اور اس میں تمام قیدیوں کو باندھ کر ڈال دیا گیا۔ چنانچہ حامیہ بن سبیع ایسا صحابی بھی نہ بچ سکا۔
یہ ہیں بڑے بڑے فوجی جرنیلوں کی شجاعت کے کارنامے بات گئی پار اور ہم رہے اور ار۔
سلیمان: واہ رے مختار کے داستان گو! کیسی لرزہ براندام کہانی سنائی ہے؟ بس اب تمام فوجی مجاہدین آرام کریں۔ رات زیادہ ہو گئی ہے۔ اور علی الصبح سفر حق کی تیاری ہے۔ لاحول ولا قوۃ

اکتالیسواں باب

مجاہدین کی سفری کہانیاں

صبح سویرے حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل کی ندا سے عسکر اسلام اپنے اپنے کیمپ سے اٹھے اور نماز فجر کے بعد معمولی قہوہ پر اکتفا کرتے ہوئے سفر کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ خیمہ بردار اور سامان رسد کی کمپنیوں نے اونٹوں پر سامان لادا۔ حتیٰ کہ کانوں میں یہ صدا پہنچی ع

جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا

چونکہ یہ طویل سفر بہت دنوں میں طے ہونے والا ہے۔ اور کئی شب باشیاں کئی منزلیں' متعدد واقعات وحوادث سینکڑوں تدبیریں اور مختلف پروگرام اور تجاویز' غرض ان جملہ امور کو حیطہ تحریر میں لانا کئی دفتروں کی تصنیف کا مقتضی ہے۔ اور پھر ناظرین کی طبائع میں انتظار مقصد کا ایک سیلاب بھی جوش زن ہے لہٰذا یہی مناسب ہوگا۔ کہ متذکرہ امور کی تمام دیواروں سے ذقند لگا کر ہم اصلی مقام پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ یہ کچھ رشید ہی پر منحصر نہ تھا' بلکہ فدائیان اہلبیتؑ کے اس لشکر جرار میں کئی خوش خصال شگفتہ طبع داستان گو موجود تھے' بقول ؎

میں ہی اپنے شوق کا نامہ اسے لکھتا نہیں

اُڑ کے لیجانے کو ہیں حاضر کبوتر سینکڑوں

بغیر اس کے کہ کسی مقرر ہپڑاو پر فوج اُتاری جائے۔ جہاں رات آ گئی ڈیرے ڈال دیئے۔ اور شراب شوق جہاد کے مخمور راتوں کے آرام کو حرام جاننے والے مجالس احباب منعقد کرتے ہوئے گذشتہ داستانوں کا اعادہ کرتے چلے گئے۔ دراصل یہ ان کی وقت گذاری

اور دل بہلانے کا مشغلہ تھا۔

کبھی تو خالد بن ولید کا تذکرہ ہے' کبھی مالک بن نویرہ کے قتل اور اس کی بیوی ام متمم پر جور و جفا اور بے کسی کی داستان ہے۔ کسی مقام پر حضرت عمر کے خلاف خالد کی چشمک اور طعنہ زنی کا ذکر ہے۔ ایک نے جنگ جمل کا واقعہ شروع کیا تو دوسرے نے سگان ماء الحواب اور اس مقام پر پچاس ساٹھ دراز ریش بزرگوں کے جھوٹا حلف اٹھانے کا قصہ شروع کر دیا۔ کہیں اسلام میں پہلا جھوٹا حلف اٹھانا بیان ہوتا ہے اور کہیں پہلی رشوت کا اظہار ہوتا ہے۔ بعض جگہ اسلام میں پہلے خطبہ ابوبکر پر تبصرہ ہو رہا ہے۔ کبھی وفات رسول اللہ صلعم کے بعد اسلام حقیقی کی تصویر پر بگاڑنے پر اظہار رائے ہوتا ہے کہیں نمازوں کے تبدیل کرنے والوں پر حیرت و حسرت ظاہر کی جاتی ہے۔ غرض ؂

یاد باد آں صحبت شبہا کہ با زلف توام
بحث سر عشق و ذکر حلقۂ عشاق بود

اور دس پچاس نہیں سینکڑوں ہزاروں اوراق تاریخ تازہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اور انہی مشاغل اور سعی جہاد کی تگ و دو سے گزرتے ہوئے سرزمین عراق کی حدود میں داخل ہو گئے۔ اگرچہ مخلصین کے اس لشکر میں بظاہر سفر دراز کی کوفت معلوم نہیں ہوتی لیکن یہ کہنا یا سمجھنا غلط ہے کہ ان پاپیادہ مجاہدین پر پہاڑوں اور صحرائے عرب کی طویل مسافت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر یہ انسان تھے اور یہ حقیقت ہے کہ ریگستانوں اور وسیع بیابانوں کی تکان نے انہیں چکنا چور کر دیا۔ البتہ ایک مقدس تصور ان کی حیات و حفاظت کا ضامن ضرور تھا۔ وہ یہ کہ آخر انہی دشوار گزار گھاٹیوں اور راستوں سے فرزند رسول کا قافلہ ننھے ننھے بچوں بچیوں سمیت یہاں تک پہنچا تھا ؂

اسی دم مجھ کو ہوتا ہے افاقہ درد ہجراں سے
تصور باندھتا ہوں جب ترے تعویذ بازو کا

بیالیسواں باب

ثارات الامؑ کا داخلہ نینوا

یہ لوگ جابجا راستہ میں کبھی تو مسلم اور ان کے فرزندوں کو یاد کر کے رو دیتے اور کبھی سکینہؓ، زینبؑ اور ام کلثومؑ کے جذبات پرخون کے آنسوں بہاتے اور پھر راہ خدا میں ان خوفناک ابتلاؤں پر آل رسولؐ کے خندہ پیشانی خیر مقدم سے اپنے قلوب کی آتش کو بجھا لیتے۔

کیونکہ ہر ایک مومن کے کان میں یہ صدائے آل محمد گونج رہی تھی ؎

صدمہ کچھ کانٹوں کا پہنچا اور نہ ٹوٹے آبلے
طے کیا ہم نے صبا کی طرح دشتِ خار کو

بہرحال آج نماز ظہرین کے وقت جبکہ یہ حد عراق کو عبور کر چکے تھے کہنے والے نے کہا: "سلیمان! کیا یہ مناسب نہیں؟ کہ ہماری فوج ظفر موج اسی مقام پر ڈیرے ڈال دے۔" "ہاں ہاں یہ تجویز پسندیدہ ہے لیکن کیا وہ سامنے آب ہے یا سراب" "سراب کیا" دیکھیے! وہ تو صاف یہ دریا ہے اور دور تک کنارے پر کھجوروں کے جھنڈ دکھائی دے رہے ہیں"

"بیشک! یہ دریا ہے وہی دریائے فرات، اگر یہاں سے تھوڑا سا آگے چلیں تو دریا کے ساحل کے نزدیک ڈیرہ ڈالنے میں فوج کو پانی کی بہت سہولت ہوگی۔

"ہاں یہ درست ہے، خدا خدا کر کے فرات نظر آیا اور یہاں پہ پانی کی افراط ہوگی" "توبہ، گزشتہ منزلوں میں بعض بعض مقامات پر پانی کی قلت سے کیا کیا مصیبتیں دیکھی گئیں۔" "اب یہ لشکر کچھ فاصلہ طے کر کے کنار دریا پہنچ گیا اور ساحل پر اطمینان سے ڈیرے ڈال دیئے جہاں پر غسل وضو اور کھانے پکانے میں آسانیاں میسر ہوں۔

شام کے وقت جب کہ وہ لیل کی صورت سیاہ میں چھا گئی اور آسمان پر ستارے بھی

جگمگانے لگے دور فاصلے پر دھیمی سی روشنی دکھائی دی تو افسر فوج (سلیمان) نے ایک عراقی سپاہی سے دریافت کیا کہ: وہ سامنے روشنی کیسی دکھائی دیتی ہے؟ جناب ہم اس وقت کوفہ کے قریب پہنچ رہے ہیں دریافرات پر ہمارا ڈیرہ ہے۔ لیکن کچھ نہیں جا سکتا' کہ یہ کونسی جگہ ہے۔ صحرائے عظیم میں اکثر اوقات مسافروں کے دماغ چکرا جاتے ہیں' معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بستی ہے۔ سپاہی نے عرض کیا۔

''اچھا تو تم ابن عمیر کے معیت میں مسلح ہو کر جاؤ اور دریافت کرو' اگر مناسب ہو تو زیادہ جوان ہمراہ ہوں' کیا تم لوگ وقت اور مقام کی نزاکت کو نہیں سمجھ سکتے؟ بس اب پچھلی منزلوں کی طرح غافل ہونے کو موقع نہیں ہے'' سلیمان نے کہا

اتنا حکم سنتے ہیں تین چار جوان مرد مسلح ہو کر اسی روشنی کی سیدھ میں چلے گئے اور بہت جلد واپس آگئے'' حضور! وہ تو نینوا ہے'' اطلاع دی گئی نینوا کا نام سنتا تھا کہ فوج میں کہرام مچ گیا۔

سرد آئی جب کسی نے لیں وطن یاد آگیا
چار جھونکے جب چلے ٹھنڈے چمن یاد آگیا

آج کی رات اس فوج کیلئے عجیب و غریب مرقع تصورات پیش کرتی رہی۔ نمازوں کے بعد شب مناجات باری میں بصد تضرع وزاری کئی۔ جناب سلیمان نے فوج میں منادی کرا دی کہ یہ مقام بہت ہوشیار رہنے کا ہے۔ یہاں سے دار الخلافہ بہت نزدیک ہے' ہم لوگ منزل مقصود تک پہنچ چکے ہیں۔ تا حال کوفہ اور اہل کوفہ کے حالات کما حقہ ہم پر روشن نہیں اور یہ غیر ممکن بھی نہیں۔ کہ غنیم ہم پر حملہ آور ہو۔ مقابلہ کرے یا شبخون مارے۔ بہر حال غافل ہو کر سو جانا خطرہ کے خالی نہیں ہے۔'' اعلان سنتے ہی ایک طرف سے آواز بلند ہوئی۔ ذُبِحَ الْحُسَيْنُ فَأَنَّى عَيْنِيْ تَنْغُمُّ (اللہ اللہ حسین تو ذبح ہو جائے بھلا اس کے بعد آج کونسی آنکھ ہوگی جس میں نیند ہو؟)

تینتالیسواں باب

زیارت کربلائے معلیٰ

آدھی رات کے قریب فوج کے اعیان وعماید نے جمع ہو کر آئندہ پروگرام کے متعلق تدابیر سوچنی شروع کر دیں۔ اور اپنے اپنے فہم ودماغ کے مطابق گویا ہوئے۔

"وہ ہے نینوا' کیوں نہ ہو صبح ہونے سے پیشتر ہی دائیں طرف سے کوفہ پر حملہ بول دیا جائے۔" "نینوا سے اس راستے کوفہ پندرہ میل کا فاصلہ ہے۔ تو کیا طلوع آفتاب سے وہاں تک مسلح ہو کر پہنچ جانا ممکن ہے؟"

"حدود عراق میں ہمارے داخلہ کی اطلاع دشمن کو ضرور ہو جائے گی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سے پہلے ہی وہ حملہ آور ہو"

اکابر کی یہ اور ہچو قسم تجاویز سننے کے بعد سلیمان بن صرد اٹھ کھڑے ہوا اور نہایت جوش ومتانت کے کہنے لگا۔ "برادران ہم لوگ اس وقت جنگی علاقہ میں ہیں اور بغیر تدبیر کے ہر ایک جرات وجسارت سے اجتناب لازم ہے۔ فریق مقابل کے حالات سے بے خبر ہوتے ہوئے کوئی اقدام مفید نہ ہوگا میں تو مشورہ دیتا ہوں کہ جنگی تدبیر کے مطابق صبح سویرے چند چیدہ سرفروش باتدبیر اور گرم وسرد چشیدہ آدمیوں کو مسافروں کی حیثیت سے کوفہ کی طرف روانہ کیا جاوے جو وہاں کے تمام سرکاری وغیر سرکاری حالات سے اطلاع پا کر ہمیں باخبر کرے۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ شہر ومضافات میں شیعوں کی کیا کیفیت ہے؟ اس کے بعد حالات کے مطابق قدم اٹھایا جائے" سلیمان کی اس معقول تجویز کے سامنے سب نے سر تسلیم خم کیا اور یہی تجویز پاس ہوگئی۔ لیکن رشید نے سلیمان کی اجازت سے اٹھ کر عرض کی کہ:

"اگر توفیق عزوجل شامل حال ہوئی۔ تو یہ حسینیؑ لشکر جذبۂ انتقام کے ماتحت دشمن

کی وہ خیال اڑا کر رکھ دے گا۔ لیکن میں استدعا کروں گا کہ سرزمین کربلا میں داخل ہو کر گنج شہیداں کی خاک پاک کی زیارت کے بغیر کوئی اقدام نہ کیا جائے"

سلیمان: "مرحبا، رشید! تم نے اپنے جذبہ ایمانی کا آئینہ پیش کیا اور میرے دل کی کبھی یہ میرا ہی نہیں۔ بلکہ ساری فوج کا ہی عزم ہوگا۔ کہ اہلبیتؑ رسالت کی برحق قربانیوں سے برکت حاصل کی جائے۔ اور یہ بھی عجب نہیں ہے کہ قربان گاہ اسلام میں ہی ہماری دوامی قرارگاہ قرار پائے لیکن معلوم کر لینے کے بعد کہ ہم تو اس وقت مقام نینوا کے قرب میں بیٹھے ہوئے ہیں بغیر کوفہ کے حالات دریافت کئے یہاں سے آگے حرکت کرنا خلاف مصلحت ہوگا۔"

غرض یہی تجویز ٹھہری کہ کوفہ کی کیفیت کا معلوم کرنا مقدم ہے اور جب تک پورے حالات معلوم نہ کر لئے جائیں۔ نہایت عقلمندی سے یہیں قرار پکڑنا چاہیے۔

رات کا بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا تھا کہ سلیمانؓ نے ایک فوجی دستہ کو ساحل فرات پر تعینات کیا۔ اور اسی وقت پانچ تجربہ کار سپاہیوں کو بغیر اسلحہ کے غریب مسافروں کی صورت ولباس میں کوفہ کی طرف جانے کا حکم دے دیا۔

صبح سویرے نمازوں سے فارغ ہو کر چند نوجوان اپنے فوجی حاکم کے اشارہ سے کوفہ کو روانہ ہو رہے تھے۔ کہ ایک شتر سوار کوفہ کی سمت سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ حکم دیا کہ اسے نرمی وملائمت سے بلایا جائے چنانچہ ایک مسلح سپاہی بھاگ کر گیا۔ اور شتر سوار کو کیمپ میں لے آیا۔ سلیمان نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ یہ شخص تربت پاک حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا مجاور تھا۔ عبداللہ وعلیکم السلام تم یہاں کہاں؟

"سلیمان تمہیں معلوم ہے کہ میں ہر سال زیارت دربار سرکار شاہ نجف علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پر لازم قرار دے چکا ہوں۔ ابھی ابھی مدائن سے آیا تھا۔ اور مولا مرتضیٰ کی زیارت سے مشرف ہو کر کوفہ پہنچا اور چار روز وہاں رہ کر واپس مدائن کو جا رہا ہوں۔

شتر سوار نے کہا

"اچھا تو کوفہ کی موجود کیفیت سے ہمیں آگاہ کیجئے! خدا شکر ہے کہ وہاں کے حالات کا پتہ کرنے میں مزید کاوش نہ کرنی پڑی۔ ابھی ابھی' یہ تو جان وہاں کے حالات کا جائزہ لینے جا رہے ہیں۔ اور تو ایک صاحب اعتماد اور راسخ مومن ہے۔" سلیمان نے کہا (تعجب سے گردن بلند کرتے ہوئے) "یارو! یہ لاؤ لشکر آخر کس ارادہ سے کس طرف جا رہا ہے؟ ارے یہ تو بڑی فوج ہے!! شتر سوار نے کہا

"عبداللہ! یہ فدائیان اہلبیتؑ کی فوج ہے اور خون حسینؑ یونہی رائیگان جا رہا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ شہدا اسلام میں ان سب فدائیان دین پاک کا خاتمہ بالخیر ہو۔ اور حتیٰ الوسع اولادِ رسول اللہؐ کے کسی قاتل کو زندہ نہ چھوڑا جائے" سلیمان نے کہا" مرحبا 'جزاکم اللہ' اللہ تعالیٰ آپ کو نیک مقصد میں کامیاب فرمائے۔ صاحب! کوفہ کی آج کل ایک عجیب کیفیت ہے۔ ابن زیاد حاکم کوفہ ایک مدت ہوئی۔ شہری بغاوت اور افراتفری سے تنگ آ کر غصہ میں بھرا ہوا دمشق کی طرف چلا گیا ہے۔ اور کوفہ میں یہ افواہ گشت کر رہی ہے کہ وہ دارالخلافہ سے عنقریب ایک لشکر جرار بمقدار کثیر لانے والا ہے۔ اہل کوفہ اس ظالم کے تازہ حملہ اور تشدد کے خوف سے سہمے ہوئے ہیں۔ عمر بن سعد' شمر' سنان' وغیرہ وغیرہ کوفہ و مضافات کا انتظام جیسا بھی ہو سکا کئے ہوئے ہیں۔ بہر حال افراتفری بہت ہے۔ اور عام و خاص میں حکومت کے خلاف بہت ہی زیادہ جوش و ہیجان ہے۔"

کوفہ کی شیعہ آبادی محتاج قیادت ہونے کی وجہ سے بہت پریشان خاطر ہے۔ باطنی بغاوت زوروں پر اور بظاہر طوعاً کرہاً سکوت ہے۔ شہری لوگ شتر بے مہار کی طرح اِدھر اُدھر منتشر ہو رہے ہیں۔ اور جمعیت خاطر کہیں نام کو نہیں معلوم نہیں یہ آتش فساد کس وقت بھڑک اٹھتی ہے۔ بھئی! میں تو اسی وجہ سے جلد از جلد کوفہ سے چل نکلا ہوں۔

سلیمان! وقت غنیمت ہے۔ اگر ان ہزارہا آدمیوں کی جمعیت کا سامان فراہم

ہو جائے تو باب مراد سامنے ہے" عبداللہ نے کہا۔

گویا حالات کا مکمل جائزہ ہو لیا۔ سلیمان کے دماغ میں آئندہ انضباط اوقات کا نقشہ بندھ گیا۔ عبداللہ تو دو پیالیاں چائے نوش کر کے اونٹ پر سوار ہوا اور مدائن کو چل دیا۔ ایک نوجوان نے نعرہ حیدریؑ لگاتے ہوئے پورے جوش میں آ کر سلیمان سے مطالبہ کیا کہ: "بس صاحب! اب ہمیں اقدام کی اجازت ہو تا کہ ہم خاک کربلا کی زیارت سے مشرف ہوں ۔

تیغ ابرو سے ہے شوق زخم کاری ان دنوں
نیم بسمل کی طرح ہے بے قراری ان دنوں

دوسرے سرفروش نے بڑھ کر تائید کی اور کہا ۔

جاں بلب رکھتا ہے ایک رشک مسیحا کا خیال
دم نکل جائے یہ حالت ہے ہماری ان دنوں

فضا جوش زیارت سے معمور تھیں۔ اور یا حُسَیْنِ ابْنِ عَلِیؑ کے نعروں سے زمین و آسمان میں جنبش تھی۔ کہ سلیمان نے یاں سے کوچ کا حکم دے دیا۔ مسلح فوج جونہی مقام نینوا پہنچی ۔ قریہ کے لوگ حیرت سے باہر نکل آئے۔ گلی کوچوں راستوں اور چھتوں پر ہجوم جمع ہو گئے اور بہت سے سرکردہ مردمان دیہ نے آگے بڑھ کر فوجیوں کو جھک جھک کر سلام کیا۔

"کیا ہے نام اس مقام کا؟ سلیمان نے پوچھا۔" حضور اسے نینوا کہتے ہیں ایک پیر مرد نے جواب دیا اور وہ دریا؟" جناب! یہ فرات یا نہر علقمہ کہلاتی ہے۔

"سرکار! یہاں سے بہت تھوڑے فاصلہ پر ہی پیغمبر اسلامؐ کی قربان گاہ ہے وہ نظر آ رہی ہے۔ یہیں پر حق و باطل کا قطعی۔ آخری اور فیصلہ کن معرکہ رونما ہوا۔ اسے کربلا کہتے ہیں چلئے ہم آپ کو وہ مقام دکھاتے ہیں"۔

" آقا! میں اس روز موجود تھا۔ میں نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ اس غریب

قافلہ کا سالار کون ہے۔؟ تو اس نے انگلی کے اشارہ سے بتایا کہ باب وہ دیکھ ؎

جگہ مول لی ہے مزاروں کی خاطر
زمیں پر شہ دیں نشاں کھینچتے ہیں۔

آہ آہ!! سردار کائنات کے فرزند کی ابدی آرامگاہ ؎

صبا از عشق من رمزے گوبا آں شیر خواں
کہ صد جمشید وکیسر وغلام کمتریں دارد

یہی مقام ان اکے برکات حاصل وکرنے کا تھا۔ اور یہی وہ جگہ تھی جہاں کی بازگشت ان کیلئے مقصد جاودانی تھا۔ بہر کیف یہ فوج کچھ آگے بڑھی اور بوڑھے شخص نے اشارہ کیا کہ:

"بس وہ سامنے ہے گنج شہیداں جہاں پر ایک لاکھ کئی ہزار انبیا کی امانت اور خود جناب سردارؐ وعالم کی دنیا وآخرت کی دولت اور کمائی مدفون ہے۔ اتنا کہا اور غش کھا کر گر گیا۔۔۔۔۔ اور ہاتف نے ندا کی ؎

گرچہ خورشید وفلک چشم چراغ عالم بہت
روشنائی بخش چشم اوست خاک پاک تو

ہزاروں فدائیوں نے داڑھیں مار مار کررونا شروع کیا۔ اور ننگے سر پابرہنہ آگے بڑھکر قطار در قطار صف بستہ ہوگئے۔ اور سلیمان نے ایک بلند جگہ پر کھڑے ہوکر باواز بلند کہنا شروع کیا

اَفَاطِمُ قُوْمِیْ یَابْنَۃَ الْخَیْرِ وَانْدُبِیْ
نُجُوْمُ سَمٰوٰتٍ بِاَرْضٍ فَلَاتٍ

اے فاطمہؑ! اے دختر خیر البشرؐ ذرا اپنی قبر شرف سے آٹھیئے اور اپنی ذریت کے حال زار پر آہ وزاری کرو۔ کی نعشیں وطن سے دور کربلا کی زمین پر پڑی ہوئی ہیں۔

قُبُوْرُهُمْ بِبَطْنِ النَّهْرِ مِنْ جَنْبِ كَرْبَلَا

مُعَرَّسُهُمْ فِيهَا بِشَطِّ فُرَاتِ

تمہاری بعض اولادوں کی قبریں نہر علقمہ کے کنارے اس زمین کربلا میں نظر آرہی ہیں اور منزل واقامت ان کی کنارہ فرات ہے۔

اسکے بعد یہ ہزاروں لشکری چیخیں مار مار کر روتے جاتے اور شہداء کی قبروں کی طرف انگشت شہادت کے اشارہ سے کہہ رہے تھے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاابْنَ رَسُوْلِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَاذَبِيْحَ ابْنِ ذَبِيْحِ اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَا شَهِيْدَ بْنِ شَهِيْدِ الخ يَا لَيْتَنَا اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ فَنَفُوْزُ فَوْزًا عَظِيْماً

پھر ان تمام فدائیوں نے واحسرتاہ واغربتاہ واحسیناہ کہتے ہوئے تربت پاک اپنے اپنے منہ پر ملی۔ اور اس احاطۂ اقدس سے ایک طرف ڈیرے ڈال دیے۔

چوتالیسواں باب

حالات کوفہ کا جائزہ

زیارتِ پاک سے فارغ ہو کر سلیمان نے یہی مناسب سمجھا کہ فوج کو جنگی پوزیشن کے طور پر یہیں متعین کیا جائے اور خود پانچ سپاہیو کی معیت میں کوفہ کو روانہ ہوا۔ چنانچہ اس تجویز کو جامہ عمل پہنایا گیا۔ اور فوج کے چند سپہ سالاروں کو خبردار کیا گیا۔ کہ وہ ایک لمحہ کیلئے بھی اس جنگی رقب ہمیں غافل نہ رہیں۔ بلکہ ہر وقت ہوشیار اور چوکنا رہیں۔ کیونکہ خاص طور پر رات کو شبخون مارے جانے کا خدشہ ہے۔ غروب آفتاب سے پہلے سلیمان مع چند مسلح اسواروں کے کوفہ کے طرف روانہ ہوا۔

سبحان اللہ! ان لوگوں میں خلوص کس بلا کا تھا؟ اسے شجاعت کہیں یا جرات کہ بے دریغ بغیر کسی کمک کے دیوانے دشمن کے گھر جا رہے ہیں اور عاقبت سے برے پروا ہے

جذبۂ شوقِ شہادت سے میرے گھر کی طرف
خود بخود شمشیر قاتل صورت اژدر چلے

رات کا ایک حصہ گذر چکا تھا کہ یہ مختصر دستہ بغیر کسی رکاوٹ کے شہر کوفہ میں داخل ہو گیا۔ بازاروں اور عام راستوں میں اگرچہ سرکاری پہرے متعین تھے۔ لیکن خدا کی قدرت اُن سب سپاہیوں اور افسروں نے انہی بھی ایک اپنا ہی دستہ سمجھا۔ جو فرائض منصبی ادا کر رہا ہو۔ کیونکہ انہوں نے لباس عراقی پہن رکھا تا۔ سلیمان کو تجویز پر یہ سیدھے مسیب ابن نخبہ کے مکان تک پہنچ گئے۔

"بھئی! دروازہ کھولئے! دستک" "کون صاحب ہیں؟ کہیئے کس کی تلاش ہے؟"

"جناب درواز کھولئو کوئی بیگانہ نہیں۔ اپنے ہی آدمی ہیں۔"

"اجی یہ بھی کوئی وقت ہے؟ اُف!!! ابھی ابھی اُونگھ آئی تھی۔ لاحول ولا قوۃ' عجیب لوگ ہیں جایئے جناب! اس وقت دروازہ نہیں کھلے گا" "اَسْتَغْفِرُ اللہَ بھئی! دروازہ کھولنا پڑے گا۔ فکر مت کریں کوئی اندیشہ ناک بات نہیں" "خیر صاحب! ہم سب کچھ جانتے ہیں فرمایئے! آپ کو نام ظاہر کرنے میں کیا بات ہے؟"

"مسیب! دروازہ کھولو میں ہوں سلیمان بن صرد خزاعی۔"

بس سلیمان کا نام سننا تھا کہ مسیب نے دیوانہ وار لپک دروازہ کھول دیا۔ اور سلیمان سے بغلگیر ہوا۔ اے آمدنت باعث آبادی!!"

مسیب اور سلیمان رو رو کر ملے۔ آخر میں انہیں عزت و عظمت سے بٹھایا گیا۔ رات کا وقت تھا کھانا تیار ہوا اور تناول کے بعد ان دور کے مسافروں نے خدا تعالیٰ کے جناب میں تضرع و زاری کی اور قدرے اطمینان کی سانس لی۔

ابھی بات چیت شروع ہونے نہ پائی تھی کہ دروازہ کے باہر آہستہ سی آہٹ معلوم ہوئی گویا چند آدمی آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ مسیب نے سلیمان اور اس کے ساتھیوں کو اشارہ سے خاموش کرا دیا۔ اور خود دبے پاؤں دروازہ کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ "مہمان ہونگے اور کیا ہو سکتا ہے" "مہمان! اجی آدھی رات اور مہمانوں کی آمد" آخر یہ کون ہو سکتے ہیں؟" "جناب عالی! اس میں بھی کوئی راز ہے' مسیب کا گھر اور ان دنوں راز سے خالی ہو' دیکھ لینا اس کا نتیجہ" اس کے بعد کچھ آہستہ کلامی جاری رہی' لیکن لفظ "صبح" کے سوا کچھ سمجھ میں نہ آسکا۔ مسیب چپکے سے واپس چلا آیا اور نہایت ہی آہستگی سے سلیمان کو سمجھایا کہ اس وقت کوئی بات چیت نہ کی جائے۔

پینتالیسواں باب

مہمانوں پر مصیبت

مسیب بن نجبہ دبے پاؤں پیچھے چلا آیا' اور اسے معلوم ہو گیا کہ خفیہ پولیس مہمانوں کی آمد سے مطلع ہو کر سر دست دروازہ سے چلے گئے ہیں۔ سلیمان کے پاس آکر آہستہ سے کہنے لگا کہ: "مہربانی کر کے ذرا کوٹھڑی میں تشریف لے چلیں' اور کوئی بات بلند آواز سے نہ نکالیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کے قدم رنجہ فرماتے ہی خفیہ پہرہ داروں کی ایک جماعت نے میرے مکان کا محاصرہ کر لیا ہے انہیں یہ شبہ فوراً ہو گیا۔ کہ مسیب کے ہاں حکومت کے خلاف کوئی سیاسی کمیٹی ہو رہی ہے۔

چنانچہ یہ لوگ چپکے سے ایک کوٹھڑی میں چلے گئے' اور آہستہ آہستہ باتیں کرنا شروع ہو گئیں۔ "اگرچہ مجھے معلوم ہو گیا۔ اور سن چکا ہوں کہ کوفہ کے حالات نازک ترین صورت اختیار کئے ہوئے ہیں لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ مومنین زیر حراست بھی ہیں۔ تو کیا آپ کے مکان پر سرکاری پہرہ ہے سلیمان نے کہا

"صرف میرے ہی مکان کی یہ کیفیت نہیں بلکہ کوفہ کے ہر اس مکان پر پہرہ ہے جس کے متعلق محب آل رسولؐ ہونے کا گمان ہو۔ اور میرے مکان کی دیکھ بھال تو خصوصیت سے ہو رہی ہے۔ مسیب نے کہا

"خیر اب یہ بتائیں کہ یہاں کے مومنین کو میری آمد کی اطلاع کیسے ہو؟ بس اس وقت اتنا ہی ضروری کام ہے۔ کہ تمام سرفروشان ملت مطلع ہو کر ایک مقام پر جمع ہو جائیں۔ سلیمان نے کہا

"بہت خوب! یہ کام تو انشاء اللہ تعالیٰ ہوتا ہی رہے گا۔ آپ سر دست یہ تو بتائیں

کہ یہاں پر آنا کیسے ہوا۔ ؟اور کس راستہ سے ؟ کیا راہ میں کوئی روک ٹوک تو نہیں ہوئی؟ معاملہ کیا ہے !ایک کرامت ہے سلیمان!تم تو گویا آسمان سے نازل ہو گئے !"مسیب نے کاہ

"مسیب !خطرات کو دل سے نکال ڈالئے اور خاطر جمع رکھئے ! کربلا معلی کے اردگرد نہر فرات کی ساحل پر اس وقت کئی ہزاروں فدائیان آل اطہار کے لشکر جرار ڈیرے ڈالے بیٹھے ہیں۔ یہ سب کے سب ایک اشارہ ابرو کے منتظر ہیں۔ پروگرام یہ ہے کہ اِدھر کوفہ میں افراتفری پیدا کی جاوے۔ اُدھر لشکر کو شہر پر بلہ بول دینے کا حکم دیکر دشمنوں کا قلع قمع کر دیں۔"سلیمان نے کہا

جونہی کئی ہزار لشکر" کا فقرہ سنا مسیب کا چہرہ بشاشت سے تمتمانے لگا۔ اور اپنی جگہ سے فرط مسرت کی وجہ سے اچھل پڑا۔ باچھیں کھل گئیں۔ اور خبردار ہو کر بولا۔

جزاك الله فی الدارین۔ لیکن خدارا مختصری تفصیل سے آگاہ فرمایئے!

سلیمان نے بعجلت تمام مسیب کو آگے پیچھے حالات سے بالاختصار خبردار کایا ور کہا

"دیکھئے !مختار تو ابن زبیر کے پاس مکہ ہی میں اس کا وزیر مشیر بنا ہوا ہے۔ لیکن ہم لوگ جنگ کے سامان سے لیس ہو کر کوفہ کے عین دروازہ کو دستک دے رہے ہیں۔ چونکہ مرحلہ بیحد نازک ہے۔ لہٰذا اپنے ہم خیال ہم صفر اور ہم نواجوانوں کی اطلاع کرنے کی فوری تدبیر سوچئے۔"

یہ سن کر مسیب ایک لمحہ کیلئے سر کو جھکا کر اور دانتوں میں انگشت دبا کر کچھ سوچتا رہا اور کچھ وقفہ کے بعد گویا ہوا۔

"بس بس جناب پروگرام بن گیا۔ آپ اب بستر پر آرام کریں اور اپنی تکان دور فرمائیں۔ میرے یہ دونوں غلام جو فدائی ہیں۔ آپ کی خدمت میں حاضر رہیں گے اور میں ابھی ابھی مکان سے نکل جاتا ہوں۔ باہر سے دروازہ مقفل کر دیا جائیگا۔ اور آپ

اندر ہی اندر اس صورت سے رہیں کہ گویا مکان' قطعاً خالی ہے اندریں صورت خفیہ نویسوں اور پہرہ داروں کو کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہوگی۔"

بہر حال سلیمان اور اس کے ساتھیوں نے بستر لگائے اور لیٹ گئے۔ سلیمان کے سو جانے پر مسیب نے اپنے ایک غلام کو جو قریب ہی جا کر سو گیا تھا۔ بیدار کیا اور اسے چائے اور تناول کی تاکید کی۔ کہ یہ سب سامان اندر سے لیکر مہمانوں کی تواضع کا خیال رکھیں۔ اور بات چیت بھی اشاروں سے کی جائے۔ آگ کو ڈیوڑھی سے بہت دور کر ایک خاص وقت میں روشن کیا جائے۔

چھیالیسواں باب

شیعیان کوفہ کو سلیماں کی آمد سے اطلاع

یہ نصیحت کر کے مسیب اپنی کمر میں تلوار لٹکا کر مکان سے باہر نکل گیا۔ اور باہر سے قفل لگا دیا۔ ابھی یہ تھوڑی ہی دور گیا تھا۔ کہ اس کے پاؤں کی آہٹ سے سپاہی نے اسے ادبوچا کون ہے؟ مسیب! ہاں ہاں میں پہچان تو لیا چلئے ہمارے افسر کے پاس یہ کم بخت ہمارے مسیب کو سیدھا ایک چوکی میں لے گیا۔ اگرچہ سپاہی بھی مسلح تھا۔ اور اندھیرا میں مسیب کی تیغ کمر سے واقف کار نہ ہو سکا۔ لیکن اگر راہ میں جھڑپ ہو جاتی تو یقینا مسیب غالب تھا۔ مگر مصلحت وقت نے اس کے ہاتھ روک لئے۔ آپ کے پاس کوئی اسلحہ وغیرہ تو موجود نہیں! افسر نے سوال کیا۔

بصورت انکار خواہ مخواہ کا مجرم بنتا تھا۔ مسیب نے کمر سے تلوار نکل کر رکھ دی۔

"آپ اس کالی رات میں مسلح ہو کر کہاں جا رہے تھے؟"

"جناب یہ تلوار تو اپنی ہی حفاظت کیلئے ہے۔ ورنہ کمزور سا پہرہ دار مجھے ہانک کر یہاں نہ لا سکتا جناب اصل قصہ تو یہ ہے کہ کوفہ کے بعض سہمے افراد لگاتار میرے گھر کو ملجاد ماوا بناتے ہوئے آنا شروع ہو گئے ہیں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ کسی شک وشبہ کی بنا پر دھر لیا جاؤں۔

جناب! ابھی ابھی چار پانچ افراد شمالی محلے کے میرے گھر میں آ دھمکے اور کہنے لگے کہ شہر میں ہر طرف خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اگر اجازت ہو تو ہم اپنے اہل وعیال کو تمہارے مکان میں لے آئیں۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ میں نے روٹی پانی سے ان کی خاطر تواضع بھی کی۔ حالانکہ نہ ان کے نام سے کا واقف نہ کبھی انہیں دیکھا بھالا۔ آخر کار ہزاروں عذرات

سے ان لوگوں کو گھر سے نکالا۔ وہ اپنے گھروں کو سدھارے اور میں اپنا مکان بند کر کے باہر سے تالا لگا کر ادھر نکل آیا ہوں' میری بیوی مدنی دروازے کے ایک مکان میں ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کی خبر گیری کروں۔" (مسیب نے بیان دیا)

"شاباش مسیب! یہ تو تم نے بہت اچھا کیا کہ مشتبہ اشخاص کو گھر سے نکال دیا۔ زمانہ نازک ہے۔ خواہ مخواہ اس فتنہ کی آگ میں کود پڑنا کسی دانشمند کا کام نہیں ہے۔ خبردار احتیاط رکھنا۔ ورنہ جان کی خیر نہ ہوگی۔ چپکے سے اپنے اہل وعیال کی خبر لو اور مناسب ہوا تو وہیں پر بیٹھ رہنا۔ ابھی ابھی تمہارے مکان کے متعلق رپورٹ آئی تھی کہ وہاں پر کوئی خفیہ کمیٹی ہو رہی ہے۔ افسر نے فہمائش کی۔

"معاذ اللہ! جناب میں پہلے ہی تاڑ گیا تھا کہ شکوک وشبہات کا مرکز بن جاؤں گا۔"

افسر کی اجازت سے مسیب یہاں سے نکلا اور شمالی محلہ سے ہوتا ہوا۔ بہت دور نکل گیا۔ دارالامارہ یعنی کچہری کے اردگرد تو اکثر مکانات اکٹھے تھے۔ لیکن آگے جا کر دریا کے کنارے میلوں تک کوفہ آباد تھا۔ چند مکانات یہاں اور بعض قبائل کی بستیاں وہاں۔ غرض اس شخص نے صبح ہونے سے پہلے راتوں رات ہزاروں گھروں میں چپکے سے اطلاع دیدی' کہ سلیمان کوفہ میں موجود ہے اس کا حکم ہے کہ کل رات نماز عشاء کے بعد سرفروشان ملت کوفہ کے دارالامارہ کی مغربی سمت مکان مرتفع یعنی ایک بلند ٹیلہ پر نگاہ رکھیں۔ جونہی وہاں پر روشنی نظر آئے مسلح ہو کر طوفان کی طرح کودتے ہوئے وہاں جمع ہو جائیں اور ہر سننے والا یہی پیغام دوسروں کو پہنچادے۔ چونکہ یہ معاملہ عین ضمانت خدا و برگزیدگانِ خدا پر موقوف ہے لہٰذا پوری رازداری سے کام لیا جائے۔

اب صبح ہوگئی' مسیب نے ایک مسجد میں نماز فجر ادا کی۔ اور درگاہ رب العزۃ والجلال میں فتح ونصرت کی دعائیں مانگیں۔ حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہوا۔ کوفہ کے لوگ اپنے اپنے کاروبار کیلئے کوچوں اور بازاروں میں نمودار ہونے لگے اور ٹھیک دوپہر کے وقت

شداد بن ارقم کے ہاں پہنچ گیا۔ یہ آرام کر رہے تھے کہ مسیب نے دق الباب کیااور اندر آنے کی اجازت چاہی ۔شداد نیند سے بیدار ہوا۔اور مسیب کو اذن ملاقات سے سرفراز فرمایا۔ ''آج تو دو پہر ماری مسیب !خیر تو ہے؟'' ''خیریت کا زمانہ جو آپ یوں فرمارہے ہیں' شداد اس درشتر و ہیجان میں خیریت کیسی؟ مسیب نے کہا۔

''بیشک دن تو تشویش و اضطراب کے ہیں لیکن جلد بتلایئے کہ کہیں نئی آفت کا تو سامنا نہیں؟ دراصل میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ طاغی ظالم مجہول النسب کوفہ میں تو نہیں پہنچ گیا۔شداد نے کہا۔

''ابھی رہنے بھی دیجئے !میں ایک بشارت لے کر آیا ہوں' سنئے سلیمان آج رات سے میرے مغربی دیوان خانہ میں موجود ہے اس کی زبانی معلوم ہوا کہ دس ہزار فوج دریائے فرات کے کنارے مقام نینوا میں ڈیرے ڈالے موجود ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آنا فاناً کوفہ کے تمام محبان اہلبیتؑ کو اس کی خبر کردوں۔ اور آج عشاء کے وقت دارالامارہ کے نزدیک ایک ٹیلہ پر جمع ہونے کا پروگرام ہے۔اگرچہ میں اس فرض منصبی سے سبکدوش ہو چکا ہوں لیکن جب تک اس ٹیلہ پر آگ روشن نہ ہوگی نوجوان جمع نہ ہو سکیں گے ۔مسیب نے کہا۔

شداد ابن ارقم نے جونہی سلیمان اور لشکریوں کا مژدہ سنا۔اچھل پڑا مسرت کی لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی' اور مسیب ابن نخبہ سے کہنے لگا۔کیا مختار بن ابو عبیدہ فوج کی کمان کر رہا ہے۔نہیں صاحب' مختار تو مکہ میں ہے اور سلیمان مع لشکر کے ابھی کل ہی ارض نینوا میں پہنچے ہیں ۔مزید تفصیلات سلیمان کی ملاقات کے بعد آج رات کو معلوم ہو جائیں گی ۔ سردست مکان مذکورہ پر آگ روشن کرنے کا انتظام ضروری ہے ۔اور وقت بہت کم ہے۔ مسیب نے کہا۔

''خیر آپ اس کی فکر مت کریں ۔اگر آج ہی کے متعلق ہے تو لو ابھی کام شروع

کرتے ہیں۔ افسوس! تم نے رات اطلاع نہ دی۔" شداد نے کہا

"وہ کام جو رات کو سرانجام ہوا ہے۔ اس کا وہی وقت تھا۔ اور تاخیر تو سراسر ظلم ہے۔ یہاں سے دس پندرہ میل کے فاصلہ پر لشکر ہے۔ اگر عمر سعد کو اطلاع ہوگئی تو اُدھر شبخون کا اندیشہ ہے۔ اور اِدھر ہزارہا مومنین کی جانوں کی فکر مناسب یہ ہے کہ جو ہونا ہے آج رات کو ہی ہوجائے اگرچہ یہ راز میں ہے لیکن حضرت انسان کا کیا اعتبار؟ مہربانی فرما کر جلد تدبیر کیجئے۔ تاکہ میری اطلاع کے مطابق عشاء کے وقت مقام مقررہ پر روشنی کر سکیں۔ مسیب نے کہا

مسیبؔ اور شدادؔ میں یہ سرگوشیاں شروع تھیں کہ دق الباب ہوا۔ دروازہ کھولو جی۔ شداد کے ملازم نے بحکم آقا دروازہ کھولا۔

"کون ہے اسود؟ وعلیکم السلام اخاہ!! تم بھی آ پہنچے؟ کہیے! خریت تو ہے تمہاری تو سانس پھول رہی ہے۔ بیٹھ جایئے ناں' کیوں خیر ہے؟ کہیے کہیے" شداد نے کہا

شداد آپ لوگ ہاتھوں پر ہاتھ دھرے اندر بیٹھے آرام فرما رہے ہیں لیکن اپنے احباب کی خبر نہیں لیتے۔ ذرا دیکھیں تو! یہ بھی عجیب اندھیر نگری ہے! کہ محلہ باغ کے تمام شیعوں کی زبردستی دارالامارہ کو دھکیل کر لئے جا رہے ہیں۔ غالباً جیل میں بند کرینگے۔ اسود نے غضب کے لہجہ میں کہا

مسیب: آخر وہی ہوا جسکا کھٹکا لگ رہا تھا' بس اب جلدی اٹھنا چاہیے دیر نہ ہو۔

اسود: افواہ تو یہ ہے کہ ابھی ابھی انہیں قتل کر دیا جائیگا' شہر میں غل مچ رہا ہے۔

مسیب: اُٹھیے صاحب! کوئی اور ہی گل نہ کھلے وقت بہت نازک جا رہا ہے۔

شداد: صبر کرو شداد! اور جذبات پر قابو رکھو۔ تعجیل اچھی نہیں۔ ذرا حقیقت تو معلوم ہونے دو۔ یہ چوکی نزدیک ہے کچھ دور نہیں۔ اسود بتلاؤ معاملہ کیا ہے؟ صاف صاف کہو۔ یہاں پر کوئی غیر آدمی نہیں ہے۔ سب اپنے ہی ہیں۔

اسود: ''بھائی! کہا تو یہ جاتا ہے کہ کوفہ شہر کے تمام شیعہ آج گرفتار ہو جائیں گے اوران سب کو رات کے وقت جیل میں لے جا کر قتل کر دیا جائیگا۔ اور کوئی کہتا ہے کہ سرکار اصطبل میں جا کر ان کو گھوڑوں سے پامال کر یا جانے والا ہے۔ چیخ پکار محلوں میں عام ہے اور میرے سامنے کئی جوانوں کو ہانک کر سپاہی لئے جا رہے تھے۔اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں۔ حضرت اٹھنا چاہیے دیر اچھی نہ ہوگی' اتنا کہا اور تینوں نکل کھڑے ہوئے۔ شداد کے دو ملازم بھی بغل میں تلواریں لیکر ہمراہ ہو۔ گئے۔اون ہوں' تلواریں رہنے دو۔ اگر کوئی اقدام غلط فہمی سے ہو گیا تو شہر کی ساری آبادی کی خیر نہیں۔ شداد نے کہا۔

''چلئے چلئے! یہ نوکر یونہی مزدور ٹھہرے لیکن میں تلوار ہمراہ لے جاؤں گا۔ دوسری چوکی والوں نے دیکھی ہوئی ہے۔'' مسیب نے کہا

غرض جس طرح بھی ہو سکا۔ یہ لوگ چوکی پر پہنچ گئے جہاں پر پچیس تیس نوجوانوں کو بٹھایا ہوا پایا۔ چنانچہ مسیب نے آگے بڑھ کر ایک افسر سے ملاقات کی۔ کیوں جناب؟ کوفہ کے شیعوں کی گرفتاریاں کس بنا پر شروع کی گئی ہیں؟''

افسر: ہنس کر'' مسیب! تمہیں یہ کس احمق نے کہا ہے؟ یہ دیکھئے صرف پاس کے محلہ سے چند نوجوانوں کو بکار سرکار بلوایا گیا ہے۔ معلوم نہیں یہ شیعہ ہیں یا کیا؟ ابوترابی ہوں یا اموی ہمیں اس سے غرض؟''

شداد: (آگے بڑھ کر) اے جناب! ذرا ''بکار سرکار'' کی تشریح فرمادیں۔

افسر: (بہت زیادہ ہنستے ہوئے) ارے میاں! آپ لوگ وہم میں کیوں مبتلا ہو گئے ہیں؟ بکار سرکار کی تشریح کیا کروں؟ کوئی وحشت ناک چیز تو نہیں۔ یہ سرکاری اصطبل کے پاس فوج کے گھوڑوں کیلئے گھاس جمع کرتا تھا۔ ابھی ابھی عمر بن سعد کا حکم جلدی کرنے کا آیا تھا۔ ہم نے مناسب سمجھا نوجوانوں کی امداد سے جلدی کرنے کی تعمیل ہو جائے ۔ غالباً شام سے پہلے پہلے ان کو فارغ بھی کر دیا جائے گا۔

مسیب: سبحان اللہ! اگر یہ شاہی حکم ہے تو میرے جیسا وفادار سلطنت اور خیر خواہ سرکار کیوں پیچھے رہ جائے؟ میں تو خود گھاس پھونس کے گٹھے کے گٹھے سر پر اٹھاؤں گا۔

شداد: تو مجھے ہی اس ثواب سے محروم رکھا جائے گا کیا؟

اسود: مسئلہ ثواب تو یاد نہیں۔ البتہ آپ کی تقلید میں یہ خاکسار بھی سرکاری وفا کا ثبوت دوں گا۔ غرض پچاس کے قریب آدمی ہوں گے کہ بسم اللہ شریف پڑھ کر لگے گٹھے اٹھانے اگرچہ افسران اس چارہ کا ذخیرہ ایک اور مقام پر لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن مسیب نے بطور مشورہ عرض کیا کہ:

''جناب یہ ہے چارہ سرکاری ناز پروردہ گھوڑوں کا۔ اسے صاف ستھرے اور سطح زمین سے اونچے مقام پر لگوانا چاہیے۔ تاکہ نجاست بول و براز غلیظ پانی اور مچھر وغیرہ سے محفوظ رہے۔'' چنانچہ اس مفید مشورہ پر عمل کرتے ہوئے دارالامارہ کے نزدیک ایک اونچے ٹیلے پر گھاس پھونس کا زبردست انبار لگ گیا۔

مزدور بیگاری 'مزدور دوڑ دوڑ کر دور و نزدیک سے گٹھڑے لاتے اور مسیب بلند آواز سے ان کی یوں حوصلہ افزائی کرتا۔

''صد مرحبا مومنو! سرکار کی رضا خدا کی رضا ہے۔ اس انبار سے اپنا نام روشن کرو۔ آج سرکار کی رضا جوئی کا وقت ہے۔ شاباش مومنو شاباش'' مسیب مزدور بنا ہوا تھا۔ اور گٹھڑ الاتا اور رات کا پروگرام سمجھاتا جاتا۔ بہر کیف عصر کے وقت ایک افسر نے ان کو شکریہ کے ساتھ رخصت کیا۔

گھاس پھوس جمع ہو چکا۔ اور اتنا کہ پشتاروں کے پشتارے لگ گئے' ادھر یہ قصہ ہوا کہ مخبر نے دارالامارہ کوفہ میں خفیہ طو پر یہ اطلاع کر دی کہ عبداللہ بن زبیر نے مکہ سے ایک لشکر جرار کوفہ پر حملہ کرنے کیلئے بھیج دیا ہے۔ حجاز کی یہ فوجیں پہاڑوں اور گھاٹیوں میں سے ہوتی ہوئی غیر معروف راستوں سے اس ہوشیاری اور چابکدستی کے ساتھ عراق میں

داخل ہوئی ہیں۔ کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوسکی کہ چنانچہ تازہ تریں اطلاع ہے کہ وہ دشت نینوا میں ڈیرے ڈالے پڑی ہیں۔

اس خبر کے سنتے ہی عمر بن سعد کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور وحشت سی طاری ہوگئی۔ ابن زیاد کے متعلق اسے اطلاع مل چکی تھی کہ وہ ایک شامی لشکر کثیر کے ہمراہ موصل کی طرف چلا آرہا ہے۔ ابھی اس کی آمد آمد کا زمانہ تھا کہ حجاز کے لشکر کی آمد نے اسے سراسیمہ کردیا۔ چنانچہ عمر بن سعد نے چند فوجی جرنیلوں کو بلا کر ہنگامی حکم صادر کردیا۔ کہ وہ غروب آفتاب کے بعد کوفہ کی تمام سرکاری فوجیوں کو دریائے فرات کی ساحل پر فی الفور جمع کردیں۔ اور اس میں ذرہ بھر توقف نہ ہو۔

"حکم حاکم مرگ مفاجات" چنانچہ یہ حکم پاتے ہی کوفہ کے تمام لشکر شام کے بعد شہر سے نکل کر کربلا کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور عمر بن سعد نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ زاویہ نگاہ یہ تھا کہ آدھی رات گئے فرات سے مغربی علاقہ میں جا کر حجازی فوج پر طوفانی حملہ کیا جائے اور شبخون مار کر اس کا یہیں خاتمہ کردیا جائے۔

اب کیا تھا؟ سرکاری فوج سے عارضی طور پر کوفہ خالی ہو چکا تھا۔ اور شہر کی حفاظت اور مقامی انتظام کیلئے پولیس اور رضا کار جا بجا حسب معمول پہرے دے رہے تھے۔

سینتالیسواں باب

آگ کے شعلے اور شیعیان کوفہ کی جمعیت کا جیل پر حملہ

دارالامارہ کے علاقہ سے مسیب اور شداد مع چند احباب کے واپس آ رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ شام تک کسی مقام پر پہنچ کر نماز ادا کریں۔ بہرحال شداد کے ہاں اس وقت تک توقف کیا کہ شب کے ستارے جھلملانے لگے کچھ وقت تو ایک دوسرے کے ساتھ مذاق اور دل لگی میں گزرا۔ یہ آپ کی ڈاڑھی میں گھاس کے تنکے ہیں؟ بھئی مسیب سرکار کا اچھا خیر خواہ وفادار ہے۔

''اجی بیگار خوب دیتا ہے'' ''اے جناب بنی امیہ کی حکومت اور ہم ایندھن کے پشتارے نہ لگائیں؟ توبہ توبہ گٹھڑے اٹھا اٹھا کر ہمارے سر گنجے ہو لئے۔ وغیرہ وغیرہ' اور کچھ وقت یادِ خدا میں صرف ہوا۔

''شیعیان علیؑ بن ابی طالب کیلئے آج کی رات گویا کشمکش دہر کی رات ہے جائیں ہیں تو ہتھیلی پر اور سر ہیں تو حیات ابدی پر نثار'' مسیب نے کہا

''خداوند عالمیاں ہم سب کیلئے صبح امید کو نزدیک تر کردے کہ وہی مسبب الاسباب ہے شداد نے کہا۔

''حضرت! اسلام کیا ہے؟ دین کیا ہے؟ مذہب کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ بس سر کی قربانی زندگی کا ماحصل جہاد۔ اور زندگی ے

جو ہوا دنیا میں پیدائی الحقیقت مرگیا
آدمی کو جامۂ ہستی کفن سے کم نہیں

اسود نے کہا" اچھا صاحب ! میں تو بہت جلد اپنے مکان تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ سلیمان کا حال معلوم کروں' خدا ہی جانے کہ گذشتہ شب ان پر کیسے گذری ؟ آپ لوگ بھی ابھی ابھی اپنے محلوں میں منتشر ہو جاؤ۔ اور چپکے چپکے اشاروں ہی اشاروں میں یہ اعلان دوبارہ ہو جائے ۔ کہ ثارات الحسینؑ کی نگاہیں دارالامارہ کی طرف لگی رہیں۔ اور جونہی شعلہ آتش بلند ہو شہر کے مومنین آگ بگولہ ہو کر نکلیں اور تیزی وتندی سے اس مقام پر جمع ہو جائیں' اور یہ کام اس چابکدستی سے سرانجام ہو کہ ملائکہ آسمانی بھی ان مجاہدین کی پرواز ہ بیخود دم بخود اور انگشت بدندان ہو کر رہ جائیں۔

بند نقاب عارض دلدار توڑیے

باغ مراد عشق کی دیوار توڑیے

مسیب نے کہا شداد:" سب سے بڑی اور انتہائی خطرناک ڈیوٹی "آتش کی ابتدا" ہے اسے کون سرانجام دے؟"

اسود: "اگر پہلی چنگاڑی چھوڑنے میں زیادہ ثواب ہو۔ تو یہ خدمت فقیر کے سپرد فرمائی جائے؟"

مسیب: "مرحبا اگر تم اس خدمت کو سرانجام دو گے تو روز محشر آتش جہنم تم پر حرام ہو گی انشاء اللہ۔ اس کے بعد مسیب چپ چاپ گھر کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ یکے بعد دیگر باقی احباب بھی یہاں سے خاموشی سے رخصت ہوئے ۔ اگر چہ عشا کا اول وقت تھا' لیکن کوفہ کے بازار کوچے اور محلے سب کے سب سنسان پڑے تھے۔ شہر میں ہُو کا عالم تھا' لوگ خوفزدہ سہمے ہوئے جھونپڑیوں میں بیٹھ کر خدا کو یاد کر رہے تھے۔

ان دنوں کوفہ کا نقشہ بھی کچھ عجیب قسم کا تھا۔ دریائے فرات کے ساحل پر دور تک مکانات دکھائی دیتے تھے۔ جو الگ الگ قبائل پر مشتمل تھے۔ گو ابھی پہلا ہی پاسہ شب تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ پوری رات کی مستی یا مدہوشی کا شہر کے بسنے والوں پر قبضہ کر چکی ہے۔

جا بجا چوراہوں پر سرکاری سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ اگر کسی نے ان آئندگان وروندگان کو بڑھ کر ٹوکا بھی تو بیگار سرکار سے واپسی کا بہانہ کر کے نکل گئے۔

میسب نے واپس آکر اپنے مکان کو بجنسہٖ مقفل پایا۔ قفل کھولا اور چپکے سے اندر داخل ہو گیا' سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ' کہیے! اسلیمان! رات کیسے گزری؟ میسب نے حال دریافت کیا۔ "بھئی میسب! ہم لوگ تو اندر ہی اندر پڑے پڑے باسی ہو گئے۔ تمہارے ملازموں نے جس طرح بن پڑی ہماری خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ البتہ تمہاری انتظار میں ـ

چڑھ گئے جو میرے نالوں سے شرارے رات کو
آسماں پر ہو گئے وہ چند تارے رات کو

خیر خاطر مدارت کے تکلفات کو تو رہنے دیجئے! اور کہیے! کہ دن رات میں تم نے کون سا کام سرانجام دیا؟ آخر مسلح ہو کر نکلے تھے۔ سلیمان نے کہا

میسب :" کام کیا سرانجام دینا تھا! بس اب آپ تیار رہئے اور جہاد عظمیٰ کی کیفیت کا شاندار نقشہ مشاہدہ فرمایئے! حضرت!

فنا فی العشق کے طے سب مراحل ہوتے جاتے ہیں
قریں محبوب کے منزل بمنزل ہوتے جاتے ہیں

اندر بیٹھے رہنے کا وقت گزر گیا۔ اب کوٹھڑی سے نکل کر صحن میں تشریف رکھئے! اور قدرت خدا کے ظہور کا انتظار فرمایئے! بستر رسولؐ اللہ پر بے کھٹکے سو جانے والے کا نام لیواؤ" فکر مت کرو اور نتیجہ خیر کے منتظر رہو۔

خدا بھی دوست رکھتا ہے نہایت اپنے شیدا کو
جلے پتھر تجلی سے نہ آئے آنچ موسیٰؑ کو

اب تو یہ لوگ کوٹھڑی سے نکل کر صحن میں بیٹھ گئے آزادانہ طور سے قہوہ گرم کیا گیا۔ اور دلجمعی

سے دور چلتا رہا۔ مسیب نے شہر کی کیفیت مفصل بیان کی اور دن بھر کا ماجرا اور خفیہ اعلان مع مکمل پروگرام کے سنایا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ باہر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ اور اسکے ساتھ بہت زیادہ شور وغل سنا گیا۔ اس پر ان لوگوں کے دل دہلنے لگے۔

اس شور و غوغا کو کان لگا کر سنئے! آخر ہے کیا؟

مناد: "سرکاری طور پر حکم دیا جاتا ہے کہ شہر کے تمام نوجوان گھروں سے بہت جلد باہر نکل آئیں۔ سلیمان اور ان کے ساتھی پہلے تو سخت گھبرائے کہ یہ کیا اوفتاد ہے؟ لیکن دروازہ کھولنے پر معلوم ہوا کہ سرکاری پہرہ دار شہر کے منتظم افسر لوگوں کو جبراً باہر نکال رہے ہیں۔ جلدی نکلو شہر میں آگ لگ گئی۔"

کہاں کا چھپنا اور دروازے بند رکھنا کہاں کی دیکھ بھال مشرق کی طرف ذرا نگاہ کی تو آگ کے شعلے بلند ہو کر آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ آگ ہے یا جہنم کا نظارہ اگر اسے بہت جلد فرو نہ کیا گیا۔ تو شہر کوفہ کی خیر نہیں اور نہ کوئی سرکاری عمارت محفوظ رہ سکے گی۔

بازاروں اور سڑکوں پر وہ ہو اژدہام کہ الامان بڑے بڑے سرفروش تنومند نوجوان ہزاروں کی تعداد میں دارالامارہ کی طرف بھاگے جا رہے ہیں۔ سلیمان اور مسیب بھی چند ہمراہیوں سمیت مگر اپنے مجوزہ پروگرام کے ماتحت مقام مقرر پر پہنچ گئے۔ سلیمان نے ایک بلندی پر چڑھ کر اندازہ کر لیا کہ اس وقت کئی ہزار فدائی گھروں سے نکل کر ایک مقام پر جمع ہو گئے ہیں۔ حکام وقت اس افراتفری میں اپنے پرائے کی امتیاز نہیں کر سکتے اور نہ ہی حقیقت سے آشنا ہیں۔

اسوقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسی مقام مرتفع سے سلیمان نے باواز بلند نعرہ لگایا۔

"یَا ثَارَاتَ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ" اسکے جواب میں شداد اور مسیب اور دیگر سرداران کوفہ نے بالاتفاق نعرہ لگایا۔ اور سلیمان بن صرد خزاعی کا نام لے کر تعارف کرا دیا گیا۔ اس غیبی روشنی میں شیعیان امیر المومنین علیہ السلام کے مسلح رضا کاروں

کا لشکر آناً فاناً مرتب و مجتمع ہو گیا۔ اور یہ لاتعداد و لاتحصیٰ انسانوں کا لشکر صرف اشارہ سنتے ہی کوفہ کی جیل کی طرف چل پڑا اور یہ کہتے جاتے تھے کہ پہلے جیلخانہ کی آگ کو بجھانا چاہیے۔ منتظمین آگ بجھائیں یا جیل کو بچائیں۔ یہ تو سراسیمہ ہو رہے تھے لیکن ابھی یا ثارات الحسینؑ کا نعرہ بلند ہوا۔ اُدھر جیل کے دروازے متزلزل ہو کر کھل گئے ملازمین جیل جو اکثر و بیشتر صاحب ایمان تھے۔ ظالم و استبدادی حکومت پر لعنت کر کے انقلابی رعایا کے ساتھ مل گئے۔

جیل کیوں توڑی گئی؟ صرف اسلئے کہ عذر لنگ سے کئی ہزار طرف داران آل رسولؐ کو داخل زندان کر دیا گیا تھا۔

اس ہنگامہ عظیم میں ایک سرفروش کفن پوش شخص نے زیادہ سے زیادہ جاں فروشی کی یا ثارات الحسینؑ کے بہت زیادہ نعرے لگانے والا یہی شخص تھا' جیل کا دروازہ ٹوٹتے ہی یہی شخص اندر گھس گیا' اس کی قوت ارادی کا یہ عالم کہ اب اسی نعرہ حسینیؑ سے ساری کی ساری جیل گونج رہی ہے۔ اور ہزار ہا مرد مومن جو طوق و سلاسل میں جکڑے ہوئے تھے جیل سے باہر آ گئے۔

تن سے باہر آگے دھیان آیا عدم کا روح کو
قید سے چھٹ کر مسافر کو وطن یاد آ گیا

رات تھی غیر معمولی ہنگامہ ہاہو کا شور غلغلہ تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی' قیدیوں کی بیڑیاں اور آہنی طوق کاٹ توڑ کر پرے پھینک دیئے گئے۔ اگرچہ کچھ سوجھائی نہ دیتا تھا۔ لیکن اس مرد مجاہد کی دوڑ دھوپ اور سعی پیہم بالکل نمایاں تھی۔

"مسیب! بہت جلد اس جوشیلے مرد مجاہد کو میرے پاس لاؤ۔ ارے اس عشق و محبت کے دیوانے کو بلاؤ۔ سلیمان نے کہا شداد کے ہمراہ مسیب نے مجمع اساری میں سے اسے پکڑا اور سلیمان کے پاس لائے۔

ارے تو کون ہے؟ اے مقبولان بارگاہ حیدریؑ! میں ہوں ایک غریب سا معلّم کثیر ہمدانی یہ ہے جیل کا غوغا اور ہزار ہا سرفروشوں کی جمعیت' لیکن شہر میں کیا ہو رہا ہے کوفہ کی جیل میں اور اس کے باہر ایک حیرت انگیز کھلبلی مچی ہوئی ہے کثیر ہمدانی اندر جاتا ہے اور پہچان پہچان کر زندان سے قافلے باہر لاتا' اور ان کے طوق وسلاسل توڑتا' ادھر ملازمان جیل حیران وسرگردان بھاگتے پھرتے سینکڑوں سپاہی ثارات الحسینؑ کے نعروں سے متاثر ہو کر ہم آہنگ نظر آتے' نعروں سے نعرے ملاتے اور فوج حسینیؑ کے ساتھ شامل ہوتے جاتے ۔اور بعض ضعیف القلب نہایت کشمکش میں مبتلا' کبھی جیل کی کوٹھڑیوں میں سر چھپاتے اور کبھی بلوائیوں میں شامل ہوتے۔

اسی افراتفری میں معلوم ہوا کہ شہر کوفہ کی حالت نہایت ابتر ہو رہی ہے' لوٹ مار کا بازار گرم ہے گلی کوچوں میں علانیہ قتل وغارت شروع ہو گئی سینکڑوں اوباشوں لوگوں نے گھروں میں گھس کر لوگوں کو یوں لوٹنا شروع کر دیا ہے گویا وہ اسی موقع کے منتظر تھے۔ کوچہ وبازار میں لوٹ مار کی وجہ سے چیخ پکار کا یہ عالم ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ مرد تو درکنار عورتیں بھی اس جہاد میں برابر کی شریک اور حصہ دار ہیں۔ غرض اس حال پکار سے مطلع ہو کر مسیب بن نخبہ نے سلیمان سے عرض کیا کہ بہت جلد کوئی پروگرام مرتب کرنا چاہیے ورنہ شہر کی حالت سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری محنت ہی برباد نہ ہو جائے۔ بھلا اس مار دھاڑ سے کوئی حسب دلخواہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک فوج جرار عمر بن سعد اور عمر بن زیاد کی کمان میں کربلا کی طرف چلی گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے عزائم مشئومہ میں کامیابی ہو اور ثارات الحسین علیہ السلام پر شب خون مارا جائے۔

"بس اب جیل سے فراغت ہو چکی مناسب یہی ہے کہ سرفروشان کوفہ مع ان خلاصی یافتہ اسیروں کے شہر کا رخ کریں مسیب نے کہا۔

اب بہت زور سے نعرہ "یَا ثَارَاتِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامْ" لگایا گیا اور سلیمان کی طرف سے حکم سنایا گیا کہ نہایت تنظیم کے ساتھ فدائیانِ آلِ رسولؐ کا یہ لشکر شہر کی طرف لوٹ چلے۔

اب یہ لوگ جن کی تعداد کم وبیش دس ہزار کے لگ بھگ ہوگئی۔ پر جوش نعروں میں دارالامارہ تک پہنچ گئے۔ اور مسیب بن نجبہ نے پچاس نوجوانوں کو شہر کے مختلف علاقوں میں متعین کر دیا۔ تا کہ امن قائم ہو۔ چنانچہ ان مردان راہ خدا نے اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر مختلف علاقوں اور محلوں میں اعلان کرنا شروع کر دیا۔ کہ ہر ایک لوٹ مار کرنے اور قتل وغارت میں حصہ لینے والا شخص گرفتار ہو کر پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔

"پس شہر کے باشندوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں۔ اور جو لوگ اپنی جان کی امان اور ثواب دو جہان حاصل کرنا چاہیں۔ وہ فوراً سلیمان بن صرد خزاعی کے جھنڈے تلے آ جائیں۔

اس اعلان کا یہ اثر ہو۔ کہ نصف رات گئے شہر میں حسب معمول ایک خاموشی طاری ہوگئی' اور سینکڑوں آدمیوں نے سلیمان کے علم کے تلے آ کر حلف وفاداری اٹھایا۔ گویا سارے کا سارا شہر اس فوج رضا کاران میں شامل ہوگیا۔

عبداللہ بن حارث کو بلا کر ایک تیز رفتار اونٹنی پر سوار کیا گیا۔ اور سلیمان نے اسے حکم دیا کہ وہ بادصبا کی طرح راہ سے دور دور ہوتے ہوئے کسی غیر معروف راستے سے دشت نینوا تک پہنچ جائے اور افواج مکہ وحجاز کو خبردار کرے کہ ان پر پچھلی رات زبردست شب خون مارا جانے والا ہے۔ گویا وہ ادنیٰ سی غفلت سے موت کے زد میں ہیں۔

شتر سوار کوفہ سے ہوا ہوگیا۔ ابھی اس نے چند ہی میل کا سفر طے کیا تھا کہ ایک ریت کے بلند ٹیلے پر جو مقام مرتفع پر تھا' کسی اجنبی شخص کو کھڑے پایا۔

رات کا وقت عام گرد وغبار میں کچھ سوجھائی نہ دیتا تھا' ادھر سراسیمگی اور غیر معمولی

پریشانی نے اُن کو اور بھی تھکا کر دیا تھا۔ مرد اجنبی کو دیکھ کر کچھ حیرت اور کچھ گھبراہٹ سی پیدا ہوئی' نزدیک ہو کر ابن حارث نے آواز دی۔ اندھیری رات اور اس دشت سنسان میں تم کون ہو؟

''میں ایک یمن کا مسافر ہوں' رات کو دریائے فرات کے ساحل پر آرام کر رہا تھا' کہ ہزارہا گھوڑوں کی ٹاپوں نے اور لشکروں کی ہماہمی نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔ چنانچہ میں وہاں سے مشرقی کنارہ کی طرف بھاگ نکلا۔ جب نینوا کے نزدیک پہنچا تو اس جنگل میں بے شمار فوجوں کے ہجوم معلوم ہوئے۔ اور یہ آوازیں میرے کانوں میں پہنچیں: شب خون سے ہوشیار دشمن کے حملہ سے خبردار! کوئی ایک سپاہی بھی آج رات نہ سوئے ؎

عرصہ ٔ روئے زمیں ہوجائے دشت کربلا
یار کو میرے ارادہ ہو جو قتل عام کا

''اس منادی نے مجھے اور بھی خوفزدہ کر دیا۔ اور محسوس ہوا' کہ کسی نے دیکھ پایا تو شبہ میں ہی مارا جاؤں گا۔ چنانچہ وہاں سے بھی چھپ چھپا کر پیدل بھاگتا ہوا' یہاں پہنچ گیا ہوں۔ مسافر نے جواباً بیان کیا۔ عبداللہ بن حارث اس خبر کے سنتے ہی واپس کوفہ چلا آیا' اور یہ اطلاع سلیمان تک پہنچا دی۔ مسیب سن رہا تھا' اُس نے کہا' کہ اس اطلاع سے ایہ اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ کہ ہمارا لشکر سردست بیدار چوکنا' اور ہوشیار ہے' اس پر شب خون مارے جانے کا وہم وگمان غلط ہے' یہ سن کر سلیمان نے کہا کہ میں چلتی دفعہ اپنی فوج کو بے حد تاکید کر کے آیا تھا' بلکہ مجھے اس وقت تک پورا پورا اطمینان حاصل ہے' کہ فنون جنگ کے پرانے تجربہ کار افراد اس نازک ترین موقع پر غفلت کا شکار نہ ہوں گے' بلکہ یہ عمر سعد و عمر بن زیاد وغیرہ سرکش و مغرور خود تقدیر کا نشانہ ہونے والے ہیں ؎

نہیں ہے برش تیغ قضا سے ان کو آگاہی
پناہ جسم جو سمجھے ہیں اپنے خود و جوشن کو

میں نے بنظر حفظ ماتقدم شتر سوار کو روانہ کیا تھا' خیر با ایں ہمہ خبردار رہنا لازم ہے۔

آدھی رات سے زیادہ ہوگئی اور تمام لوگوں میں اعلان عام کر دیا گیا' کہ وہ اپنے اپنے مقامات میں جا کر اہل وعیال کی خبر لیں اور کچھ وقت آرام کرنے کے بعد بغیر کسی الارم کے خود بخود اسی میدان میں جمع ہو جائیں' چنانچہ اس اجازت پر آن کی آن میں میدان خالی ہو گیا' دراصل یہ فوجی حکیم و تنظیم کے ماتحت اَلْاَمْرُ فَوْقُ الْاَدَبِ کا مظاہرہ تھا' ورنہ شوق شہادت میں سرشار مجاہدین حیدر کرار فدائیاں آل اطہارؓ پرچم سلیمانی سے جدا ہونے کو تیار نہ تھے۔

اس وقت سلیمان اور شداد اور ابن نخبہ مع پچاس ساٹھ مسلح جوانوں کے ایک اہم مجلس مشاورت میں مشغول ہیں' خدا کی شان' نہ تو حکومت کی طرف سے کوئی ذمہ دار افسر نظر آتا ہے' نہ شہر کے پاسبان اور پہرہ دار دکھائی دیتے ہیں۔ شبہ بلکہ غالب خیال ہے کہ حکومت کا انتظامی محکمہ اور فوج صبح ہوتے ہی غیبی و نامعلوم مقامات سے نکل کر یورش کرے گی' آخر سب کے سب مر تو نہیں گئے' سلیمان خود اس سے ناآشنا نہیں کہ یہ موجودہ سکوت دراصل دفع الوقتی ہے۔

خیال تو کیجئے! یہ ہے دارالامارہ اور وہ ہیں سرکاری عمارتیں اور شہر میں جابجا سرکاری محافظوں کی چوکیاں لیکن منظر قبرستان ہے شہر سنسان ہے۔

یکایک ایک مسلح نوجوان کمیت گھوڑے پر سوار ہاتھ میں نیزہ لئے خود و زرہ پہنے دارالامارہ کے پاس آدھمکا اور گھوڑے سے اترتے ہی اس مجمع کی طرف چلا آیا' اس نے بغیر کسی پوچھے سلیمان کی خدمت میں آ کر نہایت ادب سے سلام کیا' اس کی سانس پھولی ہوئی تھی' اور منہ پر پسینہ بہہ رہا تھا' اور اضطراب سے پوری طرح بات ادا نہ کر سکتا تھا' اس حال میں بھی اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے تھا۔

''کیوں جوانمرد ؟ خیریت تو ہے؟ تیری طبع میں یہ غیر معمولی سراسیمگی اور اضطراب کیوں ہے؟''

''اے جناب! چند روز ہوئے میں شہر موصل سے چلا آ رہا ہوں' عبید اللہ ابن زیاد ایک لشکر جرار خونخوار کو ہمراہ لئے دمشق سے سیدھا کوفہ پہنچ رہا ہے' میں پورے آٹھ روز اس کے ساتھ ہمرکاب رہا ہوں اور اپنے آپ کو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کا بدترین دشمن ظاہر کر کے اس کا خاص مصاحب و مشیر بنا رہا ہوں' اس وقت ساری کی ساری داستان سنانے کا وقت نہیں ہے ماحصل یہ ہے کہ ایک خاص سرکاری جاسوس کے ذریعے ابن زیاد تک موصل میں اطلاع پہنچ چکی ہے۔ کہ سلیمان بن صرد خزاعی کی قیادت میں کوفہ و عراق پر زبردست حملہ ہونے والا ہے' نیز اسے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ ابن زیاد کی مرضی اور منشا کے ماتحت ایک زبردست فوج مکہ سے روانہ ہو کر سرزمین عراق کی سرحدوں میں داخل ہو چکی ہے۔

جاسوس کی معرفت ابن زیاد کو یہ بھی جتلایا گیا ہے کہ مختار ثقفی ابھی مکہ ہی میں موجود ہے۔ جو سلیمان کیلئے مزید کمک بہم پہنچا رہا ہے۔

پس ہمچو قسم اطلاعات نے ابن زیاد کو آگ بگولہ کر دیا ہے' اگرچہ اس کے ہمراہ دارالخلافہ شام یعنی دمشق کی کافی سپاہ موجود ہے لیکن موصل میں اس نے اپنے لاؤ لشکر کو اور بھی زیادہ کر لیا ہے۔ کوفہ کے حالیہ انقلاب و فسادات کی اطلاع مجھے بھی یہیں سے آ کر معلوم ہوئی ہے' بس میرا فرض تھا' کہ جان نثاران آل محمدؐ کے کانوں تک ان اطلاعات کو پہنچا دوں والسلام۔ مجاہد نے گزارشات کیں۔

اس خبر کو سنتے ہی ان لشکریوں کے کان کھڑے ہو گئے' اور شداد و مسیب نے ایک دوسرے کی طرف متجسس نگاہوں سے دیکھا اس پر سلیمان نے جوش میں آ کر نعرہ حیدری بلند کیا' اور کہا۔ ''کیا آپ لوگوں کو جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے وہ الفاظ یاد نہیں؟ جو حضور نے گھر سے نکلتے وقت اس حال میں فرمائے تھے کہ مسجد میں جاتے ہی جام شہادت نوش فرمایا۔''

اشدد حیازیمك للموت فَاِنَّ الْمَوْتَ لاقیکا

پس اٹھو اور شہید ہو جانے کیلئے تیار ہو جاؤ کیا آپ لوگ اس سے پہلے شہادت کیلئے تیار نہیں ہو؟

سلیمان کے ان مختصر الفاظ کا یہ اثر ہوا کہ شداد نے اٹھ کر پر جوش لہجہ میں کہا "سلیمان! یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ میں تو شہادت کا منتظر' اذن جہاد کا خواہاں اور راہ خدا میں جان دینے کا متمنی ہے

ایک بھی تجھ سے نہ امید بر آئی میری
دل کے دل ہی میں رہے حسرت و ارماں کتنے

غرض اس اطلاع کے ملنے پر ان لوگوں میں ایک جوش نئے رنگ میں پیدا ہو گیا' ابن حمزہ نے سلیمان سے کہا کہ ایک طرف عمر بن سعد کا لشکر ہے۔ جو تیار ہو کر نینوا کے میدان میں پہنچ چکا ہے اور دوسری طرف ابنِ زیاد کی فوجیں بھی طوفان بن کر کوفہ کی طرف چلی آ رہی ہیں' اندریں حالات کچھ عجب نہیں کہ ہم لوگ محاصرہ میں آ کر برباد ہو جائیں۔ وقت ہے کہ جلد از جلد پورے مقابلہ کا اہتمام کریں۔ کوفہ کی اندرونی صورت بھی ہم پر واضح نہیں۔ اب مرغ سحر نے اذان دے دی۔

اٹھتالیسواں باب

کوفہ کی ہڑبونگ کے بعد دوسرا قدم

دارالامارہ کوفہ کے نزدیک ایک وسیع میدان میں صبح کی سفیدی نمودار ہونے تک ہزارہا مسلح سرفروش جمع ہونے شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے حکومت بنی اُمیہ کے مخالفین نے ایک عظیم الشان لشکر کی صورت اختیار کرلی۔

لیکن ہم اس اجتماع عظیم کو یہیں پر چھوڑ دینا مناسب سمجھتے ہوئے عمر بن سعد وعمر بن زیاد کے لشکر کا جو کل شام سے نینوا کی طرف روانہ ہو چکا ہے جائزہ لینا چاہتے ہیں بہر حال ۔

بہار آئی دکھائے دشت وحشت ہاتھ میداں میں
نہ دامن میں رہے دھجی نہ اک تار اب گریباں میں

اگرچہ سرکاری فوجیں نہایت تیزی وتندی سے حجازی لشکر پر شب خون مارنے کے ارادہ سے نکلی تھیں لیکن صحیح معنوں میں اُن کی تنظیم وتیاری نہ تھی' صرف اس لئے کہ عجلت وپریشانی کی وجہ سے اُن کا صحیح پروگرام بھی مرتب نہ ہو سکا تھا۔

عمر بن زیاد کے مشورہ سے ان لوگوں نے نینوا سے بھی ذرا دور ہٹ کر ڈیرے ڈال دیئے۔ آدھی رات کے قریب ان کا ایک جاسوس نہایت خاموشی ک ساتھ دشت کربلا کی طرف بڑھا جب قریب نینوا پہنچا' تو اسے ایک بوڑھا آدمی بستی کے قریب کھنکارتا ہوا ملا' ملاقات ہوتے ہی اس سن رسیدہ شخص نے اسے سرزنش اور تنبیہ کی۔

"بندہ خدا! تجھے اپنی جان کی خیر مطلوب نہیں؟ یہ ذرا سامنے دیکھو تو ہزارہا فوجیں ڈیرے جمائے پڑی ہیں۔ اور تم اندھیری رات میں گردن اٹھائے سیدھے ان کی طرف

جا رہے ہو' کیا تم بھی انہی میں سے ہو گیا؟''

''بابا! میں تو ہوں ایک مسافر مجھے ان فوجوں اولشکروں سے کوئی کام نہیں لیکن کیا تم نے دن کے وقت ان کو دیکھا؟ خدا خیر کرے کہیں گزشتہ دنوں کی طرح کوئی جنگ تو نہیں چھڑے گی؟'' (جاسوس نے پوچھا)

بوڑھے نے اسے محفوظ مکان کی اوٹ میں لیجا کر بٹھایا اور چپکے چپکے کہنا شروع کیا:

''بیٹا! معاملات بہت خطرناک معلوم ہوتے ہیں' ہم لوگوں نے زندگی میں عرب کا کیا کیا تماشہ دیکھنا ہوگا؟ ہم ہیں نینوا کے رہنے والے اور کل عصر کے وقت سے اس کیمپ میں آتے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام لاؤ لشکر معرکہ' کربلا کا ردعمل ہے' مگر یہ تمام فوجیں حجازی ہیں' اور اندازو شمار میں بھی نہیں آسکتیں۔ چست و چالاک' بکتر بند' مسلح اور سرفروش' بوڑھے نے کہا

''اگر میں ذرا آگے جا کر فوجوں کو دیکھوں تو مضائقہ کیا ہے؟ بابا شاید فوج والے سو گئے ہونگے۔ (جاسوس نے کہا)

بیٹا تمہاری مرضی لیکن اس تماشہ سے تو یہی بہتر ہے کہ اپنی راہ لو' اور قسم خدا کی عرب کے ان جانباز فوجیں کو تو سونا آتا ہی نہیں معلوم نہیں انسان ہیں یا فولاد۔

جاسوس اس نینوائی بوڑھے سے تمام حالات معلوم کر چکنے کے بعد کچھ آگے بڑھا اور حالات مزید کا جائزہ لے کر واپس آ گیا' اور عمر بن سعد کو رپورٹ دی۔

''اس وقت لشکر کی صحیح تعداد تو معلوم نہیں ہو سکی لیکن یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ مخالف کی فوج بہت زیادہ تعداد میں ہے اور یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ لشکر اس طرح بیدار بلکہ تیار بر تیار ہے جیسے دن کی روشنی اور میدان کارزار میں اور یہ بھی کچھ عجب نہیں' کہ طلوع آفتاب سے پہلے ہی کسی طرف ہلہ بول دیں' ہماری فوج کا سردست کوئی بھی اقدام ایک خطرناک کام اور خودکشی کے مترادف ہوگا۔ میرے خیال میں ہمارے لئے یہی بہتر ہوگا'

کہ چپ چاپ پڑے رہیں اور صبح کی سفیدی کا انتظار کریں ۔

اجل لائی ہے کس حسرت زدہ کی سیف مقتل میں
کہ سب انداز اس قاتل کے قتال ہوتے جاتے ہیں

عمر بن سعد نے جاسوس کے اس مشورہ سے اتفاق کیا' اور لشکر کو کربلا کی جانب بڑھنے سے روک دیا۔ اس فوج کی تعداد کم وبیش ڈیڑھ ہزار پیادہ اور سوار کی تھی۔ اُدھر کوفہ کے کوتوال نے جورات کے طوفان بغاوت سے گھبرا کر چند سپاہیوں کے ہمراہ ایک وسیع میدان میں چھپ رہا تھا' ایک بااعتبار اور معتمد ملازم کو حکم دیا' کہ وہ اندرونی طور پر ایک تلوار سے مسلح اور بظاہر عوامی لباس میں ملبوس ہو کر دشت نینوا کو سدھارے اور عمر بن سعد اور عمر بن زیاد کو کوفہ کی بغاوت سے خبردار کردے۔ ''جناب یہ خاکسار حاضر ہے لیکن ممکن ہے کہ فوج بیس پچیس میل شہر سے دور نکل گئی ہو' اور اس فدوی کی ملاقات میں دیر ہو جائے اور اس عرصہ میں یہ حالات اور بھی بدتر ہو جائیں' بہتر ہوگا کہ ایک تیز رفتار سواری کے ذریعہ سے جلد از جلد ان کی ملاقات کرنے کی کوشش کروں۔'' ملازم نے کہا۔ کوتوال نے اس مشورہ کو صحیح سمجھا' اور ایک اونٹ پر سوار کر کے جلدی سے روانہ کر دیا' اور سمجھایا کہ ہماری سپاہ اس وقت فلاں مقام پر ہوگی' اب یہ شتر سوار سحر سے بہت پہلے کوسے سے نکلا اور ہوا ہو گیا چونکہ سرکاری فوجیں کوفہ سے صرف دس بارہ میل کے فاصلہ پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھیں۔ لہٰذا وہ جلد نینوا سے تخمیناً تین میل کے فاصلہ پر پہنچ گیا۔ اس نے عمر بن سعد کی خدمت میں سلام کیا اور کہا:

''جناب آج رات کوفہ میں یکا یک قیامت برپا ہو گئی شہر میں جا بجا آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں کوچوں اور محلوں میں لوٹ مار اور قتل کی متعدد وارداتیں ہو رہی ہیں گلیوں اور خاص خاص گھروں میں خون کی ندیاں بہہ چکی ہیں۔ نہ کسی کی عزت محفوظ ہے نہ ناموس' جا بجا چیخ پکار کی صدائیں بلند ہیں۔ تفصیل معلوم نہیں ہو سکی' کہ کون مارا گیا' کون لوٹا گیا' کس کا ننگ و ناموس تحفظ میں ہے؟ اور کس کا نہیں؟ غرض دارالخلافہ میں آج کسی

کو امان نہیں' بلکہ شور قیامت بپا ہے اگرچہ کچھ کہا نہیں جا سکتا لیکن کوفہ کی جیل بھی اس ہنگامہ سے متاثر ہو چکی ہے اور رعایا کے ہزار ہا نوجوان اس انقلاب ذہنی کا شکار ہو چکے ہیں' حکام مع محافظ دستوں کے تمام کے تمام محفوظ اور غیر معلوم مکانات میں دبکے ہوئے بیٹھے ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کل شام کے بعد شہر کے لوگوں میں آناً فاناً اتفاق کیسے ہو گیا؟ اکثر افسران وحکام جو حقیقت میں ابوترابی تھے ایک دم علانیہ حکومت کا ساتھ چھوڑ کر باغیوں سے مل گئے ہیں اور تحقیق نہیں' بلکہ عنوان سے معلوم ہوتا ہے شہر کی آتش زنی لوٹ مار چیخ پکار اور غیر معمولی نعرے اس بیان کی تاکید کرتے ہیں' فدوی کو اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں' پس رپورٹ عرض خدمت ہے اس وقت ہر کہ ومہ کی زبان پر یہ جاری ہے۔

عشق میں عیش کے بدلے یہ تباہی کیسی؟
پھنس گئی جان مصیبت میں الٰہی کیسی؟

اس رپورٹ کے سنتے ہی عمر بن سعد کے اوسان باختہ ہو گئے اور سرکاری نظم ونسق کے معطل ہو جانے کی خبر نے اسے اور بھی سراسیمہ کر دیا۔ عمر بن زیاد کو بلا کر کہنے لگا:

''اگرچہ ہم نے بطور حفظ ماتقدم بعجلت تمام پیش قدمی کی تھی' لیکن معلوم ہوتا ہے کہ خفیہ خفیہ ابوترابی مومنٹ بر سر کار آئی' اور ہمارے دارالخلافہ پر چپکے سے حملہ ہو چکا۔ دوست! دوسری رعایا تو پڑھے پہاڑ میں ہمارے اپنے اہل وعیال کی خیر معلوم نہیں ہوتی جس حال میں کہ شہر کو لوٹا جا رہا ہے' یہ نا ممکن ہے کہ بڑے ذمہ دار طبقے کا ناموس مصئون ومحفوظ ہو اب تو مناسب یہی ہے کہ یہاں سے کوچ کر کے اپنے اہل وعیال کی جلد از جلد خبر لیں اور ساتھ ہی ساتھ شہر وعلاقہ کی خبر گیری کریں' ورنہ حالات اور بھی بے قابو ہو کر بد سے بدتر ہوتے چلے جائیں گے۔

سرچشمہ شاید گرفتن بمیل
چو پرشد نشاید گزشتن بہ پیل

"تجویز درست ہے لیکن اگر ہم کوفہ میں داخل ہو گئے اور اس لشکر حجازی سے تغافل برتا گیا تو کیا عجب! کہ یہ عقب سے حملہ کر کے ہمارا اور اہماری مٹھی بھر فوج کا کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی خاتمہ کر دیں' کیونکہ نہ تو ان کی تعداد کا اندازہ ہے' اور اگر کوفہ کی جیل بھی توڑ دی گئی ہو تو دشمن کی طاقت کا اندازہ لگانا اور بھی دشوار" عمر بن زیاد نے کہا۔

"دیکھو وہ تمہاری بدبخت و نابکار بھائی کوفہ سے ایسا چپت ہوا کہ ب گیا ہی گیا غضب ہے کہ اُسے نزاکت وقت و حالات کا احساس تک نہیں' ابھی تک معلوم نہ ہو سکا کہ وہ بدنصیب دمشق میں ہے یا موصل میں' تو بہ ہی بھلی ۔

سینکڑوں صدمے ہزاروں درد لاکھو آفتیں
ایک میری جان یا اللہ کس مشکل میں

عمر بن سعد نے جل کر کہا

"خیر سر دست ان گلہ گزاریوں اور لمبی چوڑی تقریروں کو چھوڑیئے' اب تو ہر حال میں واپسی کا پروگرام درست رہے گا۔ جلد از جلد فوج کو حکم دیجئے!" عمر بن زیاد نے کہا

بہر حال اب یہ فوج جو شبخون مارنے میں ناکام رہی بے نیل مرام کوفہ کی جانب واپس ہو لی۔

✪✪✪✪✪

انچاسواں باب

پھر کوفہ

نمازِ فجر کے بعد پو پھٹنے تک فوجوں کا اجتماع کوفہ میں ہو ہی چکا تھا۔ سلیمان بن صرد خزاعی نے نہایت گہری نگاہوں سے لشکر کا جائزہ لیا' اور پر پورے ایک ہزار مسلح جوانوں کو الگ کھڑا کر کے یہ حکم دے دیا کہ وہ آناً فاناً شہر کا محاصر کر لیں اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر نہایت ہوشیار ہو کر کھڑے ہو جائیں' ان کا یہ فرض ہوگا کہ کسی آئندہ و روندہ کو شہر میں داخل نہ ہونے دیں اور نہ ہی شہر کے کسی باشندہ کو اندر سے باہر نکلنے کی اجازت دیں۔ علاوہ ازیں ایک سو چابکدست شترسوار اور اسپ سوار مسلح دستہ ایسا تیار کیا گیا جو فوری طور پر شہر میں امن قائم کرے' اسی دستہ کی معرفت منادی کرادی گئی' کہ اگر کسی شخص نے دوسرے پر ہاتھ اٹھایا' یا کسی قسم کی ناجائز پیشقدمی کی' تو اسے فوراً قتل کر دیا جائیگا' کیونکہ شہر کی کمان اب ہمارے ہاتھ میں ہے اور عام امن پسند شہریوں کی حفاظت کے ہم ہی ذمہ دار ہیں۔ اس کے بعد خدا کی حمد اور رسولؐ دوجہاں کی نعت اور خمسۂ آلِ عبا علیہم السلام کی منقبت بیان کرتے ہوئے سلیمان نے خطبہ پڑھا اور سرفروشانِ ملت کو کوفہ کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا اور اسکے ساتھ ہی نہایت جوش کے ساتھ فرمایا ۔

میں بھی ہوں اور آپ بھی شمشیر بھی

آج الفت کا مری جاں امتحاں ہو جائیگا

بہرحال جانبازوں کا یہ لشکرِ جرار شہر کوفہ سے باہر نکلا اور نہایت جوش عجلت سے منظم ہو کر اس نے جنگی پوزیشن اختیار کر لی' نقارچیوں نے کوچ کا نقارہ بجانا شروع کیا' اور طوطی نے جوش و درد کی سریلی آواز میں کہا ۔

تیغ ابرو سے ہے شوق زخم کاری ان دنوں
نیم بسمل کیطرح ہے بے قراری ان دنوں
دوڑتے ہیں ہم جلو میں ایک شاہ حسن کے
توتیائے چشم ہے گردسواری ان دنوں

فوج نے میدان کربلا کی طرف منہ کرلیا' سلیمان کی قیادت کو سرفروشان راہ خدا نے عین ایمان وعبادت سمجھا' اسپ سوار بھی ہیں شتر سوار بھی غرض بڑے بڑے تجربہ کار شہسوار کارآزمودۂ پیکار' مظفر ومنصور بہ ہر معرکہ کارزار' ہزاروں پاپیادہ مرنے مارنے پرآمادہ میدان شہادت میں ایسادہ ہرایک غازی تیغ بے دریغ اور تلوار آبدار وحسام خون آشام سے مسلح گھوڑوں کے ٹاپوں سے زمین متزلزل ہورہی تھی' گردوغبار نے نواح کوفہ کوایک بگولہ بنادیا۔اب یہ جانبازان راہ حسینؑ سیلاب عظیم کی طرح نہر فرات کی طرف جارہے ہیں۔ناظرین انہیں میدان حق کی طرف جانے دیجئے' اور یہ تو آپ کے تصور میں محفوظ ہوگا' کہ ایک لشکر خونخوار اسی نہر علقمہ کے ساحل پر رات بھر داؤ پیچ کھاتا ہواواپس کوفہ کی طرف آرہاہے اسے آنے دو' کیونکہ عنقریب ۔

دیکھنا کیسی برابر کی پڑیں گی چوٹیں
یار کا آئینہ خانہ میں گزر ہونے دو

اس نقشہ بندی کے بعد اپنے ذہنوں کو سرزمین عراق سے نکال کرذراموصل کی طرف آنیکی دعوت دیجئے۔

پچپاسواں باب

ابنِ زیاد بدنہاد کی یورش اور قاتلان آلِ نبیؐ کی گرفتاری

عین دوپہر کا وقت تھا' اور آفتاب نصف النہار پر کہ ابن مطیع کندی کا سر شہر موصل کی دیواروں سے ٹکرانے لگا۔

"اے اور شتر سوار کھڑا رہ' اور اپنا نام و پتہ بتائے بغیر شہر میں داخل ہونے کا قصد مت کر۔" اس انتباہ کے سنتے ہی کندی غلام کھڑا ہو گیا' شہر کے مسلح پاسبان نے نزدیک آ کر صورت احوال دریافت کی کندی نے "ابن زیاد کی ملاقات" اپنا مقصد جتلایا اس پر سپاہی نے جواب دیا۔

"گورنر عراق بصد طمطراق مع افواج قاہرہ کل سے تشریف لے گئے ہیں' غالباً آج اُن کا مقام "منزل رئیف" پر ہو گا"

شتر سوار اتنا سنتے ہی غیر معروف راستہ کی بجائے اس سڑک پر ہولیا جو سیدھی کوفہ کو جاتی ہے' موصل میں توقف کرنا تضیع اوقات اور غیر ضروری سمجھ کر اس نے اپنا سفر بدستور جاری رکھا' اُسے دل ہی دل میں حسرت و افسوس ہوا' کہ کیوں کہ وہ سامنے والے سیدھے راستہ پر نہ ہولیا' تا کہ سرکاری قافلہ سے جلد ملاقاتی ہو جاتی' بہرحال وہ لگاتار مسافت طے کرتا ہوا شام کے بعد ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچا' اور تھوڑی دیر آرام کر کے پھر سرگرم سفر ہوا' حتیٰ کہ رات کے تیسرے پہر مقام مقصود تک پہنچ گیا۔

اب صبح کا ستارا نمودار ہو گیا' سحر ہو رہی ہے لیکن صبح صادق نہیں ہوئی کیا دیکھتا ہے کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے کئی میلوں تک اہل شام و عجم کے لشکر ڈیرے ڈالے پڑے ہیں' اکثر خاص خاص مقام پر مسلح سپاہی پہرہ دے رہے ہیں اور عام طور پر فوجیں

حملہ آور بے شمار سیاسی قیدیوں کو آزاد کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں' اسیران جیل زندان نے نکلتے ہی باغی لشکر سے مل گئے ہیں یہ سب لوگ ایک خوفناک یلغار کرتے ہوئے پرسوں صبح کے وقت سرکاری فوج پر دھاوا بولنے چلے گئے ہیں۔

کوتوال شہر کے حکم سے فدوی شتر سوار صرف حضور کی اطلاع کیلئے پہلے موصل پہنچا پھر وہاں سے بغیر توقف کے یہاں منزل مقصود تک پہنچا ہوں ۔

سارا جہاں سیاہ ہے آنکھیں میری سفید
دکھلا رہی ہے روز شب انتظار رنگ

ابن زیاد: اس خبر کے سنتے ہی بوکھلا گیا' اور اس نے قاصد سے دریافت کیا کہ:

"آخر باغی فوج ہے کس قدر؟ حضور! آٹھ ہزار ہوگی یا دس ہزار مگر خطرناک وہ لشکر ہے جو ملک عرب سے نکل کر کوفہ پر حملہ آور ہوا ہے' ابن مطیع نے کہا۔

اچھا تو شہر میں باغیوں کا اودھم اور ہریوں کی افراتفری بدستور ہے؟ ابن زیاد نے سوال

اس کے جواب میں کندی غلام نے عرض کیا:

"پرسوں کی رت تو کوفہ میں قیامت تھی' لیکن کل صبح سے امن وامان ہے' مگر ہر ایک عمارے بلکہ دارالامارہ تک پر باغیوں کا مکمل قبضہ ہے' نیزان کے مسلح لشکر نے شہر کے گرداگرد باقاعدہ محاصرہ بھی کر رکھا ہے' خدا ہی جانتا ہے کہ کوتوال صاحب نے کس تدبیر سے اس فدوی کو شہر سے نکالا۔ عالیجاہ! میں تو ابوترابی بن کر شہر سے نکلنے اور سانڈنی نکالنے میں کامیاب ہوا ہوں۔

اُدھر سرکاری فوجوں کا مقابلہ حجازی لشکر سے ہونے والا تھا' معلوم نہیں اب صورت حالات کیا ہے؟ بہرحال معاملہ نازک ہے سلیمان بن صرد خزاعی کی سرگردگی اور کمان میں تمام چھپے چھپائے پرانے ابوترابی خروج کی ظالمانہ اور باغیانہ صورت اختیار کر چکے ہیں ۔

اپنی اپنی جگہ میٹھی نیند کے خرانٹے لے رہی ہیں۔

ابن زیاد کا وسیع اور مرتفع خیمہ درمیان تھا' جس کے گرداگرد چھوٹے چھوٹے خیام نصب کئے ہوئے تھے' سینکڑوں مسلح پہرہ دار اس سرکاری علاقہ میں نہایت مضبوطی سے کھڑے تھے' ابن مطیع کندی نے سانڈنی کھڑی کر دی' اس وقت تم کون؟ ایک مسلح سپاہی نے نزدیک آکر دریافت کیا' پیام رساں نے جواب میں کہا کہ

''میں ہوں سرکاری قاصد' کہ کوفہ سے آ رہا ہوں اور ایک ضروری اطلاع گورنر کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں' مہربانی کر کے مجھے باریاب کرائیے!''

''یہ درست ہے' مگر حضور! ابھی تک خواب استراحت میں ہیں' آفتاب نکلنے کے بعد فوراً ہی بیدار ہوں گے تو تمہیں شرف ملاقات نصیب ہو جائے گا'' سپاہی نے کہا

آپ کا فرمانا بجا' لیکن ۔

ہوں بے قرار وادی غربت میں اسقدر
اک آن ہے مقام تو ہے ایک آن کوچ

اجی جس طرح بھی بن پڑے' انہیں میری اطلاع کیجئے! کیونکہ کوئی ساعت ایسی نہیں گزر رہی جسے محشر کی گھڑی نہ کہا جاوے' ممکن ہے کہ تاخیر کی ذمہ داری بھی آخر کار تم لوگوں پر ہی عائد ہو۔ قاصد نے کہا۔

غرض چند چوبداروں کے صلاح مشورہ کرتے آفتاب بلند ہونے لگا سورج کی کرنیں پہاڑیوں کے مرتفع مقامات کی روشن کر رہی تھیں کہ جس طرح بھی ہو سکا' ابن زیاد کی کچی نیند اچاٹ کی گئی' جب وہ بیدار ہوا' تو کندی غلام نے خیمہ میں داخل ہو کر ابن زیاد کی میٹھی میٹھی نیند کے بعد یہ تلخ حقیقت بیان کرنی شروع کر دی:

''حضور! کوفہ پر پرسوں اترسوں سے ابوترابیوں کا خطرناک حملہ ہو چکا ہے ان کی اچانک اور خوفناک یورش سے شہر بالکل تباہ و برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ جیل خانہ بھی توڑا گیا'

دل کا گاہک وہ ہلا کو ہے خدا خیر کرے

برملا حاکم ظالم کی خریداری ہے

یہ وہ اطلاعات تھیں جنہوں نے ابن زیاد کے دماغ کو چکرا دیا' وہ غصہ و رنج میں پیچ و تاب کھاتا ہوا بستر سے اٹھا اور باہر آ کر اپنے چند معتمد جرنیلوں کو فوراً حاضر ہونے کا حکم دیا۔

غرض تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ تین سیاہ فام مہیب انسان مگر قوی ہیکل دیو مسلح ہو کر ابن زیاد کے حضور میں حاضر ہو گئے' اور بعد آداب و سلام گویا ہوئے:

''سرکار! فدویاں کی طلبی کا سبب؟''

ابن زیاد: سبب؟ ارے دوستو! آخر وہی ہوا' جس کا کھٹکا تھا' یہ پیغام رساں کوفہ سے آ رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ بغاوت کے علاوہ عبداللہ بن زبیر نے ملک عراق پر باقاعدہ چڑھائی کر دی ہے' اس لئے اب بہت جلد مناسب تدبیر کو عمل میں لانا چاہیے۔

''جہاں پناہ! بغاوت کا فرو کر لینا تو ہمارے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لیکن ابن زبیر اور اس کی جرأت کو ایک زمانہ جانتا ہے زیادہ سے زیادہ لشکر دشمن کا چالیس ہزار ہو گا' یقین جانئے! اگر ایک لاکھ فوج سے مقابلہ ہو جائے تو شام کے لشکر اپنے کارہائے نمایاں اور روایتی شجاعت سے دنیا کو دکھا دیں گے کہ اس حکومت سے ٹکر لینا آسان چیز نہیں ''شامی جرنیلون نے کہا

ابن زیاد: دیکھئے! عبداللہ بن زبیر ایک طرف ابو ترابی کی ریشہ دوانیاں اور حملہ ایک طرف کیا خطرناک معاملہ نہیں:

ابن زیاد نے دماغ میں غرور و فرعونیت پوری طرح مسلط ہو چکی تھی اور باوجود پیغام سن لینے کے اس کی آنکھوں کے سامنے حقیقت کا پورا نقشہ نہ آیا تھا' یہ مغرور انسان ہرگز ہرگز حامیان آل محمدؐ کی یلغار سے خائف و متاثر نہ ہوا تھا' البتہ بطور آزمائش فوجی افسران کا مافی الضمیر معلوم کرنا چاہتا تھا' چنانچہ ابو ترابیوں کا نام لینے کی

یہاں ضرورت ہی کیا تھی؟

غرض اپنی سپاہ کا حوصلہ بلند کرنے کے بعد ابن زیاد نے فوراً کوچ کا حکم دے دیا' اور تین تیز رفتار سواروں کو لشکر سے پہلے بطور بدرقہ حالت کا جائزہ لینے پر مامور کیا گیا۔

اب یہ شام وموصل کی فوج کوفہ کی طرف جا رہی ہے۔ ابن زیاد کی مخاصمت 'عداوت اور کھلم کھلا دشمنی خاندان رسالتؐ سے ایک شہرہ آفاق اور ضرب المثل چیز تھی' اس پر بغاوت کے لفظ نے آگ پر تیل کا کام کیا۔

شامی لشکر لگاتار مسافت طے کرتا رہا لیکن بعض اوقات مصلحت کے ماتحت انہیں توقف کرنا بھی ضروری ہوتا' چنانچہ اگلے روز نصف شب کے قریب ابن زیاد کو یہ اطلاع پہنچی کہ کوفہ پر دشمن کا قبضہ ہو چکا ہے۔ سرکاری فوجیں کوفہ سے باہر ہیں' اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر مقابلہ ومقاتلہ کے عمر بن سعد وعمر بن زیاد مع اپنے ہواخواہوں کے میدان چھوڑ کر بصرہ کو بھاگ گئے ہیں' اور یہ بھی مصدقہ اطلاع ہے کہ سرکاری فوجوں کا زبردست اجتماع ہو رہا ہے۔

ابن زیاد اگرچہ مغرور تھا لیکن اس خبر سے اس کے چھکے چھوٹ گئے' حوصلے پست ہو گئے' چنانچہ کوفہ میں داخل ہونا' خلاف مصلحت سمجھ کر شہر سے صرف آٹھ کوس کے فاصلہ پر فوج کو ڈیرے ڈالنے کا حکم دے دیا' اور ابن مطیع کندی کو مامور کیا کہ وہ جس طرح ہو سکے کوفہ کے باہر سرکاری فوج خصوصاً عمر بن سعد اور عمر بن زیاد کے بھائی کی خبر سے فوراً آشنا کرے۔

فریاد کو میری نہ سمجھ بے اثر اے بت
کہسار کوان نالوں سے ہے زلزلہ آیا

ابن زیاد کا مخبر فقیرانہ بھیس بدل کر کوفہ کو روانہ ہو گیا' اور دو تین روز اسی افراتفری کے دوران میں ایک لنجے گداگر کی صورت بنا کر عام گشت کرتا رہا' اس بھیک منگے نے نہایت

ہوشیاری کے ساتھ کوفہ سے باہر کا بھی سفر کیا اور چوتھے روز واپس آ کر عبیداللہ ابنِ زیاد کے کیمپ میں اطلاع دی کہ:

"سرکار کوفہ خطرناک نینوا خطرناک' بلکہ سوائے اس طرف کے کہ آپ مقیم ہیں کوفہ سے دس دس پندرہ پندرہ کوس تک کے علاقے میں کہیں پر امن وعافیت نظر نہیں آتی' اگر آپ کی فوج نے یہاں سے ایک ذرہ برابر بھی کوفہ کی طرف حرکت کرنے کا اقدام کیا تو نہ ہماری خیر نہ ملک کی اس وقت شہر میں کوئی جنگ نہیں' کربلا کی سرزمین تک کہیں کسی حملہ کی اطلاع نہیں ملی لیکن دنیا کے تیور اس حد تک بدلے ہوئے ہیں' کہ صرف بزن کے حکم کا انتظار ہے۔

کوفہ میں کچھ دن ہوئے خوب لوٹ مار ہوئی لیکن صرف ایک رات' تاہم جانیں بہت کم نقصان ہوئیں' شاہی عمارات محفوظ ہیں' بڑے بڑے افسروں کے اہل وعیال اس وقت بالکل صحیح سلامت ہیں۔

شہر میں جابجا فوجوں اور لشکروں کے ٹھٹ لگے پڑے ہیں بعض بعض مقامات پر فوجوں کا اس قدر اژدہام ہے کہ اپنے پرائے کی تمیز مشکل ہے' غرض شہر کی حالت نہ پوچھیے' جابجا فوجیں ہر گلی ہر کوچہ و بازار میں مسلح پھرے گویا سرزمین عراق ایک منظم سازش کے ماتحت اس وقت فتنہ وفساد کا مرکز بن چکی ہے کیا تم نے ان حالات میں عمر بن زیاد و عمر بن سعد اور ان کی سرکاری فوج کا پتہ چلایا؟ ابن زیاد نے سوال کیا۔

ابن گندی نے عرض کیا کہ:

میں اس امر کی پوری تحقیقات کرنے سے اس لئے قاصر رہا ہوں کہ ارض نینوا میں کسی پرند چرند کو بھی قدم رکھنے کی جرأت وتوفیق نہیں ہے۔ البتہ یہ افواہ گرم ہے کہ وہ بغیر کسی مقابلہ کے بصرہ کی طرف چلے گئے ہیں۔ واللہ اعلم

اب ابن زیاد نے یہ رپورٹ سنتے ہی اپنی فوج کو فوری کوچ کا حکم دیدیا اور وہ مع

اپنے لاؤ لشکر کے سیدھا بصرہ کی طرف روانہ ہوگیا' عمر ابن زیاد و عمر بن سعد اور ان کے لشکر کے فرار کر جانے سے میدان یوں صاف ہوا کہ سلیمان کی فوج نے اُدھر کوفہ پر اِدھر کربلا معلےٰ کے وسیع علاقہ پر نہایت اطمینان سے قبضہ کر لیا۔

خاص کربلا سے ذرا دور ہٹ کر سلیمان بن صرد خزاعی اور اس کے شجاع و باا‌ثر جرنیلوں کا الگ کیمپ ہے جس میں ایک بڑا خیمہ نصب کیا گیا ہے' شام کے وقت مسعود بن عطا خزرجی کو طلب کیا گیا' ابن عطا نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا' اور حکم کے انتظار میں باادب خیمہ کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔

سلیمان نے مشورہ احباب کے بعد حکم دیا کہ وہ فہرستیں جو قاتلان امام علیہ السلام کی نہایت محنت سے تیار کرائی گئی تھیں' بہت جلد ہمارے سامنے پیش کی جاویں۔

چنانچہ نماز عشاء کے بعد یہ فہرستیں پیش کر دی گئیں' سلیمان نے چار سو بہادر سپاہیوں کو مسلم بن ریاح کی سرکردگی میں مامور کیا' اور حکم دیا کہ ان سب لوگوں کی کل رات تک گرفتاریاں عمل میں آجانی چاہئیں' کیونکہ یہ معلوم نہ ہیں کہ کل کو کیا صورت سامنے اجائے؟ اور مزید توقف و تساہل سے یہ ملاعنہ ہمارے ثارات الحسین علیہ السلام کی تیغ بے دریغ سے بچ کر نہ نکل جائیں۔

سمندر چشم تر باد مخالف آہ و نالہ ہے
یقین ہے کوئی دم میں کشتی تن کی تباہی کا

بہر حال یہ حکم سنتے ہی مرتب شدہ فہرستیں فراہم کر کے جو سلیمان کے سامنے پیش کی گئیں' تعینات فوجی دستہ کربلا سے کوفہ روانہ ہو گیا۔

اگلے روز دوپہر کے وقت مسیب کی سرکردگی میں دھڑا دھڑ در بندیاں اور گرفتاریاں شروع ہو گئیں' شہر میں عجیب قسم کا ہیجان پیدا ہوا' ہر طرف شور و شغب کی صدائیں بلند ہوئیں' بعض لوگ گھروں سے نکل نکل کر بازاروں کی نالیوں اور بد رروں میں

سر چھپانے لگے مسلح سپاہی پیادے اور اسوار مونڈھوں پر آہنی زنجیر لٹکائے بھوکے شیر کی طرح محلوں میں غرانے لگے غرض کوفہ میں آج قیامت برپا ہے۔ وہ ملاعنہ جو کوفہ میں پائے گئے طوق وسلاسل میں جکڑ جکڑ کر دارالامارہ کی وسیع عمارت کے صحن میں جمع کردیئے گئے۔

عصر کے وقت جائزہ لیا گیا' تو مسیب نے کہا کہ آج کی تگ ودو کا یہ مطلب نہیں کہ دشمنان آل رسولؐ اللہ کی ساری کی ساری جمعیت گرفتار ہوچکی ہے' بلکہ حالات شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے اکثر وبیشتر حصہ عمر بن سعد کی فوج میں ملازم ہے' اور کچھ مشہور آدمی گھروں سے غیر حاضر بھی پائے گئے۔ نیز ایک قلیل مقدار اس تازہ افراتفری میں فرار ہوگئی' آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے اعلان ہوگیا کہ شہر سے تمام موجودہ دشمن باغیان اسلام بغیر کسی مزاحمت کے گرفتار کرلئے گئے ہیں۔

اب ان سب کا اجتماع بجائے جیل کے دارالامارہ کے صحن وسیع میں ہوچکا کہ شام کے وقت سلیمان کا دوسرا حکم حسب ذیل مسیب کے نام موصول ہوا' فلاں فلاں چیدہ اور سرکردہ دشمنوں کو رات ہی رات کے اندھیرے میں طوق وزنجیر سے جکڑ کر ہمارے سامنے حاضر کرو۔

مسیب نے یہ حکم پاتے ہی چند لشکریوں کی معیت میں دارالامارہ کا دروازہ کھولا' اور تین سوستر ملاعنہ کو مسلح سپاہیوں کے سپرد کرکے کربلا کو روانہ کردیا۔ قاتلان امام علیہ السلام نے رات کے اندھیرے میں دارالامارہ سے نکلتے ہوئے کہا ؎

شب نظر کی ہم نے فرقت میں جو سوئے آسماں
اژدہا تھی کہکشاں عقرب ہر اک سیارہ تھا

بہرحال سردست کوفہ ونواح کے حالات مثل آئینہ سامنے نظر آرہے ہیں' حسینی سپاہ کیلئے تقریباً عراق کا یہ معتد بہ حصہ دشمنوں سے خالی ہوچکا ہے' ابن زیاد بھی فرار کرگیا' عمر سعد بھی موجود نہیں اب پہلا کام اس مقدس فوج کا شہر اور اس کے مضافات کا نظم ونسق

ہے اور قاتلان آل رسول کا صفایا اس کے بعد اپنے مستقبل کی فکر اور مکمل پروگرام۔

عمر بن سعد اور عبیداللہ بن زیاد کے متعلق یہ گمان کر لینا کہ وہ مع لشکر کے فرار کر گئے ہیں' کسی طرح بھی صحیح نہ تھا' اس لئے حجازی لشکر بجائے غافل اور بے پرواہ ہونے کے اپنی پوزیشن کے مضبوط کرنے میں سرتوڑ ساعی و منہمک تھا' چنانچہ صلاح و مشورہ کے بعد کوفہ کے چار اسواروں جان نثاروں کو تعینات کیا گیا' کہ وہ کفن سر سے باندھ کر بصرہ کر طرف ہو جایں' اور اپنی عقلی و دماغ تدبیر سے دشمن کے عزائم کا سراغ لگائیں۔

چنانچہ عمرو ابن سلمہ اور رقیقاع آر بیلی اور صامت بن اکوع اور علی بن ہالا کو مامور کر دیا گیا' جو چار تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر سیدھے بصرہ کو روانہ ہو گئے۔

صبح کی اذان ہو رہی تھی' بعض لوگ ابھی بستروں پر تھے اور فوج کے پہردار رات بھر کے جگرتے کے بعد اپنی تیغ وزرہ اور کمر بند کو اتارنے کی فکر میں تھے کہ مجرموں کا ایک زبردست گروہ زنجیروں میں جکڑ ہوا سلیمان کے کیمپ میں داخل ہوا۔

سلیمان کو جونہی اطلاع دی گئی تو اس نے اپنے حکم کی تعمیل پر نماز سے فجر سے پہلے شکرانہ کے نفل پڑھے اور زیارت سے فارغ ہو کر پوری کروفر اور شان موفیت کیساتھ خیمہ سے باہر نکلا۔

اس معمولی نقل و حرکت کو ابھی ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا' کہ ہزاروں کی تعداد میں مسلح اور غیر مسلح سپاہی جمع ہوئے اور ان مجرموں کے گرداگرد وسیع تر حلقہ بنالیا' سلیمان نے ان قیدیوں کو زمین پر بیٹھ جانے کا حکم دیا' اور خود کھڑے ہو کر ان سے یوں مخاطب و مکالمہ فرمایا:

''او بدتریں مخلوق' انسان نما درندو! او جہنم کا ایندھن بننے والو کے شقی القلب اور سنگدل ظالمو! تم نے محمد رسولؐ اللہ کی بے وطن عترت کا کون سا جرم ثابت کیا؟ جس کے عوض تم لوگوں نے نہ خدا کا خوف کیا' نہ رسولؐ کے ننگ و ناموس کا خیال کیا تم نے ایک طاہر و مطہر خاندان ظلم و ستم کی تیغوں سے تشنہ و گرسنہ ذبح کر ڈالا تم نے اسلام

کو یہود و نصارے کی نظروں میں شرمندہ و سبکسار کیا انسانیت کے دشمنو اور روز جزا کے منکرو! او نام نہاد مسلمانوں ننگ انسانیت وحشیو! مسافر او ابن السبیل کی خاطر داری یونہی کی جاتی ہے"۔ سلیمان اس ستم کیش مجمع کے سامنے زار زار روتا جاتا اور بھرائی ہوئی جوشیلی آواز سے تقریر کرتا جاتا تھا۔

ہزار ہا سامعین دھاڑیں مار مار کر آہ و فغاں کرتے اور حکم کا انتظار انہیں بے چین کئے جا رہا تھا یہ لوگ دیر تک اس تمنا میں کھڑے رہے کہ ان خبیثوں کے متعلق انہیں کوئی حکم ملتا ہے اور وہ زمین خدا کو ان بدروحوں اور بدفطرت ہستیوں سے آناً فاناً پاک کرتے ہیں لیکن سلیمان نے کسی خاص مصلحت کے ماتحت حکم دیا کہ سردست اس گروہ ملاعنہ کو بہت جلد میری آنکھوں سے اوجھل کر دو۔ اور تا حکم ثانی یہاں سے دور کر کے ایک جگہ پر مقید اور زیر حراست رکھو۔

اس کے بعد دو غفار بھائیوں کے شعر کہنے شروع کئے جو انہوں نے شدت پیاس میں عاشورہ محرم کو کہے ۔

قد علمت ح ابنوا غفار وحندف بعد بنی نزار

لنضربن معشر الفجار بکل عضب مارم بتار

یاقوم ذودوا عن بنی الاحرار بالمشرفی والقنا الخطار

یعنی بنی غفار اور قبائل نزار نے اچھی طرح جان لیا ہے کہ ہم نے پناہ شمشیر آبدار سے فاجروں کے ٹکڑے اڑا دیں گے۔ اے قوم! شمشیروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کرو۔

غرض ان قیدیوں کو ایک ایسے مقام پر لے کر محبوس کیا گیا' جہاں پر گنج شہیداں اور دریائے فرات کے لہریں سامنے نظر آتی تھیں' اور امام حسین علیہ السلام کی شکایت نہر علقمہ کو صاف سنائی دیتی تھی' اے فرات! شرم کر کہ: ایک قطرہ نہ پیئے آل پیمبر نکلا' کوفہ میں دشمنان خاندانِ رسالت کی تلاش بدستور جاری ہے۔

اکاونواں باب

بصرہ کی دیکھ بھال

''میرا خیال ہے کہ ہم منزل مقصود تک پہنچ گئے ہیں' کیا یہ مناسب نہ ہوگا؟ کہ یہیں پر ٹھہر جائیں'' ابن الاکوع نے کہا

''منزل مقصود میں نہیں سمجھتا کہ اتنی طویل مسافت اس قلیل عرصے میں طے ہو چکی ہو نہیں بھائی ابھی بصرہ بہت دور ہے'' ابن سلمہ نے کہا

''اصل یہ ہے کہ تم لوگ کبھی ادھر آئے ہی نہیں' اس لئے دھوکا کھا رہے ہو' دیکھئے! وہ کھجوروں کے جھنڈ اور ان کے ایک طرف اونچی اونچی عمارتی اور مکانات کے بلند کنگرے' بس یہ نشانی ہے' کہ اس بستی کے بالکل نزدیک بصرہ ہے' بس بس گھوڑوں کی رفتار کم کردو یہی مقام ہے کہ ہمیں اپنی عقل وخرد اور ہوش وحواس کا ثبوت دینا ہوگا'' ابن الاکوع بولا اب یہ چاروں سوار گھوڑوں سے اتر پڑے اس وقت گھوڑے پسینہ سے شرابور اور پانی پانی تھے گویا کسی نہر سے نہلا کر لائے گئے ہیں' اور خود بھی یہ شجاعان عجم دور کی منزل طے کر کے چکنا چور ہو چکے تھے اور ہر ایک کی زبان پر جاری تھا ۔

لے چلے ہیں کوئے جاناں سے یہ وحشت میں مجھے

وادئ پرخار پر موقوف ہے تعزیر پاء

رات بہت سیاہ تھی' اور آسمان پر سیاہ بادل بھی چھائے ہوئے تھے بہادر سپاہیوں نے گھوڑوں کو ملنا شروع کیا' اور بعد ازاں خود بھی چند لمحوں کیلئے اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے' تا کہ تکان کم ہو جائے اگرچہ اندھیرے میں کچھ سوجھائی تو نہ دیتا تھا' لیکن نظر دوڑا کر ایک محفوظ جگہ منتخب کر لی گئی۔ یہ جگہ کیا تھی؟ ایک نہر کا کنارہ اور اس پر کم کم کھجوروں کے درخت اور سرکنڈا' قد آدم کے

برابر خار دار جنگل جھاڑیاں۔ یہاں پہنچ کر صلاح مشورہ کرنے لگے کہ بادل برسنے لگا' بجلی کڑکی اور ساتھ ہی ساتھ ژالہ باری بھی شروع ہوئی' تیز و تند ہوا نے ایک طوفان خوفناک کی صورت اختیار کر لی' یہ سماں نہایت ہیبت ناک تھا' مصیبت یہ ہوئی کہ اولوں کی وجہ سے گھوڑوں نے بدکنا اور ہنہنانا شروع کر دیا۔ ان چاروں سرفروش مومنوں پر یہ ثابت ہو گیا کہ شہر بصرہ بالکل سامنے اور نزدیک ہے جہاں پر دشمنان اہلبیتؑ کا اجتماع ہو رہا ہے۔

بارش کی فراوانی' ژالہ باری' بجلی کی کوندرات کی ظلمت' سفر طویل کی تکان' بھوک پیاس کی شدت وغیرہ وغیرہ مہیب نظارے ان عزم صمیم کے پتلوں کو متاثر نہ کر سکے لیکن دشمن شہر سے نزدیک ایسے نازک دور میں' جنگل بر بر میں' گھوڑوں کا چیخنا ہنہنانا ان کیلئے سیاسۃ نقطۂ نظر کے پیش نظر بہت خطرناک تھا' قیقاع گھبرایا' بلکہ بے تابی میں اس نے گھبراہٹ کا اظہار بھی کیا۔

اڑ گیا مجھ کو نظر آتے ہی کیا وہ شہسوار
رشتہ نظارہ گویا تازیانہ ہو گیا

ابن سلمہ نے لَا تَحْزَنْ کہہ کر ایک ڈانٹ بتلائی کہ او ناقص الایمان! تیرا دعوے' حسینیت کا اور ثارات الحسینؑ کی فوج کا سپاہی' پھر ایک خفیف ترامر سے بچوں کیطرح گھبرا رہا ہے۔

صدمے پہنچے ہیں ہمارے بازوں پر سینکڑوں
گم ہوئے ہیں اپنے یوسف سے برادر سینکڑوں
یہ سعادت لکھی ہے قسمت میں کسی دیکھئے
خون گرفتہ ایک میں ہوں اور خنجر سینکڑوں

علی بن حالہ نے آگے بڑھ کر کہا اگر یہ خاکی وجود جل کر فنا و سیاہ اور گل کر تباہ بھی ہو جائے تو بھی "جذبہ انتقام" میں کمی نہ آئے گی'

ارے گھوڑے تھم جا' وہ بھی تو گھوڑا ہی تھا۔ اَقْبَلَ بِزُلُفٍ نحوَ خَيْمَةِ النِّسَاءِ وَهُوَ يَصْهَلُ ارے ے۔

تا ابد دل کو نہ بھولے گی ملاحت یاری
عشق ہے روز ازل سے حسنِ شورانگیز کا

گھوڑے تیری ہنہناہٹ اور ٹاپوں کی اہٹ اس سنسان اور شب دیجور کی سنساہٹ ہم فدائیان اہلبیتؑ کو کیا کچھ یاد دلا رہی ہیں۔ آہ! امام کی جان نثاری کی مدعی فوج! کہہ دے کہ:

يَالَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْياً مَّنْسِيّاً

آج ایک اور رات جب کہ ماہ تاباں سے آل محمدؐ کی غربت و تنہائی نہ دیکھی گئی' بے تاب ہو اغش کھا گیا' یاد آئی' تو بارش کے ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں میں جوش الم سے سیلاب اشک اُمڈ آئے یہ ایک جذبہ غیرت اسلام تھا' جس نے آسمان نیلگون اور چرخ نیلوفری کی رفتار کج کو راست کر دے۔ یا بارش تھم گئی' اور کھجوروں کی اوٹ میں گھوڑوں کو جھاڑیوں سے باندھ دیا گیا۔

ابن سلمہ اور صامت نے فوجی وردی اتار دی اور اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کیں' کمر ہمت باندھی' اور اندھیرے ہی اندھیرے میں کیچڑ کی دلدل سے گزرتے ہوئے شہر کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔

جامع مسجد بصرہ میں صبح کاذب کے وقت نماز فجر کیلئے اذان ہو رہی تھی جونہی ان کے کان میں اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کیا آواز پہنچی' انقلاب زندہ باد کہتے ہوئے مسجد کو روانہ ہوئے راستے میں ایک بہتے ہوئے نالہ میں اپنے جوتے دھوئے اور وضو کر کے جامع بصرہ میں داخل ہو گئے اندھیرا تھا' اور کوئی شخص کسی کو کچھ فاصلہ پر پہچان نہ سکتا تھا۔

بھیگے بھیگے کپڑوں والے مسافر کچھ دیر مسجد میں بیٹھے رہے جب نمازی جمع ہو گئے

اور صبح صادق نمودار ہونے لگی تو قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کی ندا نے سب لوگوں کو ایک امام کے پیچھے کھڑا کر دیا اور نماز و دعا کے بعد اکثر لوگ مسجد سے باہر چلے گئے اور اکثر آدمی مسجد میں بیٹھے رہے مطلع بدستور ابر آلود تھا لیکن بارش تھم گئی تھی۔

دریں اثنا ایک پھٹے پرانے کپڑوں والا تباہ حال فقیر اٹھ کر بولا:

"مسلمانو! نمازیو! ہم دو مسافر آج رات سڑک پر سوئے ہوئے بارش اور ژالہ باری کی زد میں آ کر نڈھال ہو گئے ہیں' کدا کیلئے کوئی نمازی ہمیں شکم سیر کر کے خدا سے ثواب حاصل کرے"۔ "ارے تم مسافر کہاں سے آئے اور کہاں جانے کا ارادہ ہے؟" ایک نمازی نے سوال کیا۔

"بابا ہمیں بحرین کی طرف جانا ہے اور ہم سے کیا پوچھتے ہو؟ ۔

شہر خوباں میں رہا کرتے ہیں ہم خانہ بدوش

شب ہوئی جس کوچہ میں بستر لگا کر رہ گئے

کسی خدا کے بعد نے جو ترس کھایا فوراً چند گھروں سے روٹیاں جمع کرلایا' اور کھجوریں اور تھوڑا سا اونٹنی کا تازہ دودھ بھی ساتھ لے آیا۔

اب ان غریب و بے کس بحرینی مسافروں نے الگ ایک کونہ میں جا کر تھوڑا بہت برائے نام ناشتہ کیا اور کچھ کھانا اپنے ہمراہیوں کیلئے رکھ لیا' ان کے گلے سڑے چوغے 'پھٹے پرانے جوتے اور نہایت تباہ حالت اسی کی مقتضی تھی کہ کسی شخص کو ان پر سیاسی شبہ نہ ہو سکے' دن نکل آیا لیکن یہ نمازی مسجد سے نہ نکلے' بلکہ بے کار بوڑھوں کی طرح چوکڑیاں جما کر بیٹھ گئے۔

ابن سلمہ اور صامت ناشتہ سے فارغ ہو کر یونہی اونگھ رہے تھے' ابن سلمہ کا تو دو دفعہ ماتھا فرش پر آ رہا ہے۔ "سو جاؤ بابا سو جاؤ (رحم سے) بے چارے غریب رات کی مصیبت سے اور رتجگے سے کوفتہ ہو گئے ہیں لیٹ جاؤ' وہیں" ایک نمازی نے کہا بھیگے بھگائے چیتھڑوں سمیت چٹائی پر اس مجمع کے نزدیک لیٹ گئے' اور اتنی جلدی سوئے کہ دم

کے دم میں زور زور سے خراٹوں کی آوازیں آنے لگیں' لیکن جب یہ مجمع خاموش ہوتا' تو یہ خراٹے بھرتے اور جب مجمع مصروف گفتگو ہوتا' تو خراٹے ختم۔

اب نمازیوں نے باہم قیل وقال شروع کر دی۔ "خدا کے فضل سے عمر ابن سعد کی فوجیں بھی چھاؤنی میں پہنچ چکی ہیں" "سنا ہے کہ ابن زیاد بھی مع لاؤ لشکر کے موصل کی طرف سے آرہا ہے" "آرہا ہے؟ وہ تو آ بھی چکا ہے"

"بھئی بڑا لشکر ہے اور بے شمار فوجیں جمع ہو رہی ہیں"

"میاں مقابلہ بھی تو تھوڑا نہیں' جنگ ہے مدینہ والوں کے ساتھ اور کوفہ والوں کا تو صفن صفایا کیا جانے والا ہے کہ کوئی ان کا نام لیوا باقی نہ رہے" "دعا کرو خدا بصرے کو سلامت رکھے" "ایک دفعہ پہلے بھی افراتفری پڑی تھی۔ جب ابوتراب کی حکومت کا تختہ الٹنے کا بندوبست کیا گیا تھا" "وہ بہادری تو جناب معاویہ اور ام المومنین کے تھے" "اجی وہ وقت کچھ اور تھا' اب تو جناب عمر و عبیداللہ و ابن سعد' ایسے ایسے سپہ سالار تجربہ کار بہادر اور جرار افسران کی ماتحتی میں وہ وہ تیاریاں ہو رہی ہیں کہ سینکڑوں سالوں تک دشمن سر نہ اٹھا سکے"

"خیر میاں دشمن نے بھی تو چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں" "درست ہے اگر وہ ساگ سبزی ہوتے تو یہ سب جرار کوفہ چھوڑ کر بصرہ کو کیوں بھاگ آتے؟"

"اس بدگمانی کی ضرورت؟ یہ تو جرم ہے اور معصیت بلکہ سراسر بغاوت تمہیں کیا معلوم؟ کیوں آئے؟ کیسے آئے؟ اور کن حالات کی ماتحت آئے؟

"میاں یہ سب جنگی چالیں ہوا کرتی ہیں' اور عنقریب ان کا راز کھل جائے گا"

"ہاں بھائی میں بھی تو یہی کہہ رہا تھا کہ کوئی سرکاری چال ہوگی" "ہمارے لڑکے جو فوج میں ملازم ہیں روزانہ آ کر تذکرے سنا جاتے ہیں" مسجد میں ہزاروں تبصرے ہوتے رہے۔ "خر خرڑ' زور سے خراٹے" "بھلا ہو بابا بھلا ہو۔ خدا آپ لوگوں کو جزائے خیر دے ہم

تو برسوں سے بھوکے تھے جزاکم اللہ" اتنا کہا اور چپکے سے صامت اور سلمہ مسجد سے باہر نکل گئے۔ ابن سلمہ کے مشورہ سے صامت تو سیدھا جنگل کی طرف سدھارا اور صامت پاس ہی ایک بڑے مکان کی مردانہ ڈیوڑھی میں جا بیٹھا" بابا نزدیک ہو کر بیٹھ' دور الگ کیوں بیٹھا ہے کون ہے؟ کدھر سے آیا؟ اور کہاں کا ارادہ ہے؟" صاحب خانہ نے کہا صامت ۔

ہم فقیروں کو ہے دیوار کا سایہ کافی
خوش رہیں وہ جو کہ خستانہ میں آرام کریں

بابا' ہم دو غریب مسافر ہیں' بحرین کو جانے والے ہیں' مسجد میں مسلمانوں نے کھانا کھلایا اور پھر ہم سو گئے میرے ساتھی کو بد ہضمی سے کچھ تکلیف سی ہو گئی ہے اور وہ جنگل میں برائے قضائے حاجت چلا گیا ہے۔ بھائی ہم بہت بے کس ہیں۔

"ارے تم مسافر ہو اور پردیسی تمہیں بصرہ میں نہیں رہنا چاہیے یونہی کہیں دھر لئے جاؤ گے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ اسی ہفتے کوفہ پر حملے ہونے والے ہیں' فوجوں کی زبردست چڑھائی ہو گی' کل سارے شہر کے نوجوانوں کو لکھ لیا گیا ہے۔ اگر خیر چاہتے ہو تو جانیں لے کر بصرہ سے باہر نکل جاؤ۔ ورنہ یونہی دھر لئے جاؤ گے"۔ مشورہ دیا گیا۔ اتنے میں ابن سلمہ بھی آ گیا اور صامت کے پاس نہایت بری اور ذلیل حالت میں بیٹھ گیا' صامت نے اشاروں ہی میں یہاں سے نکل جانے کو کہا' کہ دفعتہ ابن سلمہ کے پیٹ میں خطرناک درد اٹھا چیخنے چلانے لگا۔ اسے غشی کی حالت میں زمین پر تڑپتا دیکھ کر گھر والوں کے اوسان باختہ ہو گئے۔ اور صامت غریب کا رونا دیکھا نہ جا سکتا تھا' اِدھر اُدھر ہمسائے جمع ہو گئے' آخر تجویز یہ ٹھہری کہ اس بیمار اور اس کے ساتھی کو فوجیوں کے مطب پہنچایا جائے' چنانچہ مردہ صورت ابن سلمہ کو اس طرح تڑپتے لوٹتے ایک دو آدمیوں نے کاندھوں پر اٹھایا اور بصرہ کی چھاؤنی میں لے گئے۔ اگرچہ سپاہیوں نے فوجی علاقہ میں

آنے پر اعتراض کیا لیکن مسافر کی بے کسی اور غریب الوطن بیمار پر ترس کھا کر زیادہ باز پرس نہ کی۔ یہ سیدھا چھاؤنی کے مرکز میں جہاں پر احکام کی میٹنگ ہو رہی تھی پہنچ گئے افسران نے نہایت غضبناک ہو کر اعتراض کیا' لیکن نزدیک جا کر بیمار کی خطرناک اور قابل رحم حالت کے پیش نظر تجربہ کار طبیب کو فی سبیل اللہ دوائی دینے کا اشارہ کیا۔

شہر کے آدمی مردہ لاش سمجھ کر ان مسافروں کو یہاں چھوڑتے ہی ڈر کے مارے بھاگ گئے۔ ابن سلمہ پر دوائی کا یہ اثر ہوا' کہ آنکھ لگ گئی اور سو گیا' صامت ایک مجنون بے دست و پا مفلس ساتھی کانوں سے بہرہ اور چلنے میں لنگڑا اور زبان لکنت بیان سے ''غوں غوں'' کرتا۔ ''ارے انہیں یہاں سے دفع بھی کرو' ایک فوجی افسر نے کہا۔ ''مریض کو کچھ افاقہ ہے' ذرا اجازت آرام کی دیجئے' اور تھوڑی سی شفا ہونے پر یہاں سے نکال دیئے جائیں گے'' سرکاری طبیب نے کہا عصر کے قریب یہ سرکاری مجلس مشاورت برخاست ہو گئی اس میٹنگ میں فوجوں کی تعداد جنگ کے محاذ اور سپہ سالار کا تعین وغیرہ وغیرہ تمام اہم فیصلے ہو گئے لیکن بجائے تاریخ مقرر کرنے کے یہ طے پایا کہ پورے بیس روز کے اندر اندر عراق پر حملہ ہو جانا چاہیے۔

(اٹھتے ہوئے) ''ارے نکالو اس غلاظت کو یہاں سے'' ایک افسر نے کہا (ارے یہ لوگ ہیں کون؟ پتہ تو کرنا چاہیے' دوسرے آفسر نے کا)

''جی ہاں پورا پتہ تو یہی ہے کہ لگاتار تہ بند میں پیشاب کرتا جا رہا ہے اور دوسرا پاگل سا لنگڑا غوں غوں کے سوا کچھ جانتا نہیں'' ایک سپاہی نے ہنس کر کہا

غرض دو سپاہیوں کو حکم دیا گیا کہ ان کو بصرہ چھاؤنی سے بلکہ شہر سے بھی باہر کر کے جلد واپس آ جاؤ۔

غرض ایک سرکاری گاڑی پر ان مسافروں کو لاد کر چھاؤنی اور شہر سے باہر نکال کر سپاہی واپس ہوئے۔

باونواں باب

بصرہ کی فوجی تیاریوں کی سلیمان کو اطلاع

جب تک کہ دن کی روشنی باقی تھی اور دور و نزدیک سے دیکھنے والے دیکھ رہے تھے یہ دونوں مسافر لنگڑاتے لڑکھڑاتے گرتے اٹھتے بے حد ذلیل اور قابل رحم حالت میں چلے جا رہے تھے' حتیٰ کہ دن غروب ہو گیا' شام کی سیاہی چھا گئی اور شہر بصرہ کے محلات کی دیواریں آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں۔

اب کیا تھا' آن کی آن میں یہ شجاع اور سرفروش جوان شیر ببر کی مانند اپنے دونوں ہمراہیوں کے کیمپ میں پہنچ گئے جو جنگل کی جھاڑیوں میں چھپے ہوئے انتظار کر رہے تھے۔

''صد آفرین ابن سلمہ کمال کر دیا بھئی بیمار تو بنے لیکن کمبخت! بول و براز بھی تہ بند میں کرتے رہے' غالباً شامی فوجوں کے خوف سے تو ایسا نہیں ہوا؟'' صامت نے کہا'' اے سرکار! میں تو بیمار بنا ہی تھا لیکن آپ کے غوں غوں نے تو کمال ہی کر دکھایا واہ رے لنگڑے لولے مسافر! بڑے بڑے فوجی اور سول افسروں کو الو بنانے والے دوست! واللہ اگر ایسا نہ بھی کیا جاتا تو ہمارے سر قلم نہ ہو جاتے؟ خدا کا شکر ہے کہ ہماری تدبیریں کامیاب ہو گئیں'' ابن سلمہ نے کہا

''اچھا اٹھیئے اور یہ پاس ہی ایک نالہ بہتا ہے یہ پاکیزہ وردی اتار پھینکیے! غسل کیجئے! اور صحیح معنوں میں ابن سلمہ و صامت بن جایئے!'' ابن الاکوع نے کہا

غرض سب نے غسل کیا' رات کا وقت تھا تھوڑے سے ستو کھائے اور گھوڑوں پر زین کس لئے گئے' اب یہ چاروں بہادر بجلی کی طرح راتوں رات سرگرم سفر ہو گئے۔ اور عرصہ قلیل میں مسافت کثیر طے کر کے میدان نینوا میں جہاں سلیمان بن صرد خزاعی کا زبردست فوجی

کیمپ تھا پہنچ گئے۔ دوپہر کا وقت تھا کہ سلیمان کے خیمہ میں پہنچ کر ان چاروں مخبروں نے جھک کر سلام کیا۔

علیکم السلام اخاہ! جیتے جاگتے پہنچ گئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ کہیے ہمارے ازلی دشمنوں کا بصرہ میں کیا حال ہے؟ سلیمان نے سوال کیا۔ اس کے جواب میں ابن زیاد عمر بن سعد وغیرہ کی تجویزیں آئندہ محاذ کے نقشے فوجوں کی صحیح تعداد دشمن کے ارادے غرض تمام پوشت کندہ حالات جن کی تفصیلات باعث طوالت ہیں بیان کردی گئیں اور آج رات کو اسی مقام پر بڑے بڑے افسران اور جنگ آزما تجربہ کار فوجیوں کی مجلس میں تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ ''اچھا ابن سلمہ! شاباش تم لوگوں نے حق اعتقاد پورا کیا مناسب یہ ہے کہ اب تو لوگ آرام کرو۔'' سلیمان نے کہا صامت! جناب عزت مآب والا شان سلیمان! ؎

جبیں سائی کو سنگ آستان یار بہتر ہے
کمر تکیہ کو قصر یار کی دیوار بہتر ہے

''عالی وقار بلند نشان سلیمان! وہ قاتلانِ آلِ رسول کیا ہوئے؟ غالباً ٹھکانے لگادی ہوں گے؟ '' صامت نے سوال کیا۔ جو حکم لوح محفوظ سے ہوا ہم نے کیا لیکن ان قاتلوں کا قائل میں نہیں ہوں ؎

نقش مستوری و مستی بہ بدست من و تست
آنچہ استادِ ازل گفت بکن آں کردم

معلوم ہوا کہ تا حال کسی دشمن آل محمد کو موت کے گھاٹ اتارا نہیں گیا البتہ آج تک فہرستوں کے مطابق قاتلان امام علیہ السلام کی تلاش اور گرفتاریاں برابر جاری ہیں اور امام کے نام لیوا روحانی عشق میں سرفروشوں پر سرگرم عمل کیتے پھرتے ہیں ؎

زندہ وہی ہیں جو کہ ہیں تم پر مرے ہوئے
باقی جو ہیں سو قبر میں مردے بھر ہوئے

ترنپواں باب

ابن نمیر کی شامی فوجوں کا مکہ معظمہ پر حملہ

ناظرین پر واضح ہو چکا ہے کہ مروان (بادشاہ شام) کے حکم سے ابن نمیر کی سرگردگی میں ایک لشکر جرار شامی فوجوں کا بیت اللہ پر حملہ کرنے کی غرض سے دمشق سے روانہ ہو چکا تھا۔

یہ موذی لشکر کئی دنوں کی مسافت کے بعد منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا سرزمین حجاز میں داخل ہو گیا' اگرچہ عبداللہ بن زبیر کو پہلے سے اس کی روانگی سے اطلاع ہو چکی تھی' لیکن وہ اس خبر سے گھبرایا نہ تھا' کیونکہ اسے اپنے لاؤ لشکر اور بے پناہ فوجی طاقت پر پورا پورا بھروسہ تھا' لیکن آج عصر کے وقت جب ابن زبیر اپنے امور سلطنت کے مکمصہ سے مخلصی پا کر ذرا آرام کرنے کو تھا کہ حاجب نے ایک غیر ملکی ایلچی کی آمد سے اطلاع دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی' چنانچہ خلیفہ وقت نے ایلچی کو اندر بلایا۔ جس نے جھک کر تین سلام کئے اور ایک پروانہ حضور خلیفہ میں پیش کر دیا۔

"سرکار بلند وقار بادشاہ معظم سلامت باشید"

سلام مسنون اب سے التماس ہے کہ وہی ابن نمیر ملعون جس نے یزید بن معاویہ کے حکم سے بحیثیت سپہ سالار مسلم بن عقبہ کے فی النار ہو جانے کے بعد شامی فوج کی کمان سنبھالی تھی' اور فوج کشی کر کے مکہ معظمہ کو برباد کیا تھا' آج ایک بے پناہ لشکر لے کر سرزمین مقدس میں داخل ہو چکا ہے اس کی تیاری کچھ اس رنگ میں نظر آتی ہے کہ راستہ میں کوئی معمولی فوج اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لئے حضور کو سرکاری طور پر خبردار کیا جاتا ہے کہ اس کی روک تھام کا پورا پورا بہت جلد اہتمام کیا جائے۔ والسلام "خاکسار ابو رافع اسدی"

یہ حیرت انگیز اطلاع پا کر فی الفور ارکین سلطنت کو دربار خاص میں طلب کیا گیا' اور یہ

قرارداد باتفاق رائے پاس ہوئی کہ مکہ معظمہ کو محفوظ رکھنے کیلئے پوری پوری تیاری کے ساتھ جبل عرفات سے بہت دور شامی لشکروں کا مقابلہ کیا جائے اور شہر میں عام اعلان کردیا جائے کہ مکہ کی رعایا نہایت پامردی سے اپنے اپنے ننگ وناموس کا بچاؤ کریں۔ لیکن شہر سے ایک متنفس بھی باہر نہ نکلے کیونکہ افراتفری کا مظاہرہ دوسروں کیلئے بزدلی کا باعث اور خطرہ کا موجب ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس قرارداد کو عام منادی کرکے عملی جامہ پہنایا گیا اور رات ہی رات حجاز کے لشکر مسلح کردیئے گئے۔

آج صبح نماز فجر سے پہلے مکہ کے شمالی کنارے پر عبداللہ بن زبیر کی افواج قاہرہ نے ایک عام مظاہرہ کیا خلیفہ نے اپنی طاقت کا نظارہ کرتے ہوئے حجاز کو ناقابل تسخیر تصور فرمایا۔ ادھر عام رعایا نے بھی مسلح ہوکر شہر کو مضبوط کرنا شروع کردیا۔ یہ فوج ظفر موج نعرہ تکبیر بلند کرتی ہوئی مکہ سے رخصت ہوئی اور شہر سے بارہ میل دور جاکر ابن نمیر کی شامی فوجوں سے مڈھ بھیڑ ہوگئی یہ ایک خوفناک مقابلہ تھا جو بعد دوپہر سے آفتاب غروب ہونے تک لگاتار جاری رہا۔

اس دست بدست لڑائی میں زرہ پوش تازہ دم حجازی لشکروں نے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے شام ہوتے ہی شامیوں کی فوجوں کے کشتے کے پشتے لگ گئے اور عارضی طور پر جنگ بند ہوگئی۔

صبح ہونے سے پہلے شام کے لشکر نے فوجی پوزیشن لیکر کچھ اس انداز سے شبخون مارا کہ عبداللہ بن زبیر کا لشکر شامیوں کے حملہ کے تاب نہ لاکر بھاگ کھڑا ہوا اس خلاف توقع شکست کی اطلاع فی الفور دارالخلافہ میں پہنچ گئی اور معلوم ہوا کہ ابن نمیر کی فوج برابر تعاقب کرتی ہوئی مکہ معظمہ کی طرف بڑھتی چلی آرہی ہے ابن زبیر سخت گھبرایا اور امیر مختار کو طلب کرکے اسے سپہ سالار مقرر کیا اور نہایت عجز وانکسار کے ساتھ ملتجی ہوا کہ: "مختار الثقفی تلوار کا امتحان ہے اور اسلامی عزت وآبرو کی محافظت کا یہ پہلا موقع ہے اگر خدانخواستہ مکہ والوں کو شکست ہوگئی تو بس اسلام کا خاتمہ ہے" یہ سنکر مختار نے ایک نعرہ لگایا اور یہ کہہ کر

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفاں موج افزا
دل افگندیم بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا

فوجی لباس میں ملبوس زرہ وبیضا سے مسلح ہوکر باہر نکلا اور ایک مختصر دستے کے ہمراہ مقابلہ کیلئے روانہ ہوا۔ ہزیمت خوردہ فوج سے مل کر بلند آواز سے ندا دی۔

آنکہ جنگ آرد بخون خویش بازی مے کند
روز میداں ہر کہ بگریزد بخون لشکرے

لشکریو! سنو! میں ہوں مختار بن ابوعبیدہ ثقفی اور میں ہوں حجازی لشکر کا سپہ سالار شامی لشکر کو بڑھنے دو اور خود ثبات و استقلال قدم کے مظاہرہ سے سیسہ پلائی دیوار بن جاؤ۔ اور اسلامی خلوص وجرأت کے کرشمے دیکھو۔

مختار کی مختصر تقریر سے لشکر میں شجاعت ومردانگی کا وہ جوش پیدا ہوا کہ مکہ معظمہ سے صرف چار میل کے فاصلہ پر زبردست مقابلہ شروع ہو گیا اور ادھر دارالخلافہ سے ایک اور تازہ دم کمک ابراہیم بن مالک کی سرکردگی میں پہنچ گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شامی فوجوں کے چھکے چھوٹ گئے اور گردونواح کی پہاڑیوں کی غاروں اور چوٹیوں پر شامیوں کی لاشیں ہی لاشیں نظر آنے لگیں۔

اب بقیۃ السیف شامی لشکر مع اپنے سپہ سالار ابن نمیر کے جانیں لے کر بھاگنا شروع ہو گئے اب اس فتح عظیم کے بعد مختار و ابراہیم نے ان کا تعاقب مناسب نہ سمجھا اور اپنی فوج ظفر موج کو ہمراہ لے کر بحیثیت فاتح اعظم کے شادماں شہر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ بیت اللہ شریف میں چراغاں کیا گیا' اور سرکاری طور پر جابجا لنگر جاری کیے گئے' جن میں فقرا و مساکین کو کھانا کھلایا گیا' شہر میں جابجا جشن مسرت سے نور علیٰ نور کا نقشہ تھا۔

گرم رفتاری جو کی ناقے نے شب کو مسجد میں
بن گیا ہر نقش پاس کا بیاباں میں چراغ

✲✲✲✲✲

چھپنواں باب

شکست خوردہ ابن نمیر بصرہ میں

عبیداللہ ابن زیاد اور عمر بن سعد وغیرہ کی ابھی فوجی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ شکست خوردہ ابن نمیر بصرہ میں پہنچ گیا' اس کی بقیۃ السیف منتشر افواج بھی اس کے ہمراہ تھیں' یہاں پر اس نے لعنت ملامت اور طعن و تشنیع سننے کے بعد گورنروں اور فوجی افسروں کو مکہ اور وہاں کے سلطنت کی عسکری طاقت سے پوری پوری بلکہ مبالغہ آمیز خبر دی' اور ساتھ ہی کہا کہ عنقریب عراق پر عبداللہ بن زبیر کا قبضہ ہوا چاہتا ہے۔ لہٰذا بہتر ہو گا کہ مکہ کے سر کرنے کا سودا سر سے نکال کرے پہلے عراق کی فکر کی جائے کیونکہ جونہی عراق ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا' ابن زبیر کا غلبہ اس قدر ہو جائے گا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ مختار ثقفی اور سلیمان بن مالک ایسے گرم و سرد چشیدہ جرنیل اس کے قبضہ میں ہیں اور اس کے بے پناہ لشکروں نے جب کوفہ کا رخ کیا' تو اس سیلاب عظیم کا روکنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔

بہر حال تجویز یہ ٹھہری کہ خاص کوفہ پر ایک طرف تو بصرہ کی سمت سے حملہ کیا جائے اور عقب میں موصل کی طرف سے حملہ کر کے سلیمان کے لشکروں کو کچل دیا جائے اس تحریک کی تائید میں فوجی افسروں نے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

کوچہ جاناں میں روئیں ہم اگر دل کھول کر
پل میں دریا کا کنار ابر کنار بام ہو

اگرچہ بصرہ میں فوجی تیاریاں پہلے ہی زوروں پر تھیں لیکن حصین ابن نمیر کے پہنچنے پر انہیں تیز سے تیز تر کر دیا گیا' اور ساتھ ساتھ ہی پہلا فوجی پروگرام بھی تبدیل ہو گیا۔

اب کے تجویز یہ ٹھہری کہ عبیداللہ بن زیاد ایک عظیم جمعیت کے ساتھ بصرہ سے موصل کو روانہ ہو اور وہاں سے لشکر میں حتی الامکان اضافہ کر کے کوفہ کی طرف بڑھے اور ادھر سے عمر بن زیاد و عمر بن سعد کربلا کی طرف روانہ ہو کر حجازی لشکر کا مقابلہ کریں۔ اور جس طرح بھی ہو سکے سلیمان کے لشکر کا کوفہ اور اس کے نواح میں محاصرہ کر لیا جائے۔ اِدھر تو یہ تجویزیں تھیں اُدھر تقدیر ازل نے کہا ۔

بہ ہوا داری اوذرہ صفت رقص کناں
تالب چشمہ خورشید درخشاں بروم

✺✺✺✺✺

پچپنواں باب

بصرہ کا خالی ہونا اور مصعب بن زبیر کی گورنری

انضباط کے ماتحت عبیداللہ بن زیاد دوبارہ موصل کو روانہ ہوگیا' اس کے ساتھ کئی ہزار مسلح سوار اور پیادے تھے' اور عمر بن زیاد و عمر بن سعد نے مع فوج جرار کے کوفہ کا رخ کیا' اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ فوجی طاقت سے قریباً خالی ہوگیا' ادھر مکہ معظمہ میں رات دن مجالس مشاورت منعقد ہوتی رہیں' حصین ابن نمیر کے شکست کھا کر چھوٹ آنے سے سرکاری حلقوں میں تشویش پیدا ہو ہی چکی تھی' ابھی تک کسی تجویز نے عملی جامہ نہ پہنا تھا کہ سرکاری جاسوسوں کی معرفت ابن زبیر کے دربار میں اطلاع پہنچ گئی' کہ سلیمان خزاعی کا مقابلہ کرنے اور کوفہ وغیرہ پر دوبارہ قابض ہونے کی زبردست تیاریاں ہو رہی ہیں ۔اور حکومت شام کا یہ ارادہ ہے کہ عراق کو فتح کرتے ہی فوراً مکہ پر طوفانی حملہ کر کے ابن زبیر کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا جائے۔

اس معتبر اطلاع کے سنتے ہی ابن زبیر کی سرکاری کونسل نے دفاع پر کمر باندھ لی ۔چنانچہ ابن زبیر نے اراکین سلطنت کی موجودگی میں جو خطبہ پڑھا' اس میں انقلابی جذبات کا بے پناہ جذبہ موجود تھا۔

امیر مختار نے خطبہ کے خاتمہ پر تقریر کرتے ہوئے یہ مشورہ دیا کہ کم از کم اس وقت کی رفتار سے ہماری سلطنت کو ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے' چونکہ بصرہ کا میدان خالی ہے لہٰذا حکومت کسی بااعتبار معتمد شخص کو اس کے سر کرنے اور فوراً قابض ہونے کا حکم صادر فرمائے چنانچہ اس قرارداد کو منظور کرتے ہوئے عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو گورنری کے اختیارات دیکر مع ایک دستہ فوج کے بصرہ کی طرف روانہ کر دیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی ۔

کبک چمن میں کب ہیں یہ رنگیں خرامیاں
تو جس زمین میں پاؤں دھرے لالہ زار ہو

یہ سن کر مصعب بن زبیر نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور عرض کی کہ اس فدوی کو حیات سے موت زیادہ محبوب ہے' میں حکومت کیلئے نہیں جا رہا بلکہ حفاظت اسلام کی خاطر جا رہا ہوں۔

یاں فکر زندگی سے مقدم ہے فکر مرگ
تیار پہلے قصر سے میرا مزار ہو

مصعب مکہ سے چلا اور سیدھا بصرہ میں پہنچ گیا یاں پر کوئی حائل ہونے والا تھا ہی نہیں خلیفہ کے برادر نے بے کھٹکے بصرہ پر قبضہ جما لیا' اور اپنے گورنر بصرہ ہونے کا سرکاری طور پر اعلان کر دیا۔

گویا شطرنج کی اس چال سے بصرہ بھی حکومت مکہ کے ماتحت ہو گیا' بصرہ میں فوج قلیل بلکہ برائے نام تھی' لہٰذا عام بھرتی شروع کر دی گئی' اور تھوڑے ہی عرصہ میں بصرہ کی تمام مساجد و منابر پر پوری قوت و اقتدار سے عبداللہ بن زبیر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

چھپنواں باب

امیر مختار کی قیادت میں سلیمان بن صرد خزاعی کو کمک

مکہ معظمہ کی مجلس شوریٰ میں ایک طرف تو مصعب کی روانگی بصرہ طے ہوئی تو دوسری طرف عراق کے انتظام وانسداد کا سوال درپیش ہوا۔

بادشاہ حجاز عبداللہ بن زبیر نے مختار سے مخاطب ہو کر کہا:

"حصین ابن نمیر کی قوت قاہرہ وجابرہ کا مقابلہ کرنا کسی کے بس کا روگ نہ تھا' مگر اے ثقفی نوجوان' جرنیل اعظم مختار! تو نے وہ کام کیا کہ "مرداں چنیں کنند"

اگر اس پیش آمدہ امر اہم کو کماحقہ' سرانجام نہ دیا گیا' اور صرف مکہ کی فتح کے جشن مسرت مناتے رہے تو عجب نہیں کہ یہی فتح ہمارے لئے ایک خوفناک طوفان کا باعث ثابت ہو مناسب تو یہ ہے کہ سارے عراق کے حاکم ہماری سلطنت کی طرف سے اسی طرح ہو جاؤ جس طرح مصعب کو بصرہ پر مسلط کیا گیا ہے۔ چونکہ حکومت کو تم پر پورا اعتماد اور بھروسا ہے۔ لہٰذا جتنی جلدی ہو سکے' عراق والوں کی اعانت وامداد کیلئے ایک زبردست فوج لے کر وہاں پہنچ جاؤ۔ اور حکومت کی طرف سے تم کو گورنری کی سند عطا کی جاتی ہے۔

جب مختار نے خلیفہ کی طرف سے یہ فقرات الطاف سنے دست بر سینہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بولا ؎

مہر رخت سرشت من خاک درت بہشت من
عشق تو سرنوشت من راحت من رضائے تو

"بادشاہ سلامت! حصین ابن نمیر کی اس جنگ میں میں نے اپنے دلی جذبات کا عملی ثبوت دیا' اور حکومت حجاز کے استحکام کو اپنی زندگی پر ترجیح دی اگر حکومت بھی اپنے

عہد و پیمان پر ثابت رہی تو انشاء اللہ مختار کو پورا پورا وفادار پائی گی۔

اب یہ مرحلہ جس کے عبور کرنے کا اس ذرہ بمقدار کو حکم دیا گیا ہے ان سب مراحل سے کمترین کے نزدیک اہم ترین ہے لہٰذا شرح صدر سے اجازت مرحمت ہو کہ مکہ معظمہ کے اعزہ و احباء سے ملاقات کروں کہ بعد اس کے اعتبار حیات نہیں اس کے بعد ؎

گوش زد ہو تو کہیں کوس سفر کی آواز

چل کھڑے ہوں گے کمر باندھ کے چلنے والے

پہلے روکاوٹ تھی نہ اب ہے تم بطیب خاطر اپنے احباب سے ملاقات کریں اور تاکید ہے کہ محمد بن حنفیہؓ سے ضرور ملاقات کرنا۔ ابن زبیر نے کہا

اب ایک طرف تو دوبارہ لام بندی شروع ہو گئی دوسری طرف امیر مختار ایک باڈی گارڈ کے ہمراہ جناب محمد بن حنفیہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نماز ظہرین میں مصروف تھے فارغ ہو کر مختار کو ملاقات کا اذن دیا۔

''اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ خیر و عافیت کے بعد جناب پر روشن ہونا چاہیے کہ ابن زبیر نے مجھے تمام فوجوں کے کمان دے کر عراق کو روانہ ہونے کا حکم دیا ہے اور یہ اس قدر اہم کام ہے کہ اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں بہر حال صرف ملاقات ہی نہیں بلکہ جناب سے اذن حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں''۔ مختار نے کہا

''میری جد امجد اور ان کی عترت طاہرہ کے فدائی مختار! یہ حکم ابن زبیر کا نہیں اور نہ ہی یہ امور کسی تدبیر کا نتیجہ ہیں در حقیقت تمہاری تعمیل کا وقت قریب آ رہا ہے جو خدا کی طرف سے تمہارے ذمہ لگائی گئی ہے ؎

فنائی العشق کے طے سب مراحل ہوتے جاتے ہیں

قرین محبوب کے منزل بمنزل ہوتے جاتے ہیں

کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ تمہارا فطرتی اور پیدائشی فرض منصبی کیا ہے؟ مختار! یہ

ایک خاص الخاص خدمت ہے جو فقط تمہارے ذمہ لگائی گئی ہے اور اس کا وقت قریب آ گیا۔
یہ تمام حیلے بہانے ہیں جو سکندر کو آب حیات پر لئے جا رہے ہیں' کیا قاتلان حسین علیہ السلام کو مہلت ہی ملتی چلی جائے گی؟ محمد بن حنفیہ نے کہا

اس کے بعد نہایت خفی آواز سے محمد نے کہا

ابن زبیر نے تم پر آج تک اعتبار نہیں کیا' وہ ایک کام لینا چاہتا تھا' جو حصین ابن نمیر کے مقابلہ میں لے چکا' اب اسے اس سے بھی بڑا مرحلہ درپیش ہے' وہ اسے بھی تمہارے ذریعہ سے سر کرنا چاہتا ہے۔ بہرحال ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اچھا خدا حافظ۔

یہ کہہ کر محمدؒ اُٹھے اور مختار سے بغلگیر ہو کر روئے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعائے خیر فرمائی۔

ستاونواں باب

امیر مختار کی عراق پر چڑھائی

پستے ہیں ہر ہر قدم پروانہائے آبلی
اے جنوں! گردش ہماری آسیا سے کم نہیں

آج رات کو خلیفہ حجاز عبداللہ بن زبیر سے مختار کی طویل خلوت و مجلس مشاورت ہوئی جس میں کئی پروگرام بنائے گئے' اور صبح تیاری کا مکمل عزم کیا گیا۔

چونکہ سرکاری فوجوں کو دوپہر سے پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی۔ لہٰذا عصر سے پہلے مکہ معظمہ کے جنوب مغرب میں افواج قاہرہ کا ہجوم جمع ہونا شروع ہو گیا' یہ لشکر گویا سلطنت حجاز کی شوکت و عظمت کا مظاہرہ تھا۔ مختار کو سرکاری طور پر مع لشکر عظیم مکہ سے رخصت کیا گیا۔ حکومت شام کے ارادوں سے ابن زبیر پورا واقف تھا۔ اور ابن نمیر کی شکست کے نتیجہ سے بھی نا آشنا نہ تھا' اس لئے کوشش کی گئی کہ جس طرح ہو سکے' عراق کے گردنواح میں شامی قوت کا مختار کے ہاتھوں خاتمہ کیا جائے۔

بہرحال مختار نے اپنی دانست واندازہ کے مطابق سیدھا کوفہ کا رخ کیا اگرچہ ابن زبیر نے یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ اگر مناسب ہو تو مصعب کی خبرگیری کیلئے بصرہ کا بھی جائزہ لے۔ مگر مختار نے اسے درخور اعتنا نہ سمجھا اور کوفہ و نینوا کی راہ میں قدم زن ہوا کیونکہ یہ ایک عرفانی راز تھا' جسے مختار ہی سمجھ سکتا تھا۔

فرواکہ پیش گاہ حقیقت شود پدید
شرمندہ رہرو ے کہ نظر بر مجاز کرد

کئی دنوں کی مسافت کے بعد یہ لشکر سرحد عراق کے نزدیک پہنچ گئے' مختار نے اپنی جنگی

فراست سے محسوس کیا کہ اس طرح بے کھٹکے سرحد کے اندر داخل ہو جانا جرأت نہیں۔ بلکہ جسارت ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ حالات کا پورا پورا جائزہ لیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہیں دشمن کے نرغہ میں آ کر اپنی ساری محنت اکارت جائے۔ چنانچہ سرحد سے دس میل دور فوجوں نے ڈیرے ڈال دیئے' اور رات کے دستان وشمک اور فریضۂ عبادت سے فارغ ہو کر بعض سرداران لشکر کو جو تجربہ کار گرم و سرد چشیدہ افسر تھے۔ مختار کے خیمہ میں طلب کئے گئے' اور باہم گر تبادلہ خیالات کیا' موضوع غور و فکر یہ تھا کہ غیر ملکی سرحد نزدیک ہے اور بین الاقوامی یعنی سیاسی گڑ بڑ زوروں پر لہٰذا جارحانہ حرکت خطرناک تو نہ ہو گی؟ آخر طویل بحث و مباحثہ کے بعد عامر بن ابی لیلیٰ نے سوال کیا کہ:

''آیا یہاں سے کوفہ نزدیک ہے یا نینوا؟ اس تصفیہ کی کیا ضرورت ہے؟ فوجی پوزیشن دونوں طرف یکساں ہے۔ البتہ اگر سب کی یہ صلاح قرار پائے تو لشکر اور فوجیں نہایت صبر و سکون سے ایک مناسب مقام پر ڈیرے ڈال دیں' اور کربلا کے عموماً اور کوفہ کے خصوصاً تازہ بتازہ حالات سے اطلاعات حاصل کی جائیں۔ مختار نے کہا

چنانچہ سب نے اس پر اتفاق کیا لیکن اس معرکہ میں یہ مشکل پیش آئی کہ لشکر میں کوئی موزوں آدمی نہ مل سکا' جو عراق کی زبان سمجھ سکے اور جو عراقی وغیرہ فوجی موجود تھے' وہ عام فوجی سپاہی تھے۔ سیاسی خفیہ کارندے نہ تھے اس لئے صبح سویرے اس جنگل بیابان میں دو سپاہی ایسے تیار کئے گئے جو کئی میلوں میں گھوم کر عرب یا عراقی بستیوں کا پتہ دریافت کریں اور دریائے فرات کے کسی آباد ساحل کی ٹوہ لگا دیں تاکہ فوجی مقام کا خاطر خواہ انتظام ہو سکے۔ دوسرے روز دوپہر کے وقت لشکریوں نے اطلاع دی کہ یہاں سے صرف چار میل مشرق کی سمت ایک غریبوں کی بستی موجود ہے اور دریا بھی وہاں سے میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر بہتا ہے اس اطلاع کے ملتے ہیں مختار نے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور مغرب سے اس عرب بستی کے نزدیک مقام کیا گیا۔

نماز مغربین کے بعد خود مختار مع چند فوجی اراکین کے اس بستی میں وارد ہوئے' اور وہاں کے رہنے والوں کو اکٹھا کر کے گردونواح علاقہ کا حال دریافت کیا' ان لوگوں نے نہایت ادب سے عرض کی کہ:

"عالی جاہ! کوفہ یہاں سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے لیکن وہاں شہر میں کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی شہر کے لوگوں کو باہر آنے کی اجازت ہے۔ آج سے ایک مہینہ پہلے کئی آدمی بھاگ کر کوفہ سے چلے آئے تھے لیکن وہاں کی نئی حکومت نے اب نگرانی بہت کڑی کر دی ہے' اور بے شمار فوجوں کا اڈہ تو نینوا میں ہے وہاں پر کسی کے پہنچنے کی مجال نہیں یہ جگہ بھی یہاں سے سولہ ستر میں سے کم نہ ہو گی"

اپنے کیمپ میں واپس آ کر رات بھر مختار سوچتا رہا۔

ایں مطرب از کجاست کہ ساز عراق ساخت
و آہنگ باز گشت زراہ حجاز کرد

اٹھاونواں باب

عمر بن سعد کا سلیمان بن صرد خزاعی پر حملہ

عمر بن زیاد و عمر بن سعد کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ کوفہ بلکہ عراق کے اہم محاذات و مقامات پر شیعیان اہلبیتؑ کا قبضہ ہو چکا ہے نیز انہیں سرکاری ذرائع سے یہ اطلاع بھی مل گئی تھی کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام کو ڈھونڈھ کر گرفتار کیا جا رہا ہے' اس لئے انہوں نے بصرہ سے چڑھائی کرتے وقت اتنی عجلت سے کام لیا کہ ملکی استحکام و دفاع کی بھی پرواہ نہ کی' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب دجالا کی مٹھی بھر فوج نے چپکے سے مصعب بن زبیر کی سرکردگی میں بصرہ میں قبضہ کر لیا۔ لیکن ان سب اہم امور سے بے پرواہ ہو کر بنی امیہ کے دونوں جرنیلوں نے کربلا پر دھاوا بول دیا' ادھر سلیمان کی فوجیں غافل نہ تھیں' خبردار ہو کر مقابلہ پر آمادہ ہو گئیں۔

شامی اور بصری فوج نے وہ داد مردانگی دی کہ جس کی کوئی حد نہیں لیکن شیعیان اہلبیتؑ کے نعرے ''یا ثارات الحسینؑ'' گونج گونج کر ملائکہ مقربین کو متحیر کر رہے تھے۔ سلیمان جب ''جذبہ انتقام'' کا نعرہ لگاتا' تو دشمنان آل محمدؐ کے سر دھڑوں سے اتر اتر کر ہوا میں اڑتے نظر آئے۔

غرض یہ پہلا معرکہ کارزار تھا' جو دشمنان اہلبیتؑ اور فدائیان آل محمدؐ کے درمیان پیش آیا بصرہ کی تازہ دم فوج نے داد مردانگی دینے میں اگرچہ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ لیکن حجازی لشکر نے اُسے گاجر مولی کی طرح کاٹ کاٹ کر رکھ دیا۔ عمر بن زیاد کی یہ کوشش بھی کہ سلیمان کا لشکر بھاگ نکلے لیکن بقول شاعر۔

یوں تو رکھا سینکڑوں نے تیرے مقتل میں قدم
رہ گیا جو کھیت اس کے ہاتھ میداں رہ گیا

ثارات الحسینؑ نے یوں ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کی جمعیت کے دانت کھٹے کر دیئے' میدان میں خوارج ونواصب کی لاشوں کے انبار لگ گئے اور ساحل فرات کی زمین خون سے تر بتر ہوئی' آفتاب غروب ہونے کے بعد لڑائی بند ہوئی اور فریقین کے لشکر اپنے اپنے کیمپ میں چلے گئے۔

آدھی رات کے قریب عمر بن سعد کا ایک ہراول دستہ جو دس میل کی دیکھ بھال پر تعینات تھا اپنے کماندار کے پاس آیا' اور اس نے اطلاع دی کہ عرب بہادروں کا ایک لشکر جرار مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کی ماتحتی میں سیاہ آندھی کی طرح صبح سویرے ہی ٹوٹ پڑنے والا ہے۔

اس خبر سے عمر بن سعد کے اوسان خطا ہو گئے' اس نے عمر بن زیاد کو بلا کر مشورہ کرنا شروع کیا اور بہت دیر تک سوچ بچار کرنے کے بعد قرار پایا کہ جس طرح ہو سکے طلوع آفتاب سے پہلے پہلے نہایت احتیاط سے بھاگ نکلنا چاہیے اور قاتلان حسینؑ کو جو سلیمان نے گرفتار کر رکھے ہیں' چھڑانے کی کوشش نہ کرنی چاہیے' چنانچہ کیمپ میں اِدھر اُدھر آگ روشن کرائی گئی تا کہ مخالف فوج پر فراری کا پروگرام ظاہر نہ ہو سکے' اور صبح کا ستارہ نکلنے سے پہلے ہی دشمن کی بچی کھچی فوج نے فوجی ضابطہ کے ماتحت ارض نینوا سے بھاگنا شروع کر دیا' اور بحکم ابن سعد کوفہ کے نواح سے بہت دور دور سیدھا موصل کی طرف رخ کیا۔

ادھر صبح سویرے نماز فجر کے بعد سلیمان کو فوج نے میدان شہادت کا رخ کیا لیکن معلوم ہوا کہ نامردوں کو فوجیں رات ہی رات میدان سے بھاگ نکلی ہیں اب سلیمان نے اُن کے تعاقب کی تجویز کی کہ کیا دیکھتے ہیں؟

امیر مختار مع مختصر جانباز لشکریوں کے ثارات الحسین علیہ السلام کے کیمپ میں آموجود ہوا سلیمان نے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور دوڑ کر بغلگیر ہوا' مختار و سلیمان باہم مل کر دھاڑیں مار مار کر رو دیئے' اور اسی میدان شہادت میں بیٹھ کر صلاح مشورہ کرنے لگے۔

دوسرے سرداران لشکر بھی جمع تھے کہ چائے کا سامان کیا گیا اور اس سے فارغ ہو کر بہت سے بحث ومباحثہ کے بعد طے پایا کہ مختار کی اطلاع کوفہ میں جلد از جلد پہنچائی جائے تاکہ وہاں کے شیعوں کی حوصلہ افزائی ہو اس پر مختار نے کہا کہ اطلاع وغیرہ کرنے کی بجائے کیوں نہ اس مختصر دستہ کے ہمراہ میں خود ہی کوفہ میں پہنچ جاؤں۔

اٹھاسواں باب

مختار کا کوفہ میں داخلہ

مرقع ہے میری آنکھوں میں کیا یاران رفتہ کا جو نظروں کے تلے ہر ایک کی تصویر پھرتی ہے دوپہر کا وقت تھا' گرمی کی شدت سے زمین عراق سرخ تانبے کی طرح ہو رہی تھی' امیر مختار اسی عالم میں فوجی کیمپ سے اُٹھا' اور پچاس بہادر سواروں سمیت سلیمان سے رخصت ہو کر جناب سید الشہدا حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارکہ و مقدسہ پر آیا' پہلے زیارت شہدائے کربلا پڑھی پھر گنج شہیداں کی مقدس خاک کو اپنے منہ پر ملا' اور بے حد گریہ و بکا کے بعد امام علیہ السلام سے رخصت طلب کی' اور مع مختصر فوج کے سیدھا کوفے کو روانہ ہو گیا۔ چلتی دفعہ سلیمان سے اسی مقام پر ڈٹے رہنے کی تاکید کی' اور حجازی لشکر کو بھی حکم دیا گیا کہ میری واپسی سے پہلے اس سرزمین کو نہ چھوڑنا۔

تیز رفتار گھوڑوں نے مختار اور اس کے ہمراہیوں کو شام سے پہلے پہلے کوفہ میں پہنچا دیا شہر میں داخل ہونے سے پہلے سرداران قبائل کو اطلاع دی گئی۔

مختار کی آمد کی خبر شہر کوفہ میں بجلی کی طرح دوڑ گئی' گھر گھر میں مسرت و انبساط کے شادیانے بجنے لگے' سرداران کوفہ امیر مختار کے استقبال کی خاطر شہر سے دو تین میل باہر حاضر ہو گئے۔ اور نہایت کروفر اور شوکت و احترام سے امیر کا داخلہ کوفہ کے دارالامارہ میں ہوا' اب بڑے بڑے سرداروں کے وفد امیر مختار کی خدمت میں حاضر ہونے لگے جو سر تسلیم خم کر کے افراط انبساط میں بول اُٹھتے ؎

اے کہ باسلسلہ زلف دراز آمدہ
فرصت باد کہ دیوانہ نواز آمدہ

بہر حال رات خیر و عافیت سے گزری مختار نے مختلف جماعتوں اور وفادار مومنوں اور مخلص دینداروں کے حالات وخیالات کا اندازہ لگانے کے بعد خود گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے تمام انتظامی محاذوں کا جائزلیا اور ہر قسم کی ہدایات کے بعد قاتلان امام حسین علیہ السلام کے متعلق مختلف سوالات کئے۔ اور معلوم کر کے اُسے بہت تسکین حاصل ہوئی' کہ تمام ملاعنہ چُن چُن کر گرفتار کئے جاچکے ہیں۔

مگر کسی کو شرعی سزا تا حال نہیں دی گئی' چنانچہ حکم دیا گیا کہ ایسے جفا کار گروہ کی تلاش بدستور جاری رہے تا کہ زمینِ عراق ان بدطینت اور بدسرشت خبیثوں کے وجود سے پاک کردی جائے اسکے علاوہ کوفہ کی حوصلہ افزائی اور انتظامات کی تکمیل نیز سرکاری چوکیوں اور فوجی استحکام کے بعد چوتھے روز امیر مختار کوفہ سے پھر ارض نینوا کو واپس ہوا۔

✺✺✺✺✺

ساٹھواں باب

قاتلان حسین علیہ السلام کا صفن صفایا

اے شہسوار گور غریباں میں آنکل
اپنی بھی مشت خاک ہو تیری رکاب میں

ہزاروں کی تعداد میں پوری پوری تحقیقات سے قاتلان آل رسولؐ گرفتار ہو کر ساحل فرات کے کیمپ میں محبوس کئے گئے تھے۔ عمر بن سعد کا یہ عزم بالجزم تھا کہ ان سب کو رہا کرا سکے لیکن سلیمان کی فوج ظفر موج نے انہیں اس ارادہ میں کامیاب نہ ہونے دیا اور وہ قتل وقتال کے بعد شکست کھا کر وہاں سے بھاگ نکلنے پر مجبور ہوئے سلیمان نے خود کسی قاتل کو سزا نہیں دی اسلئے کہ اُسے معلوم تھا' کہ دشمنان اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاتل امیر مختار ہے۔

مختار و سلیمان کی رات صلاح مشورہ میں کٹ گئی' آج سویرے حکم دیا گیا کہ تمام قاتلان امامؑ کو فوج کی حراست میں میرے پیش کیا جائے۔

پس اس حکم کی فوراً تعمیل کی گئی تمام ملعونوں کو طوق وسلاسل میں جکڑ کر امیر مختار کے سامنے حاضر کیا گیا' مختار نے جونہی اس گروہ جفاکار پر نظر کی آنکھوں سے آگ کے شعلے بجلی کی مانند اُٹھنے لگے۔ پھر فوراً ہی کسی یاد میں زار زار دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور نہایت جوش میں کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا شروع کیا۔

قاتلان امام علیہ السلام کی موجودگی میں خطبہ مختار

خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر کہ اس نے ہمیں اپنے رسولؐ اور اس کی دین پاک کے دشمنوں پر غالب کیا' اور ہزار ہا درود و نعت مختار دو جہاں اور اس کی مقدس آل اطہارؑ پر کہ

جس کی قربانیوں نے دین حق کے عمود دنیا میں کھڑے کئے جو تا قیام محشر اس طرح بلند استوار اور سرفراز رہیں گے۔

اما بعد اے دین اسلام کے دشمنو! کاش تم دائرہ دین حق میں آنے کا دعوئ نہ کرے اے منافقو! تم نے یہود و نصاریٰ کے سامنے اسلام کو سرنگوں اور نادم و کجل کیا' آل محمد کو بے گناہ اسی سرزمین میں گوسفندان قربانی کی طرح بھوکا پیاسا ذبح کر ڈالا تمہیں خدا اور قیامت کا بھی خوف نہ آیا۔ کیونکہ تمہارا آخرت پر ایمان نہ تھا۔ ہزار ہا لعنت ہو تمہارے دعوئ مسلمان پر۔ کیا تم نے حادثہ کربلا کے روز آسمان پر یہ حروف غیبی پڑھ کر بھی عبرت نہ پکڑی۔

اترجو اُمة قتلت حسیناً شفاعة جدہٖ یوم الحساب

ہیہات! ہیہات! یہ کیسا دین ہے اور کیسا اسلام' کہ ذریت پیغمبرؐ سے بغض و عداوت اور دعوئے اسلام!

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پس میں حکم دیتا ہوں کہ اس تمام بدسرشتوں کو دریائے ساحل پر لے جاؤ' اور آج سے ان کا پانی پینا بند کر دو اور تیسرے روز کو بحکم قرآن تلوار سے قتل کر دو' کسی کو مثلہ نہ کیا جاوے نہ کسی کی بے ذبح کھال اتاری جائے اور قتل کے بعد ان نعشوں کو گھوڑے دوڑائے جائیں۔ تا کہ ان کے زندوں کو حسینؑ اور اس کی اولاد اور ننھے ننھے بچوں کی سہ شبانہ روز کی پیاس کی قدر و صعوبت معلوم ہو سکے اور ان کے خبیث اور ناپاک مردوں کو حسینؑ غریب کی نعش اطہر پر گھوڑے دوڑانے کا اندازہ ہو۔ اس حکم کے سنتے ہی فوج نے اس گروہ اشقیاء و اعدا کو نرغہ میں لے لیا' اور ساحل فرات پر لیجا کر ان پر پانی کا پینا روک دیا۔

نزع میں سنگین دلی کا حال شیریں پر کھلا
موت کی سختی اٹھائی کوہ کن یاد آ گیا

فوج نے تین شبانہ روز ان جفا کار ظالموں کے اردگرد پہرہ دیا' عرب و عراق کی گرم

نے ان ملعونوں کو شدت پیاس سے بھون کر رکھ دیا' ان کی زبانیں ''العطش العطش'' پکارتے پکارتے باہر آ گئیں ۔ آخر کار تیسرے دن عین دوپہر کے وقت جبکہ دن ڈھل رہا تھا ایک ایک کر کے انہیں ذبح کر دیا گیا۔ مغرب کا وقت قریب تھا کہ اشقیا کو سزائیں دیکر کشمکش حیات دہر سے رہا کر دیا گیا۔ ورخدا کی زمین ان کی آلائشِ خبیثہ سے پاک کر دی گئی ۔ ایک ایک سپاہی قتل ظالم کے وقت کہتا تھا ۔

یہ اشارہ ہم سے ہے اُن کی نگاہ ناز کا
دیکھ لو تیر قضا ہوتا ہے اس انداز کا

✪✪✪✪✪

اکاسٹھواں باب

حجازی و عراقی فوجوں کا کوچ

اب مطابق پیشگوئی امیر المومنین علیہ السلام قاتلان ام تم کے سزا دینے کے بعد مختار نے اپنے کیمپ میں جا کر حجازی فوج کو یہاں سے کوچ کا حکم دیا۔ ادھر مختار کے ماتحت سلیمان نے احتیاطاً آدھی فوج کو نینوا ہی میں رکھا اور باقی لشکر حجازی لشکر سے مل کر سیدھا کوفہ میں داخل ہو گیا اب دارالخلافہ عراق فوج قاہرہ و جابرہ کی زبردست چھاونی بن گیا اس کے ساتھ ساتھ یہ حکم دیا گیا کی حفظ ماتقدم کے طور پر ملک کے عام رضاکاروں کی تنظیم عمل میں لائی جائے کیونکہ یہ نئی نئی حکومت اس سے غافل نہ تھی کہ اشد اور ہوشیار و تجربہ کار دشمن عبید اللہ ابن زیاد وغیرہ وغیرہ کی موصل و نواح شام میں جمعیت کا خطرہ عظیم سے خالی نہیں ہے چنانچہ امیر مختار نے صرف آٹھ دنوں کے اندر اندر حجازی و عراقی فوجس کے ساتھ ساتھ ہی رضاکاروں کا ایک لشکر جرار تیار کر لیا۔

باسٹھواں باب

سلیمان کے لشکر کی موصل پر چڑھائی

نماز فجر کا وقت ہے مؤذن صبح کی اذان کہہ چکا اور دار الامارہ میں امیر مختار نماز کیلئے کھڑا ہو گیا۔ ابھی تکبیر تحریمہ نہ کہی تھی کہ حاجب نے اندر جا کر گزارش کی:

"حضور! ایک سرکاری شتر سوار کچھ عرض کرنے کو ہے اس کا بیان ہے کہ ایک ضروری اطلاع جلد از جلد سُن لی جائے" اچھا اُس سے کہہ دو کہ نماز سے فارغ ہونے تک وہ دروازہ پہ پر انتظار کرے مختار نے نماز ادا کی اور شتر سوار کو اندر طلب کیا اس نے ادب سے جھک کر سلام کیا اور گزارش کی:

"عالی جاہ! مروان ابن الحکم (بادشاہ شام) کے خاص حکم اور تاکید کے ماتحت چالیس ہزار کا لشکر عظیم موصل میں داخل ہو چکا ہے۔ اور ابن زیاد کے حکم سے ایک پہلے لشکر کو کوچ کا حکم مل چکا ہے۔ غالباً وہ اب تک ایک منزل فاصلہ طے بھی کر چکا ہوگا' عبید اللہ بن زیاد کو دربار شاہی (دمشق) سے یہ ضروری پیغام بھیجا گیا ہے کہ کوفہ کے باغی اور عربی عراقی لشکروں کے ساتھ آخر فیصلہ کُن جنگ لڑی جائے۔"

امیر مختار نے یہ اطلاع پاتے ہی جناب الٰہی میں گڑ گڑا کر فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں اور صبح سویرے ہی سلیمان بن صرد خزاعی کو دار الامارہ میں طلب کیا۔

سلیمان نے فوراً حاضر ہو کر یاد فرمانے کی وجہ دریافت کی اس پر مختار نے واضح کیا کہ: "ہمارے خاص سرکاری ایلچی "سعید بن عبد اللہ" نے ابھی ابھی اطلاع دی ہے کہ شامیوں کا ایک عظیم الشان لشکر موصل سے کوچ کر کے کوفہ کی تسخیر کا ارادہ کئے ہوئے ہے' ہمارے ایلچی اور مخبر کی رپورٹ ہے کہ وہ لشکر غالباً ایک منزل موصل سے آگے بڑھ آیا ہوگا'

اب اس بات میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"اے امیر! فدائی کے سامنے اس سوال کی ضرورت نہ تھی' اختیار بدست مختار آپ کے حکم اور ارشاد کا منتظر سلیمان حاضر ہے" سلیمان نے کہا

مختار نے کہا "بس تاخیر اور تجویزوں کا وقت نہیں بلکہ اس میدان میں جہاں پر موت وحیات کا سوال درپیش ہے فوراً کود پڑنا چاہیے"

القصہ سلیمان بن صرد خزاعی مع مسیب بن نخبہ اور عبداللہ بن وائل وغیرہ جان نثاران آل محمدؐ کے ابن زیاد کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو گیا لشکر کی تقسیم اس طرح کی گئی کہ عربی حجازی فوجوں کو کوفہ میں ہی تعینات کیا گیا' اور ان لشکروں کو جنہوں نے عمر بن سعد کو ابھی ابھی شکست فاش دے کر موصل کی طرف بھگایا تھا' ارض نینوا سے بلا کر اپنے ہمراہ کرنے کا عزم کیا یہ فوج پیش پیش تھی اس کے بعد ایک ہزار مرد مومن وجرار فدائی تھے ان کے پیچھے محمد بن حارث کی سرداری میں تین ہزار مسلح فوج تھی' غرض پندرہ ہزار سوار اور تین ہزار پیادہ فوج کوہف ہی میں تیار ہو گئی ان کے سفید وسبز علم تھے' جن پر جلی حروف میں لکھا تھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ مختار نے سلیمان کے حق میں فتح ونصرت کی دعا کی اور بغلگیر ہو کر بہت رویا آخر کار اللہ تعالیٰ کے پاک بندوں کا نام لے کر اور یا ثارات الحسین کے نعروں میں یہ فوج ظفر موج دوپہر کے وقت کوفہ سے روانہ ہوئی اور ہزارہا خلق خدا نے کئی میلوں تک انہیں رخصت کیا۔

اس لشکر جرار نے پہلی منزل طے کی اور رات کو ڈیرے ڈال کر آئندہ پروگرام کے متعلق صلاح مشورہ کرنے لگے' مسیب بن نخبہ نے یہ تجویز پیش کی کہ یہاں سے سیدھا بغداد کو چلنا چاہیے تا کہ عمر بن سعد کو وہاں پہنچ کر قتل کیا جائے اور اس کے ہزاروں ہمراہیوں کو فی النار کر کے انتقام شہدائے اسلام لیا جائے' لیکن عبداللہ نے اس کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ مفرور ابن سعد ممکن ہے بغداد کی بجائے موصل چلا گیا ہو۔ اور ہمارا سفر

خواہ مخواہ عبث و بے سود ہے

سلیمان نے کہا کہ یہ کوئی عقلمندی نہیں ہے جبکہ ابن زیاد موصل سے نکل کر کوفہ پر حملہ آور ہو رہا ہے ہم اس کیلئے رستہ صاف کریں اور خود بھگوڑوں کے پیچھے مارے مارے پھریں نیز میں نے خود امیر المومنین علیہ السلام سے سنا ہے کہ اس ملعون کو بھی مختار کی تلوار آبدار فی النار کرے گی۔

بہر حال بالاتفاق عبیداللہ بن زیاد کا مقابلہ کرنے کی تجویز پاس ہوئی ۔صبح سویرے نماز فجر کے بعد سلیمان نے لشکر کو کھڑے ہونے کا حکم دیا' ان کا جائزہ لے کر سکیم جنگ کے مطابق ابن اخنف کو پانچ ہزار فوج کا سردار بنایا اور وارث بن سعد کو نگہبانی پر مامور کیا اور پانی پہنچانے کی کدمت ابن لیث کے سپرد کی' اور اسی طرح دوسرے فوجی سرداروں کے فرائض تقسیم کر کے یہاں سے رخصت ہوئے۔ دو پہر تک یہ لشکر جرار صمد بن فیض کے دیر میں پہنچا۔ تو ایک خبر رساں نے سلیمان کو اطلاع دی کہ ''عبیداللہ بن زیاد مع افواج بسیار کم و بیش چالیس پچاس ہزار کے آ رہا ہے آپ لوگوں کو ہوشیار ہونا چاہیے

اس اطلاع کے سنتے ہیں سلیمان نے اس دیر کے قریب ڈیرے ڈال دیئے اور فوج کی دوبارہ ترتیب محکم میں مشغول ہو گیا' اس کے بعد سلیمان نے لشکریوں میں کھڑے ہو کر ایک پر جوش خطبہ دیا' اور کہا:

''بعد حمد خداء یلایزال و نعت درود رسولؐ با کمال پر' اور صلوٰۃ و سلام رسولؐ اللہ کی مقدس آل پر' میں تم لوگوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں' کہ مومن کامل کیلئے موت و حیات دونوں ایک چیز ہیں' اور مراتب و ثمرات کے پیش نظر موت اس دنیائے والوں کے مقابلہ میں افضل و عالی شے ہے' ناقص عہد کرنا منافق کا کام ہے اور اپنے عہد کا وفا کرنا شعار مومنین ہے۔ امام حسین علیہ السلام اور ان کی اولاد امجاد کے قاتلوں سے انتقام لینا ہمارا مقصد ہے اور امام عالی مقام کے نام پر ہمارا عہد بھی یہی ہے۔ لہٰذا آج سے تجدید عہد کرو' اور اپنی جانوں کو راہ

خدا میں دینے پر تل جاؤ۔ حتیٰ کہ یَالَیتَنَا اَنَّا کُنَّا مَعَکُمْ فِنَ٭فُوْزُ فوزاً عَظِیْماً کی تفسیر عملی تمہارے خون سے لکھی جاوے۔

اس تقریر پر لَبَّیک لَبَّیک اوریَا ثَارَاتِ الحُسَینِ کے نعرے بلند ہوئے اور ملائکہ مقربین نے آسمان پر احسنت احسنت کی صدائیں بلند کیں۔

دل سے آتی ہے محبت کے جوئے میں یہ صدا
جاں پر کھیلنے والوں کوشش و پیچ نہیں

اب یہ لشکر نعرۂ حیدری لگاتا ہوا آگے بڑھا اور لگاتار سرزمین عراق سے گزر کر علاقہ عجم میں داخل ہو گیا اب تک دشمن کی فوج کا کوئی پتہ نشان نہ تھا' کہ ایک بلند ٹیلہ پر چند سواروں کو تعینات کر کے اسی مناسب مقام پر ڈیرے ڈال دیئے گئے۔

آج کی رات سلیمان کی فوجوں نے عبادت الٰہی میں صرف کی جب صبح ہوئی تو یہاں سے کوچ کا ارادہ کر رہے تھے'ایک سوار نے ٹیلہ سے اتر کر سلیمان کی خدمت میں گزارش کی۔

''یہاں سے چند میل کے فاصلہ پر گرد و غبار اڑتی نظر آ رہی ہے کچھ کہا نہیں جاتا کہ بیابان کے بگولے ہیں یا جنگل کا طوفان اور یہ بھی ممکن ہے کہ دشمن کی فوج کشی کا نشان ہو۔اس لئے اگر ہم لوگ یہیں پر محتاط ہو جائیں تو بہتر ہوگا۔''

اس خبر سے سپہ سالار فوج چوکنا ہو گیا اور لشکر میں منادی کر دی کہ بس یہیں ٹھہرے رہو۔اور کچھ توقف کے بعد پیش قدمی کرنا ہو گی نیز پر جوش لہجہ میں کہا گیا' کہ یہ ضمیر کی آواز ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ غالباً اسی مقام پر مقابلہ ہوگا اور یہ جنگ نہایت خوفناک اور فیصلہ کن ہے۔

اس کے بعد سلیمان نے آخری خطبہ دیا' جس میں ان لوگوں کے مصائب و آلام کی طرف اشارات کئے' جن کی محبت و تمسک میں ان ہزارہا سرفروشوں نے جانیں

نثار کرنے کا عہد باندھ رکھا ہے۔

اس خطبہ میں واللہ اعلم کس بجلی کا اثر تھا' کہ شیعیان حیدر کرار جوش انتقام میں آگ بگولہ ہو گئے اور کسی کو موت و حیات میں تمیز نہ رہی۔

سلیمان نے کہا کہ اگر میں س جنگ میں اپنے خالق حی و قیوم کے پاس پہنچ جاؤں۔تو مسیب بن نخبہ تمہارا سردار و سپہ سالار ہوگا اس کے تابع فرمان رہنا' یہ سن کر مسیب ''یا علی'' کا نعرہ لگا کر کھڑا ہو گیا' اور بلند آواز سے کہنے لگا کہ اگر میں اس جنگ میں کام آجاؤں تو میرے بعد عبداللہ بن وائل کو اپنا سردار سمجھنا اور اس کے حکم کی سرتابی مت کرنا۔یہ سن کر یا حیدر کرار کہہ کر عبداللہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر میں بھی اپنے امام علیہ السلام کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو میرا جانشین ''رفاعہ بن شداد'' ہوگا' اس کی اطاعت کیجیو رفاعہ بولا کہ اگر میں بھی اپنی مراد کو پہنچوں تو خدا اور رسول کے نام اور ان کی راہ پر متفق ہو کر جہاد کیجو' اور خلد بریں و جنت الفردوس میں ہم سب کی بازگشت ہو۔

برنگ ماہی کس سینے کو کیا تھا چو رنگ کیا عمد میں
جو زخم شمشیر ہے بدن پر تو حلق میرا حلال بھی ہے

تریسٹھواں باب

عبیداللہ بن زیاد کو سلیمان کے لشکر کی اطلاع

ابن زیاد کا لشکر موصل سے نکل کر کئی منزلیں طے کرتا ہوا طوفان عظیم کی طرح آرہا تھا کہ اسے بنی امیہ کے ایک سرکاری خبر رساں نے راہ ہی میں سلیمان کے لشکر کی اطلاع دی اور کہ کہ سلیمان بن صرد خزاعی مع لشکر جرار مقابلہ کیلئے آرہا ہے اور صرف چار میل کے فاصلہ پر ڈیرے ڈالے بیٹھا ہے۔

چنانچہ عبیداللہ بن زیاد نے اپنی فوجوں کو یہیں قیام کرنے اور پوری تیاری کا حکم دے دیا۔ رات کو اپنے سرداران لشکر کو جمع کر کے صلاح مشورہ کی محفل مرتب کی اور قرار پایا کہ مقابلہ نزدیک تر ہے۔ مزید سوچ بچار کی ضرورت نہیں مناسب یہ ہے کہ کل رات تک دشمن پر گوریلا حملہ کر دیا جائے اور اس سے پہلے نامناسب نہ ہوگا' کہ صبح سویرے تمام فوجوں کو مسلح کر کے ان میں سرفروشی کی روح اور بھی تازہ کر دی جاوے۔ غرض صبح ہونے پر عبیداللہ بن زیاد نے شامی و موصلی سپاہ میں کھڑے ہو کر ایک پر جوش تقریر کی جس میں نہایت بے باکانہ لہجہ میں کہا۔

اے شام و موصل کے نوجوانو! موجودہ حکومت نے اپنی پہلے حکومتو کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یہ عہد کر رکھا ہے کہ بنی ہاشم اور ان کے نام لیواؤں کو صفحہ زمین سے کالعدم کر دیا جائے حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کی مجاہدانہ سرگرمیاں اور اس بادشاہ عالی بارگاہ کے بلند تر ارادے نہایت کامیاب رہے۔ حتیٰ کہ ابوتراب اور ابوترابیوں کو حکومت نے خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ اُن حضرت کے بعد انکے فرزند ارجمند سرکار یزید نے وہ کارنمایاں سرانجام دیا' کہ رہتی دنیا تک فراموش نہ ہوگا' اس حکومت نے بنی ہاشم کی نسل کو بیخ و بنیاد

سے اکھاڑ کر رکھ دیا لیکن آج کی حکومت اسلام کے نام پر تم سے ایک نیک انجام کی توقع رکھتی ہے وہ یہ کہ۔

"پدر نتواند پسر تمام کند" بچے کھچے ابوترابیوں کی سرزمین کوفہ وعراق سے بنیاد اکھاڑ کر رکھ دو۔ تاکہ جس طرح محمدؐ کی آل اولاد اور ذریت کا خاتمہ کیا گیا' ان کے متمسکین اور نام لیواؤں کا نام ونشان اس طرح مٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس جہاد فی سبیل اللہ کا اجر عظیم عطاء فرمائے اور اسی فتح عظیم کے بعد تم لوگ دیکھ ہی لو گے' کہ حکومت کی طرف سے کس دریا دلی کے فیضان کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ والسلام"

اس تقریر سے خوارج ونواصب کے نام نہاد مسلمانوں کی رگہائے منافقت تڑپنے لگیں اور دشمنان رسولؐ وآل رسولؐ کی فطرت خبیثہ اپنی اصلی صورت میں عیاں ہونے لگیں' عبید اللہ غصہ وغضب سے سانپ کی طرح بل کھاتا اور دانت پیستا' اسے سپہ سالار ہونے اور چالیس ہزار لشکر کی موجودگی غرور وتکبر اسے معلوم تھا کہ سلیمان اس کا ایک ساعت کیلئے بھی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ بلکہ اُسے یقین تھا کہ آج ہی شبخون مارنے سے اس کا خاتمہ ہو جائیگا۔

بہر حال دوپہر سے پہلے شامی فوجوں نے کوچ کا بگل بجایا اور فوجی پوزیشن کو محفوظ رکھتے ہوئے عین مغرب کے وقت سلیمان کی سپاہ کے نزدیک پہنچ گئیں۔

چوتھواں باب

خطرناک مقابلہ اور گھسان کی لڑائی

شامی لشکر کی تجویز شب خون مارنے (گوریلاوار) کی تھی' لیکن سلیمانی لشکر کی آنکھیں سرمہ بصیرت وبصارت سے روشن تھیں' ان کی تیاریوں سے پہلے ہی بجلی کی طرح ٹوٹ پڑا تلواریں سونت لیں۔ کمانوں پر چلّے چڑھے ہوئے تھے نیزے دشمن کے قلب وجگر کی طرسیدھے تانے ہوئے۔ آیا ثارات الحسین کہا کہ یکایک آتش جنگ بھڑک اٹھی شامیوں کے لشکر کا سردار رافع ملعون نکلا اور شیعیان اہلبیتؑ نے اسے "ابن زیاد" سمجھا اندھیری رات غضب کی جنگ' اپنے پرائے کی تمیز نہ رہی پورے ایک ساعت کی آتش پیا کارنے لاشوں کے ڈھیر لگادئے' مقابلہ میں آنے والا' رافع ایک بڑا جری اور تجربہ کاافسر تھا۔ اس کی شمشیر زنی نے سلیمان کے لشکر کے پاؤں اکھیڑ دیئے اور وہ سپہ سالار کے نزدیک جا پہنچا لیکن اس طرسے یاعلیؑ یاعلیؑ کے نعرہ ہائے فلک شگاف نے اس کے قلب پر یہ اثر کیا کہ وہ سرگردان سا ہو گیا۔ ابھی اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ خالد بن سلیمان نے آپ کے شعلہ کی مانند اپنا صاعقہ بار نیزہ اس کے بائیں پہلو میں گھونپ دیا۔ جس سے تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا گھوڑے سے نیچے آرہا' سلیمان کے لشکر نے ٹوٹ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے اور سخت جدال وقتال کے بعد شامیوں کی بقیہ السیف فوج پیچھے ہٹ جانے پر مجبور ہوئی۔

آنکہ جنگ آرد بخون خویش بازی میکند
روز میداں آنکہ بگریزد بخون لشکرے

اس پہلے حملہ میں چھ ہزار مروانی شامی فی النار ہوئے اور دو ہزار مومن درجہ شہادت

پر فائز المرام ہوئے ابن زیاد نے جب یہ اطلاع پائی تو اسکے ہوش ٹھکانے آ گئے اور منہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔

صبح سویرے سلیمان نے علی بن شہر کے ہاتھ ابن زیاد کو پیغام دیا کہ او کمبخت! اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کا دروازہ کھلا ہے اب بھی وقت ہے کہ توبہ کر تجھ سے وہ وہ حرکات آج تک آل رسول اللہ صلعم کے خلاف سرزد ہو چکی ہیں۔ کہ آتش جہنم بھی تیرے ناپاک وجود سے بھڑک اُٹھتی ہے۔ ظالم! تو نے آل محمدؐ کو تشنہ و گرسنہ رکھ کر نہایت درندگی اور بے رحمی سے قتل کرایا۔ تجھے خدا اور رسولؐ سے بھی شرم وحیا نہ آئی' تو نے مخدرات عصمت کو بے مقنع و چادر بازاروں میں پھرایا۔ ہزار ہا میل کی مسافت میں بے کجاوہ اونٹوں پر ننگے منہ اور ننگے سر آل اطہارؑ کو ذلیل کیا' اے سنگدل شقی! تیرا سیاہ قلب ابھی جور و جفا سے سیر نہیں ہوا۔ سلیمان کی طرف سے یہ بھی آخری اتمام حجت ہے۔ ممکن ہے کہ تو فلاح پائے **والسلام علی من اتبع الھدیٰ**۔ ابن زیاد پیغام پر آ بگولہ ہو گیا۔

ہو رہا ہے بت پرستی کا یہ دنیا میں عذاب
مجھ ہر داغ جنوں دوزخ کا انگارہ ہوا

سانپ کی طرح لگا بل کھانے اور رہروان راہ حق کے خلاف ہزلیات بکنے پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ علی بن شہر کو دھتکار کر اپنے خیمے سے نکال دیا۔ اور فوج کو تیار رہنے اور حملہ کیلئے ٹوٹ پڑنے کا حکم دے دیا۔ پس اس شقی کے حکم پر حصین بن نمیر نے میمنہ کی طرف سات ہزار سوار اور یوسف بن عتاب نے دس ہزار سوار میسرہ کی طرف کھڑے کئے۔ اور آج 8 جمادی الاخری 65 ہجری کو میدان جنگ میں زبردست معرکہ کارزار گرم ہوا۔ یہ لڑائی کل سے زیادہ خوفناک اور انتقامی جذبہ کے ماتحت تھی۔

ادھر سلیمان نے صرف ایک ہزار مومن جانباز کو مسیب بن نخبہ کے ماتحت دے کر ابن زیاد کے مقابلہ پر بھیج دیا۔ اور لڑائی شروع ہونے سے پہلے سلیمان بھی موجود ہو گیا'

اُدھر قلبِ لشکر میں ابنِ زیاد کھڑا تھا' جونہی اس کی سلیمان پر پڑی غضب آلودہ ہو کر گھوڑے کو دوڑاتا ہوا۔ نزدیک آ کھڑا ہوا۔ اور یوں ژاژ خائی شروع کی:

''او سلیمان بوترابی! او غدار رافضی! تو نے ہمارے کئی ہزار مسلمان دریائے فرات کے ساحل پر قتل کئے جن میں میرے پانچ بیٹے بھی تھے۔ میں تم سے ان کا انتقام لینے والا ہوں۔ اور میں اس میدان کارزار میں تم سے ایک ایک کے بدلے ہزار ہزار آدمیوں کا خون بہاؤں گا۔ بس خبردار ہو جا کہ حکومت کی تلوار عقاب کی مانند حملہ کرنا چاہتی ہے

جی چھپانا اس گھڑی قاتل سے حاصل کیا نذیرؔ
آ گئی شمشیر اب تو تیرے سے کے متصل

سلیمان نے یہ سُن کر للکار کر کہا:

''او نابکار جہنمی! او دشمن رسول اللہ او عدو اللہ تو نے فرزندان پیغمبر صلعم کو قتل کیا۔ تو اگر ہم نے چند پلید فطرت حرامیوں کو فی النار کیا تو مضائقہ کیا ہے؟

یہ سن کر ابنِ زیاد آدر نعل در آتش ہوا' چنانچہ اس نے ایک بلہ بول دینے کا حکم دیا اس پر تمام ملعون سلیمان کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ اِدھر سے بھی جوابی روار ہونے لگے حتی کہ کرای ساعت کے بعد آتش جنگ بہت زیادہ افروختہ ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اگرچہ مسیب بن نخبہ کے لشکر کی تعداد بہت تھوڑی تھی لیکن نعرہ یا آل ثارات الحسین کا یہ اثر تھا۔ آج بھی ابنِ زیاد کی فوج شکست کھا کر بھاگی' فریقین کی طرف سے رات اپنے اپنے کیمپ میں بسر ہوئی۔ اگلے روز ایک ملعون ابنِ زیاد کا پیغام سلیمان کے پاس لایا جس میں یہ درج تھا کہ:

''اے سلیمان! اگر جنگ سے ہاتھ اٹھا لو۔ اور حضرت مروان کی بیعت کر لو تو کوفہ اور بصرہ کی حکومت کا وعدہ دیتا ہوں پیشتر ازیں رسولؐ کے بیٹے (حسینؓ) نے ہمارے برحق خلیفہ و امام پر خروج کیا' جس کے جواب میں ہم نے بجرم بغاوت اسے سزا دی

۔اب تم اگر نجات چاہتے ہوں تو جلد از جلد موجودہ امام وقت مروان کے نام پر بیعت کرو آخرت میں سرخروئی اور دنیا میں حکومت حاصل کرو گے' جونہی سلیمان نے ابن زیاد کے یہ کفریات پڑھے استغفار کی اور لاحول پڑھتے ہوئے اسے جواب میں تحریر کیا:

"اے ابن زیاد بدنہاد تجھ پر واضح ہونا چاہیے کہ حسب فرمان رسول اللہ حسین علیہ السلام جنت کے سرداروں میں سے ہیں' وہ ذریت رسولؐ میں ایک روشن ستارے ہیں' آل محمدؐ دارین کے سردار و مختار ہیں اس کے دشمن اور منغضین کے لئے جہنم ہے تیرا وہ امام اور اس کے سلف و خلف اپنے اپنے مقام پر پہنچے اور پہنچنے والے ہیں میرے امام پاک نے جس طرح حکومت رے کو قبول نہ فرمایا میں اسی طرح حکومت کوفہ و بصرہ پر تین حروف بھیجتا ہوں۔ او نابکار! کیا ہمارے امام کی اور ہماری جنگ حکومت طلبی کی جنگ ہے' او غیر مآل اندیش! اب بھی توبہ کر کہ قیامت قریب اور موت تمہارے سر پر کھڑی ہے۔

سلیمان نے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما السلام کی ہمراہی میں جنگ صفین وجمل جیسے معرکے سر کئے اور مولائے مومنین کا علمدار رہا کیا تو مجھے خوف دلاتا اور تحریص دنیا سے گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ اس کے جواب سے ابن زیاد نے سیخ پا ہو کر حلیم بن معرئے کو للکارا۔ کہ بہت جلد سلیمان اور اس کے بوتراپی لشکر کی خبر لے چنانچہ حلیم حکم پاتے ہی اسپ تازی پر سوار ہو کر خود و زرہ سے آراستہ پیراستہ سلاح جنگ پہنے میدان میں آیا۔

یہ وہی ملعون تھا جس نے حضرت عباس غازی پر اس وقت ضرب لگائی تھی جب وہ پانی کی مشک لے کر فرات سے نکل رہے تھے' حلیم نے اشعار میں رجز پڑھا' سلیمان نے اس کی رجز خوانی ختم ہونے سے پہلے نیزے کے صرف ایک ہی ضرب سے اسے ختم کر دیا ابھی اس کی لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی کہ ریاح نام شامی سلیمان کے مقابلہ کو نکلا' یہ وہ ملعون تھا جس نے حضرت زینب علیہا السلام کے سر سے چادر اتاری تھیں' سلیمان

نے اسے پہچانا' اور شاہین کی طرح ایسا نیزہ اس کے حلق پر مارکہ تالو سے نکل گیا' اور ریاح ملعون دیکھتے ہی دیکھتے واصل جہنم ہوا۔ اور خاک وخون میں لوٹتا اور النار پکارتا ہوا فی النار ہوا۔ اس کے بعد ابوجہل بن مشام مقابلہ پر آیا' یہ ملعون کہا کرتا تھا کہ جب تک دس ہزار بن فاطمہؓ اور اُن کے محب میرے ہاتھ سے قتل نہ ہو جائیں اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھوں گا۔ سلیمان پر حملہ آور ہوا' سلیمان نے ایسا جوابی وار کیا' کہ نیزہ کی نوک اس کے جگر سے پار ہو کر گھوڑے کی پیٹھ تک پہنچ گئی اسکے واصل جہنم ہونے کے بعد سلیمان نے آگے بڑھ کر ھَلْ مِنْ مُبارز کا نعرہ لگایا جس پر عمر بن وان اچک کر سامنے آگیا' اس مردود نے بوجہ شاعر ہونے کے چار ہزار شعر حضرت فاطمہؓ وحضرت علیؑ کی مذمت وہجو میں تصنیف کئے تھے اور چار ہزار شعر معاویہ ویزید کی مدح وثنا میں اس کا قول تھا' کہ میں کلمہ شہادت اور درود کبھی نہ پڑھوں گا' کیونکہ ان میں بنی ہاشم کی تعریف کا پہلو ہے اس نے سلیمان پر حملہ کیا لیکن جواب میں اس مرد مومن نے اپنی نیزہ بازی کا وہ جوہر دکھایا کہ آن ہی آن میں عمر بن واں اسفل السافلین میں تھا۔

غرض اسی طرح پے در پے اشقیا میدان میں بغرض جنگ آزمائی آتے اور جہنم واصل ہوتے۔ جب تقریباً ستر خارجیوں کا جو بڑے بڑے قوی ہیکل پہلوان تھے صفایا ہو چکا' تو حصین بن نمیر نے اپنی فوج کو مجموعی حملے کی حکم دے دیا۔

جب شامی فوج حملہ آور ہوئی تو خالد بن سلیمان نے ایک جانباز دستے کی معیت میں دلیرانہ مقابلہ کیا اس معرکہ میں بھی کئی شامی کام آئے۔

دوپہر کے وقت لشکر شام نے غیظ وغضب میں آکر فیصلہ کن جنگ کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ فریقین کی فوجیں دست بدستی لڑائی میں یوں گتھم گتھا ہوئیں۔ اور جنگ آزمائی کے جوہر دکھانے لگیں کہ ہر طرف غبار ہی غبار نظر آتا تھا۔ اور عبداللہ بن وائل کی سپاہ نے عقب سے وہ کاری ضرب لگائی کہ شامیوں کے سر گیندوں کی طرح ہوا میں اڑتے نظر آتے تھے

اور تیغ زنی نے زمین پر خون کے ندی نالے بہادیئے' مغرب ہونے سے پہلے فریقین کی فوجیں لڑتے لڑتے چور ہوگئیں۔ اور لڑائی تھم گئی' جب غبار زائل ہوگیا' اور لشکری اپنے اپنے کیمپ میں چلے گئے تو ایک طرف سے عمر بن سعد' شمر ذی الجوشن اور سنان بن انس ہزاروں سواروں سمیت ابن زیاد کی کمک کو آ نکلے سلیمان نے اپنے لشکر کو مخاطب کر کہا کہ تم لوگ ان ملاعنہ کی سرکوبی و سزا کیلئے بعداد کو جارہے تھے لیکن خدا نے یہ شکار یہیں پر بھیج دیئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالٰی صبح ان کے ساتھ بھی شیعیان حیدر کرار کو نپٹنا پڑیگا۔ آج کی جنگ میں سلیمان کے بہت سے زخم آگئے تھے اور یہ اس قدر گہرے اور کاری تھے کہ وہ ان ناقابل برداشت زخموں کی وجہ سے لیٹ نہ سکتا تھا۔

سلیمان نے تمام رات فوج کے گرد پھرتے او چیختے چلاتے گزاردی ۔

پیرہن تیرے شہیدوں کے گلستان ہوگئے

زخم خنداں غیرت گلہائے خنداں ہوگئے

"سلیمان! آپ ذرا لشکر کا جائزہ لیں ہم لوگ کوفہ سے ایک انبوہ کثیر و عظیم ہمراہ لے کر روانہ ہوئے تھے لیکن اب صرف تین ہزار فوج باقی رہ گئی ہے یا تو کوفہ سے کمک کی فکر کیجئے یا ہمیں واپس جانے کی اجازت مرحمت ہو کیونکہ ہم میں جنگ کی تاب باقی نہیں رہی دشمن کو کمک پر کمک پہنچ رہی ہے۔"

"اچھا تو پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلنے کا ارادہ ہے" سلیمان نے کہا

"استغفر اللہ منہ اے امیر! ہم اس گروہ میں سے نہیں جو ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ کے مصداق ہوں بلکہ ہمارا یہ ارادہ ہے کہ کوفہ پہنچ کر وہاں سے اور قبائل عرب سے ایک اور لشکر جرار جمع کریں اور اس جمعیت دشمن پر حملہ آور ہو کر فتح حاصل کریں" فوج نے عرض کیا۔

یہ سُن کر کچھ وقت سلیمان سر جھکائے بیٹھا رہا' اور بعد غور و فکر کے بعد کہنے لگا قسم اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں عین اسوہ حسینیؑ میں خداوند عظیم و خبیر کے

پاس جانا چاہتا ہوں۔ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ واہلبیت اطہارؑ کی رضا جوئی کیلئے جنگ کر رہے ہو اور اسی راہ میں کئی ہزار قربانیاں بھی دے چکے ہو۔ تو بسم اللہ مُوْتُوْا قبلَ اَن تَمُوْتُوْا دنیا دیکھ لی اب انعامات آخرت کیلئے مہیا ہیں۔ اور اگر یہ بات نہیں تو کوفہ جایئے یا بصرہ اللہ اللہ سلیمان کی اس تقریر سے فوج میں پھر حرکت پیدا ہوئی لشکریوں نے سلیمان کے ہاتھ پر اپنے امام برحق کی بیعت کی تجدید کی اور جنگ کرنے کیلئے تیار ہو گئے نماز فجر کے بعد دیر تک ابن زیاد وغیرہ کی فوج کا انتظار ہوتا رہا لیکن آج کسی نے مبارز طلبی نہیں کی اور یہ حقیقت ہے کہ فریقین کے لشکر زخموں سے چور چور ہو چکے تھے۔

پینتھواں باب

سلیمان بن صرد خزاعی کی شہادت

ہزار چشمۂ خون سرزند زہر ذرہ
جو بعد مرگ بخاکم قدم ہیفشاری

دن یونہی کٹ گیا شام ہوگئی سلیمان کی فوج نے عبادت فریضہ سے فارغ ہو کر بالاتفاق عرض کیا:

''اے امیر! دل کی نیتوں کو خداوند عالم وخبیر خوب جانتا ہے ہمارے ارادوں میں نہ پہلے کسی امر کی تقصیر تھی اور نہ اب ہے لیکن ہماری سب کی سب فوج اسقدر زخمی اور مجروح ہو چکی ہے کہ ہتھیار اٹھانے کی قابل نہیں۔ اندریں حال دشمن کے مقابلہ کو نکلنا سراسر خودکشی کے مترادف ہوگا۔ اور ہمارے ایمان کی طاقت کا آپ خود اندازہ لگالیں گے' جب اللہ تعالیٰ کے بندے ہنس ہنس کر اپنے سر اس کی راہ میں نثار کریں گے''۔ چونکہ سلیمان خود بھی زخموں سے گھائل ہو رہا تھا لہٰذا فوجیوں کے مخلصانہ عرض ومعذرت کے جواب میں خاموش ہوگیا' اور اسی حالت غور وخوض میں اپنی فرودگاہ پر جا کر زار زار رونے لگا۔ حتیٰ کہ سو گیا اس کی آنکھیں بند ہوتے ہی رحمت پروردگار کے دروازے کھل گئے۔

سلیمان اس وقت میدان کارزار یا بیابان خاردار میں نہیں بلکہ عرش معلی پر جنت النعیم کے رضوان پر بہار کی گلزار میں ہے یکایک ایک خاتون پاک ریشمی برقعہ اوڑھے سلیمان کے پاس آموجود ہوئی اور کہنے لگی۔ صد آفرین وتحسین سلیمان مرحبا' اللہ تعالیٰ اپنے حبیبوں کے طفیل سے تجھے جزائے خیر عطا فرمائے یقیناً تو نے دشمنان آل رسولؐ سے انتقام لینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ میری بیٹی فاطمہؑ نے تجھے سلام وپیغام دیا ہے کہ حسین علیہ

السلام کے اُسوہ میں اسی راستہ سے جلد از جلد ہم اہلبیتؑ رسالت کے پاس پہنچ جاؤ۔ کہ سب تمہارے منتظر ہیں۔ سلیمان نے عرض کیا کہ حضرت! فداہ امی وابی تمام مومنین آل محمدؐ سے ملاقات کرنے کے مشتاق ہیں مگر وہ زخموں سے اس قدر گھائل ہو رہے ہیں کہ میدان شہادت تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتے ابھی سلیمان فقرے مکمل کرنے نہ پایا تھا کہ جناب حسنین علیہما السلام تشریف فرما ہوئے۔ امام حسن علیہ السلام کے مبارک ومقدس ہاتھوں پر ایک یاقوتی طشت پانی سے بھرا ہوا ہے اور حسین علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ اے سلیمان! لے یہ پانی خلد بریں کے چشمہ سے لائے ہیں۔ اپنے اور اپنے لشکریوں کے زخموں پر چھڑک دے اور تیار ہو کر کل دوپہر تک ہمارے پاس چلے آنا' تاکہ تم سب کو اس سامنے زمردین محل میں داخل کیا جاوے۔ اور یہ ہے اہل ایمان وصدق ویقین کیلئے آخری آرام گاہ۔ اللھم صل علی محمد وآل محمدؐ۔

سلیمان نے بھی درود پڑھنا شروع کیا۔ آنکھیں کھلیں تو وہ اپنے خیمہ میں تھا اور وہی طشت مبارک جس میں بہشت بریں کے چشمہ پاک کا پانی تھا سرہانے موجود پایا۔ اس وقت تمام فوج زخموں سے کراہ کراہ کر ذرا سو گئی تھی' سلیمان نے چپ چاپ اٹھ کر طشت مقدس کو اٹھالیا' اور فوج کی ایک طرف سے ان پر پانی چھڑکنا شروع کر کے دوسری طرف تک پہنچ گیا۔

اس پانی کی خوشبو سے میلوں تک بیابان معطر ہو گیا' اور اسی طشت عنبر سرشت کے جھونکوں نے فضا کو یوں مشکبور بنایا کہ کوئی جواں نیند سے بیدار نہ ہوا' ان سب کے بعد سلیمان نے اپنے زخموں پر بھی وہی آب مقدس چھڑک دیا۔ اور آناً فاناً زخموں کا نام ونشان تک باقی نہ رہا' طرہ مزید یہ کہ طشت میں پانی بھی جوں کا توں موجود پایا۔ اب سلیمان نے وضو کیا اور اپنے کیمپ میں بلند آواز سے اذان کہی جس سے حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کے الفاظ سنتے ہیں دورد شریف پڑھتے ہوئے فدیان دین سید الکونین وثارات الحسینؑ اٹھ

کھڑے ہوئے سب نے نمازیں ادا کیں' اور حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے بلکہ اس معجزہ کا ثمردہ پیغام اپنے امیر کو سنانے لگے۔ ''سلیمان! ہمارے تو ایک بھی زخم اور اس کا نشان تک باقی نہیں رہا''۔

''بھئی! تندرست اور صحت یاب ہو کر پاک وپاکیزہ صورت میں اپنے آقا کے حضور حاضر ہونا ہوگا۔'' (سلیمان نے کہا)

اب یہ باتیں ہو رہی تھیں' کہ دشمن نے جنگ کا بگل بجایا' ان پر واضح ہو چکا تھا کہ سلیمان اور اس کی سپاہ زخموں کی تاب نہ لا کر میدان کارزار کی طرف منہ نہ کر سکے گی' بلکہ گذشتہ رات ابن زیاد کے مشیروں نے شب خون مارنے کا مشورہ بھی دیا' کہ سلیمان کی فوج مردوں کی مانند بے ہوش پڑی ہے۔ لیکن اس خیال سے اس نے اجازت نہ دی' کہ جنگی پوزیشن کے مدنظر کوئی فریب نہ ہو نقارہ جنگ بجتے ہی سلیمان کے لشکروں نے مسلح ہونا شروع کیا۔ اور حولناک آتش حرب میں کود پڑے۔

ابن زیاد سے اس حیرت ناک تبدیلی کی رپورٹ کی گئی تو اس نے خاندان رسالتؐ پر ساحری کا الزام لگاتے ہوئے بے پروائی سے کہہ دیا' کہ ان لوگوں نے اپنے اماموں اور پیشواں سے جادوگری سیکھی ہوئی ہے اور ان کا یہ قول تھا ؎

تا سحر چشم یار چہ بازی کند کہ باز

بنیاد بر کرشمہ جادو نہادہ ایم

غرض ابن زیاد بدنہاد کچھ ایسے ہی کفریات وہزلیات بکتا ہوا میدان میں آ گیا' اور بلند آواز سے کہنے لگا:

''اے جادوگرو! آج تمہارے جادو سے مردانی تلوار کا مقابلہ ہے بلاؤ اس جادوگر کو جس نے عمرو عنتر پر سحر کیا اور اسے مار ڈالا۔''

سلیمان کو ان کفریات کے سننے کی تاب نہ لا کر شیر کی طرح اس پر حملہ کیا کہ وہ

بھاگ کر اپنے خیمے میں گھس گیا۔ اور مرد غازی نے مبارز طلب کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے عتاب بن اسود نکلا سلیمان نے ایک ہی نیزہ کی ضرب سے اسے جہنم میں پہنچا دیا اس کے بعد بصرہ کا رہنے والا پہلوان علائی بن موحد نکلا جس نے حضرت قاسم بن حسن علیہما السلام کو شہید کیا تھا۔ سلیمان نے اسے بھی فی النار والسقر کیا۔ آخر جب فرداً فرداً بہت سے موذی سلیمان کے ہاتھوں جہنم واصل ہو چکے تو مجبور ہو کر دو ہزار شامیوں نے تنہا سلیمان پر حملہ کر دیا۔ خالد بن سلیمان مدد کو پہنچا اس کے پیچھے مسیب بن نخبہ اور ان کے پیچھے عبداللہ بن وائل ہزاروں لشکر سمیت حملہ آور ہوا۔ یہ گھمسان کی جنگ تھی زمین سے آسمان تک غبار ہی غبار اٹھتا نظر آتا تھا۔ نیزوں اور تلواروں کی بجلی سی چمک ایک خوفناک طوفان کا نقشہ پیش کر رہی تھی۔

سلیمان کی تیغ بیدریغ نے آخری جوہر کچھ اس انداز سے دکھائے کہ دشمن کی بے اندازو شمار فوج کے چھکے چھوٹ گئے سلیمان کے رعب وجلال سے سپاہ شام کے حوصلے ٹوٹ گئے آخر کار ہزار ہا شامی سلیمان کو نرغے میں لانے میں کامیاب ہو گئے ناگاہ ایک ملعون شامی نے ایک تیر سلیمان کی پیشانی پر مارا سلیمان نے سخت زخمی ہو کر کہا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَنَا مُحِبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ خَلِيْفَتُهٗ بِلَا فَصْلٍ یہ کہتے ہوئے اور درود شریف پڑھتے ہوئے زمین پر گرا اور اپنی جان آفرین کے سپرد کی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

✪✪✪✪✪

چھیاسٹھواں باب

مسیب' عبداللہ اور رفاعہ کی شہادت

رقص کرتے ہیں جو بسمل تو یہ کہتا ہے وہ ترک
مجلس آخر ہوئی لیکن ہے تماشا باقی

سلیمان بن صرد خزاعی شہید ہو چکا اور اس بزم عشاق کی شمع فروزاں گل ہو گئی' شہید راہ خدا کے سفر فردوس پر قدم رکھتے ہی مومنین صادقین سرگردان و پریشان ہو گئے اور چراغ محفل کے بجھ جانے سے احباب واصحاب سلیمان وثارات الحسین علیہ السلام کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا لیکن مسیب بن نخبہ نے بلند آواز اور پر جوش لہجہ میں امام حسین علیہ السلام کا وہ وقت یاد دلایا ۔

سب خاک پر ٹکڑے تو کلیجہ کے پڑے تھے
لاکھوں سے لڑائی تھی یہ بشاش کھڑے تھے

اس پر سلیمان کا فرزند ارجمند خالد بجلی کی طرح نکلا اور اس کی تلوار صاعقہ بار نے میدان کارزار میں لگا تار آگ برسانا شروع کر دیا اور آن کی آن میں کئی ہزار کفار اصحاب النار کو فی النار کیا۔

لیکن مسلح مسیب ابن نخبہ نے دوڑ کر نہایت جرأت و بے باکی سے خالد کو مجمع اعداء گروہ اشقیا کے محاصرہ سے نجات دلانے کی کوشش کی اور آتش حرب کے شعلہ فشاں تنور میں گھس کر خالد کی تلوار کا قبضہ تھام لیا' اور اسے پیچھے ہٹا کر نہایت پر جوش لہجہ میں پکارا:

''حسب الحکم امیر یہ مسیب ہے۔ سلیمان کے بعد اس کا جانشین موجود ہے تو خالد پر میدان میں جنگ آزما ہونا قبل از وقت ہے۔''

یہ کہہ کر اب مسیب نے اپنے محب آلِ محمدؐ ہونے کا عملی ثبوت دینا شروع کر دیا۔ دشمن کی صفوں میں یوں انتشار پیدا کیا کہ عمر بن سعد کا لشکر چشم زدن میں تتر بتر ہو گیا۔ اور حملہ مسیب کی تاب نہ لا کر لشکریوں نے پیٹھ دکھا کر بھاگنا شروع کر دیا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا کہ طرفداران اہلبیتؑ کے چند ابوترابی باقی رہ گئے' ہیں لیکن ان کے دل بھی کس بلا کے دل ہیں کہ یہ ظروف سنگی ٹوٹنے میں ہی نہیں آتے' ہزاروں پر غالب ہوتے جا رہے ہیں۔

ایک سپاہی نے کانپتے عمر بن سعد کے سامنے شکایت کی جس پر اس شقی نے جواب دیا کہ: اس گروہ کے تمام پیشوا درجہ اول کے ساحر (جادوگر) تھے اس جادوگر جماعت کا علاج یہی ہے۔ کہ ان کی ساحرانہ تدبیر کے جواب میں ایک جم غفیر دفعتاً حملہ کرے اور بغیر کسی فوجی تنظیم کے دھوکا دے کر ٹوٹ پڑے۔

پھر ایک زبردست تازہ دم موصلی لشکر کو آناً فاناً جمع کر کے عمر بن سعد نے ایک جوشیلی تقریر کی اور انہیں غیرت دلائی۔

''نامردو تمہاری جوانمردی اور شجاعت کیا ہوئی ؟ جن نیزوں اور تلواروں نے سلیمان جیسے سپہ سالار کا خاتمہ کیا اُن کے منہ مسیب کے مقابلہ میں کیوں مڑ گئے شرم کرو' اور اپنے خلیفہ و امام (مروان) کے نام کی لاج رکھو کہ اب تمہاری فتح و ظفر قریب ہے او بے غیر تو! کیا تم دیکھتے نہیں؟ کہ دشمن کی فوج لگاتار کم ہوتی جا رہی ہے لیکن ان میں احساس کمتری کی بجائے شجاعت و جذبات مردانگی میں برتری پیدا ہو رہی ہے۔'' اس تقریر کے سنتے ہی شامی و موصلی فوجوں میں ایک تازہ روح پیدا ہو گئی ایک شقی نے فوج کو غیرت دلائی' اور مسیب کی طرف انگلی اُٹھا کر کہا۔

کیونکر اُن گیسوؤں سے جان بچے جوائے دل
جھٹکے زنجیر کے دیں کشمکش دام کریں

اس تدبیر نے عملی جامہ پہنا اور چپ و راست سے اشقیا کی فوجوں نے محاصرہ

کرلیا۔ اگرچہ مسیب اپنے ایمان کی لگاتار کراتیں دکھارہا تھا لیکن اس گروہ کثیر وجم غفیر میں گھر گیا کہ ناگاہ ایک دشمن کے زہر سے بجھے ہوئے تیر نے امام علیہ السلام کے اس فدائی کو زمین پر گرادیا۔ اور وہ دم کے دم میں خاک وخون میں لوٹنے لگا۔ اس کے لاشہ نیم بسمل سے صدا آرہی تھی ۔

دلم از وحشت زندان سکندرہ گرفت

رخت بربندم وتا ملک سلیمان برم

جونہی مسیب شہادت کے مرتبہ عالی واعلیٰ پر فائز ہوگیا عبداللہ نے اپنی تنظیم کے ماتحت فوراً سلیمان کا علم اُٹھایا' اور معرکہ کارزار میں کود پڑا۔ اور علی بن مُبارز کی صدا بلندی' مبارز طلبی پر ایک شامی میدان میں آیا' اور اپنی تلوار کو ہوا میں گھماتے ہوئے مقابلہ کا دم بھرنے لگا' عبداللہ نے ''ثارات الحسین علیہ السلام کا نعرہ'' لگایا جس پر حسین علیہ السلام کا نام سنتے ہی وہ شقی جل گیا اور معاویہ ویزید ومروان کا نام لے لے کر نعرے بلند کرنے لگا۔

عبداللہ نے اپنی تیغ بے دریغ تھام لی اور نزدیک ہوگیا' ملعون طلیحہ نے عبداللہ پر پہلا وار کیا جس کے جواب میں عبداللہ نے اپنی تلوار چمکا کر سامنے اور جھک کر نیزہ اسکے جگر میں گھونپ دیا کہ طلیحہ ''جادو جادو'' پکارتا ہوا اپنے خون میں لوٹنے لگا اور اس کا گھوڑا میدان سے بھاگ نکلا پھر یکے بعد دیگرے پچاس جوانمرد شامی عبداللہ کے مقابل آن کر جہنم واصل ہوئے۔ آخر کار نصر بن طلیحہ گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لئے میدان میں آیا' اور کہنے لگا کہ:

عبداللہ! جرأت ومردانگی یہ ہے کہ مجھ سے پیدل ہوکر نبرد آزمائی کرو' یہ کہا اور خود گھوڑے سے نیچے اُتر آیا' عبداللہ نے رجز خوانی کرتے ہوئے نصر سے کہا ۔

از مراد شاہ منصوری فلک رُخ برمتاب

نیزئے شمشیر بگر نبروئے بازوبہیں

نصر نے غیرت کھا کر اپنا نیزہ عبداللہ کی طرف بڑھایا' اس پر اس جاں نثار سید الشہداء علیہ السلام نے زمین پر لیٹ کر نیزے کا وار بچایا اور آنکھ جھپکتے ہی اپنی تلوار سے اس کا شکم چاک کر دیا۔ سپاہ گمراہ روسیاہ نے جب عبداللہ کو پاپیادہ دیکھا تو اپنی سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت بادل کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے' اور محاصرہ میں لے کر ہر سمت سے تیر برسانا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ عبداللہ نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون سچ ہے۔

قید سے وہ ہو رہا' جو دے اولوالعزموں کا ساتھ

سوزن عیسیٰ اسیر رشتہ مریم نہیں

عصر کا وقت تھا کہ حسینؑ علم لے کر رفاعہ بن شداد کود کر میدان میں آ گیا' دشمن کی فوج کے چھکے چھوٹ گئے تھے شامی لشکر متحیر تھا کہ سلیمان کی شہادت کے بعد بھی جنگ کی رفتار رفقائے مختار کی جانب سے سرد نہیں ہو سکی۔ اس سرگردانی کے عالم میں باہم گر اشاروں کنایوں سے اظہار حیرت کرتے تھے کہ رفاعہ نے متحیر فوج میں ہلچل پیدا کر دی۔ مومنین کی جانباز فوج کا یہ آخری جوان اپنی شجاعت کی داد مہر عالمتاب حاصل کر رہا تھا' کہ آخر کار محاصرہ میں لے کر اسے بھی سرفروشان آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل مبارک میں پہنچانے کی کوشش کی گئی لیکن رفاعہ نے یا حسین ابن علی علیہما السلام کا نعرہ لگایا اور دشمن کے لشکر کی دیوار پھاند کر اپنے کیمپ میں زخمی ہو کر پہنچ گیا۔ آج لڑائی ختم ہوئی' آفتاب غروب ہو گیا' امیر مختار نامدار و جان نثار حیدر کرار کے مہر پر انوار کیے بعد دیگرے افق کارزار کے یادوں میں پنہاں ہو چکے۔

فریقین کے لشکر ظلمت لیل میں اپنے اپنے کیمپوں کی طرف لوٹ گئے کہ خالد نے چند جانبازوں کے ہمراہ ہو کر سلیمان' مسیب' اور عبداللہ کی لاشوں کو دعاؤں کے بعد دفن کرنے کا یہیں اہتمام کیا۔ لیکن بنی امیہ کی قبر کنی کے اندیشہ سے ان شہیدان راہ

خدا کو ایک محفوظ مقام میں سپرد خاک کر دیا۔

اور واپس آ کر اپنی فوج کا جائزہ لیا۔ تو معلوم ہوا کہ کل تین چار سو جوان باقی رہ گئے تھے' اب رات کے اندھیرے میں یہ تجویزیں ہو رہی تھیں' کہ آئندہ کیا پروگرام ہو کوفہ سے کمک نہیں پہنچ سکی اور ان مٹھی بھر جوانوں کا لاکھوں سے مقابلہ اس وقت جسارت اور نا عاقبت اندیشی ہو گی مناسب یہ ہے کہ گھروں کو لوٹ جائیں لیکن ۔

دل تو کہتا ہے کہ چل اب کوئے جاناں کی طرف
حکم وحشت یہ ہے کر عزم بیابان کی طرف

ستائیسواں باب

بقیۃ السیف لشکر کا کوچ کرنا

زخمی رفاعہ اور خالد میں آخری قرارداد جو پاس ہوئی' وہ یہ تھی کہ کچھ رات ہے یہاں سے کوچ کرنا نہایت مناسب ہے' اور کیمپ میں جا بجا چولہے گرم کر کے اس قدر آگ روشن کرنی چاہیے کہ کل دوپہر تک غنیم ہماری غیر حاضری سے واقف ہو کر عزم تعاقب نہ کر سکے' اور ہم اس وقت تک بیاباں کی بہت منزل طے کر چکے ہونگے ۔

ہے طلب میں دشت دشت آوارہ مثل گردباد

بعد مردن بھی غبار عاشقاں گردش میں ہے

پس اسی تجویز کے ماتحت اس سرزمین سے جہاں پر سلیمان' مسیب اور عبداللہ کی آخری دوامی آرامگاہ قرار پائی تھی "ثارات الامام" کا لشکر اُدھر اُدھر آگ روشن کر کے رخصت ہوا۔ فوج نے اپنے گنج شہدا پر فاتحہ پڑھی اور گھوڑوں اور اونٹوں اور خچروں پر رخت سفر لاد کر سیدھے عازم کوفہ ہوئے اور اگلے روز بعد دوپہر کے منزل قریظہ پر پہنچ گئے۔

اس مقام سے ایک راستہ تو کوفہ کو جاتا تھا اور دوسرا خراسان کو چنانچہ یہ صلاح ٹھہری کہ خالد بن سلیمان سیدھا خراسان کی طرف عبداللہ بن حازم کے پاس پہنچے اور وہاں جا کر ایک لشکر جرار جلد از جلد تیار کرے اور رفاعہ کوفہ میں پہنچ کر آئندہ صورت حال پر غور کرے کیونکہ تشویش و اضطراب کے اس نازک دور میں امن سے بیٹھنا اور حالات سے غافل رہنا سراسر خودکشی کے مترادف تھا' اس مقام پر رفاعہ نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا ۔

وائے قسمت کعبہ مقصود تک پہنچے نہ ہم

کم ہوئی طاقت اگر زادِ سفر پیدا کیا

تو خالد نے جواب میں کہا ۔

نہ گھبرا اے دل درماندہ اب منزل قریب آئی
اسی بستی کے آگے اور اک آباد بستی ہے

راہ امتحان میں ایسی ایسی یاس انگیز مشکلات کا آنا ضروری ہے لیکن ہر وقت لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کا ورد مومن کے از بر ورد زبان ہونا چاہیے۔ آخر کار عصر کے وقت یہ دونوں رفقائے کار حب دار اہلبیت اطہار علیہم السلام بغلگیر ہو کر خوب روئے اور اپنی اپنی راہ پر گامزن ہوئے۔

اٹھاسٹھواں باب

ابنِ زیاد و ابن سعد کی برہمی

یہ انا الحق بولنا بھی کچھ ذوی سے کم نہیں
اپنے دل سے رکھ انانیت کو اے منصور دور

ابنِ زیاد بہت دن چڑھے خواب سے بیدار ہوا اور عمر بن سعد کو طلب کر کے بطور مشورہ بولا:

''معلوم ہوتا ہے کہ آج ابوترابیوں کو یقیناً شکست ہو جائے گی''

''اے امیر! ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ وہ لوگ صبح کاذب سے ناشتہ تیار کر رہیں تاکہ جلدی سے جنگ شروع ہو جائے'' (عمر بن سعد نے کہا)

''حیرت تو یہ ہے ان کی مٹھی بھر فوج ختم ہونے میں نہیں آتی۔'' ابنِ زیاد بولا۔

''اے امیر! یہ تو ابوترابی خود ختم ہو جاتے ہیں لیکن ان کی غیرت اعتقادی و ایمانی ختم نہیں ہوتی بلکہ ان کے آدمی کم ہوتے جاتے ہیں اور ابوترابیوں کا جوش زیادہ ہوتا جاتا ہے۔'' (عمر بن سعد نے کہا)

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک سپاہی نے اطلاع دی:

''جناب دشمن کا کیمپ خالی پڑا ہے اور چولہوں میں جابجا آگ روشن ہے'' اس خبر سے عمر بن سعد بہت خوش ہوا اور ''خس کم جہاں پاک'' کہہ کر کھلکھلایا لیکن ابنِ زیاد نے خشمناک ہو کر ابن سعد کو ایک ڈانٹ جتلائی: ''بے وقوف! یہ تمہاری نالائقی ہے اور رفاعہ کا اپنی مٹھی بھر فوج کو لے کر یہاں سے بچ نکلنا خطرہ سے خالی نہیں، کیا تم نے سنا نہیں ؎

سانپ کو قابو میں لا کر چھوڑ دینا جہل ہے
جہاں سے مایوس ہوں میں زلف جاناں چھوڑ کر

اے عمر تمہاری جہالت اور غفلت کا خمیازہ یقیناً حکومت کو بھگتنا پڑے گا۔ افسوس"

"اے سرکار! دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا' میدان چھوڑ گیا' اس کے بڑے بڑے جانباز کھیت رہے لیکن آپ ہیں کہ خواہ مخواہ برہم ہوئے جاتے ہیں۔ آپ مطمئن رہیں پسر فاطمہ کی فوج نے حکومت کا کیا بگاڑا؟

اہل مدینہ کب سرکاری فوج کی تاب لا سکے؟

اب مکی فوج کے سپہ سالار سلیمان نے کیا حاصل کیا' آئندہ جو ابوترابی بغاوت کے میدان میں قدم رکھیں گے ان کا بھی وہی حشر ہوگا۔ جو مسلم ابن عقیل سے لے کر آج تک ہوتا رہا ہے۔ (عمر بن سعد نے کہا)

اس پر عبید اللہ اور زیادہ برہم ہوا اور کہنے لگا۔

"او نابکار! حکومت بنی امیہ کی ان بوترابیوں نے اینٹ سے اینٹ بجا دی ہزارہا پہلوانان شام و عراق و سرداران بنی امیہ نذر شمشیر ہو چکے لیکن مستقبل کی تمہیں فکر ہی نہیں' میری نگاہ دوربین اس طوفان عظیم کو نزدیک ترین محسوس کر رہی ہے۔ جو فاطمیوں و ابوترابیوں کے سپہ سالار ثقفی کے ہاتھوں اُٹھنے والا ہے۔"

عبید اللہ نے اسی برہمی کے عالم میں حکم دے دیا کہ سارے کا سارا لشکر آج شام سے پہلے یہاں سے کوچ کرے اور نقارہ فتح و ظفر بجاتے ہوئے سیدھا کوفہ کا رخ کریں۔ تاکہ دشمن کو کسی آئندہ تدبیر کا موقع نہ دیا جائے۔

قَدْ تَمَّ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ وَيَتْلُوْهُ الْجُزْءُ الثَّانِي انشاء الله تعالىٰ

احقر العباد سید عنایت علیشاہ عنایت النقوی البخاری مدیر اخبار در نجف سیالکوٹ

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِكَاتِبِهٖ وَلِمُؤَلِّفِهٖ وَلِمَنْ سَعٰى فِيْهِ بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَاٰلِهٖ الطَّاهِرِيْنَ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

✿✿✿✿✿